

يُؤَدِّثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ. (القرآن)

أفضل الراجي

في

حل السراجي

(جلد ثانی)

مؤلف

(مفتی) محمد افضل اشاعتی

استاذ جامعہ اکل کوا

زیرنگرانی

مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی

صدر دارالافتاء جامعہ اکل کوا

ناشر

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندو ربار (مہاراشٹر)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

## تفصیلات

|               |   |
|---------------|---|
| نام کتاب :    | افضل الراجی فی حل السراجی                                       |
| مؤلف :        | (مفتی) محمد افضل اشاعتی   |
| زیر نگرانی :  | مفتی محمد جعفر صاحب ٹلی رحمانی                                  |
| نظر ثانی :    | مفتی محمد جعفر صاحب ٹلی رحمانی / مولانا افتخار احمد قاسمی بستوی |
| رابطہ :       | 9371321219  |
| صفحات :       | ۴۰۴   |
| تعداد اشاعت : | ۱۱۰۰  |
| کمپوزنگ :     | محمد مہر علی قاسمی (دھنبا، جھارکھنڈ) جامعہ اکل کوا-8007006249   |
| سنہ اشاعت :   | ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۰۱۷ء   |
| قیمت :        |   |
| طباعت :       |   |
| ناشر :        | جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندور بار (مہاراشٹر)        |

ملنے کے پتے

شعبہ دارالافتاء، جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندور بار (مہاراشٹر)  
مکتبہ ”راجی“ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندور بار (مہاراشٹر)

## فہرست مضامین

| صفحہ | مضامین  | الرقم |
|------|---|-------|
| ۱۶   | ﴿تخارج کا بیان﴾   | ۱     |
| ۱۷   | تخارج کے لغوی واصطلاحی معنی                                 | ۲     |
| ۱۸   | تخارج کب اور کیسے واقع ہوا                                  | ۳     |
| ۱۸   | قاعدہ مصالحت اور اس کی مثال و توضیح                         | ۴     |
| ۲۰   | ایک سوال اور اس کا جواب                                     | ۵     |
| ۲۰   | تخارج سے متعلق پانچ اہم فائدے                               | ۶     |
| ۲۰   | فائدہ اولیٰ: تعریف صلح مع رکن و شرائط                       | ۷     |
| ۲۳   | فائدہ ثانیہ: صلح کی وجوہ اربعہ مع احکام                     | ۸     |
| ۲۴   | فائدہ ثالثہ: تخارج و صلح کے مابین فرق                       | ۹     |
| ۲۴   | فائدہ رابعہ: بدل تخارج ترکہ کے علاوہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے | ۱۰    |
| ۲۵   | فائدہ خامسہ: تخارج کی ایک صورت                              | ۱۱    |
| ۲۷   | تخارج سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب            | ۱۲    |
| ۲۹   | ﴿رد کا بیان﴾  | ۱۳    |
| ۳۰   | تمہیدی گفتگو  | ۱۴    |

|    |  |    |
|----|--|----|
| ۱۵ | رد کے لغوی واصطلاحی معنی   | ۳۰ |
| ۱۶ | عمول ورد کے مابین فروق اربعہ اور ان کے مابین تطبیق                       | ۳۱ |
| ۱۷ | شروط رد  | ۳۳ |
| ۱۸ | رد کے ثبوت و عدم ثبوت کے سلسلے میں مذاہب ثلاثہ مع دلائل و وجہ ترجیح      | ۳۴ |
| ۱۹ | رد سے متعلق دواہم فائدے  | ۴۲ |
| ۲۰ | فائدہ اولیٰ: متاخرین شوافع کا حنفیہ کے قول پر فتویٰ دینا                 | ۴۲ |
| ۲۱ | فائدہ ثانیہ: زوجین پر رد کی ایک صورت                                     | ۴۲ |
| ۲۲ | ﴿قواعد رد کا بیان﴾   | ۴۳ |
| ۲۳ | اقسام رد   | ۴۴ |
| ۲۴ | من یرد علیہ اور من لا یرد علیہ کے مصداق                                  | ۴۴ |
| ۲۵ | قاعدہ اولیٰ مع مثال  | ۴۵ |
| ۲۶ | قاعدہ اولیٰ ”فاجعل المسئلہ من روو سهم“ میں مسئلہ رؤس سے بنانے کی وجہ     | ۴۶ |
| ۲۷ | قاعدہ ثانیہ مع تخریجی مسائل  | ۴۷ |
| ۲۸ | قاعدہ ثانیہ کے تحت صرف چار اعداد (۲، ۳، ۴، ۵) سے مسئلہ رد یہ ہونے کی وجہ | ۴۸ |
| ۲۹ | قاعدہ ثانیہ کے تحت ایک صورت میں قواعد تصحیح کی ضرورت                     | ۵۰ |
| ۳۰ | ایک سوال اور اس کا جواب  | ۵۱ |

|    |  |    |
|----|--|----|
| ۵۲ | رد کے تیسرے قاعدے کی وضاحت                                 | ۳۱ |
| ۵۳ | قاعدہ کے تحت آنے والی مثالوں کی تخریج مع وضاحت             | ۳۲ |
| ۵۶ | دواہم سوال اور ان کے جواب                                  | ۳۳ |
| ۶۱ | رد کے چوتھے قاعدہ کی وضاحت مع تخریجی مسائل                 | ۳۴ |
| ۶۴ | حصہ نکالنے کا آسان طریقہ                                   | ۳۵ |
| ۶۴ | چوتھے قاعدے میں صرف قاعدہ تماشل و تباین کو ذکر کرنے کی وجہ | ۳۶ |
| ۶۹ | رد سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب              | ۳۷ |
| ۷۱ | قواعد رد کی وجہ حصر مع نقشہ                                | ۳۸ |
| ۷۳ | ﴿مقاسمۃ الجہد کا بیان﴾                                     | ۳۹ |
| ۷۳ | مقاسمہ کے لغوی و اصطلاحی معنی                              | ۴۰ |
| ۷۴ | مقاسمہ کے ثبوت و عدم ثبوت کے سلسلے میں مذاہب ائمہ مع دلائل | ۴۱ |
| ۸۹ | باب مقاسمۃ میں اختلاف کے اسباب                             | ۴۲ |
| ۹۰ | ﴿مقاسمۃ الجہد کی صورتیں﴾                                   | ۴۳ |
| ۹۱ | صورت اولی کا حکم یعنی افضل الامرین کی تشریح مع مثال        | ۴۴ |
| ۹۳ | وبنوالعلات یدخلون... الخ عبارت کی وضاحت                    | ۴۵ |
| ۹۴ | علاقہ کو ترکہ ملنے کی ایک صورت                             | ۴۶ |
| ۹۸ | مقاسمۃ الجہد کی دوسری صورت کی وضاحت مع امثلہ               | ۴۷ |

|    |  |     |
|----|--|-----|
| ۴۸ | اگر ٹکٹ الباقی کے عدد میں کس واقع ہو تو کیا کریں گے؟                   | ۱۰۱ |
| ۴۹ | زید بن ثابتؓ کے مذہب کے خلاف مقاسمہ کی ایک صورت                        | ۱۰۱ |
| ۵۰ | مسئلہ اکدریہ کی وضاحت  | ۱۰۳ |
| ۵۱ | مسئلہ اکدریہ کی وجہ تسمیہ  | ۱۰۶ |
| ۵۲ | مسئلہ اکدریہ کی شرط  | ۱۰۷ |
| ۵۳ | دواہم فائدے  | ۱۰۸ |
| ۵۴ | فائدہ اولیٰ: بھائی بہنوں کی اولاد میں مقاسمہ کا حکم                    | ۱۰۸ |
| ۵۵ | فائدہ ثانیہ: دنیائے میراث میں چند پیش آمدہ مسائل کے اسماء مع وجہ تسمیہ | ۱۰۸ |
| ۵۶ | ﴿مناسخہ کا بیان﴾   | ۱۱۷ |
| ۵۷ | مناسخہ کے لغوی و اصطلاحی معنی  | ۱۱۹ |
| ۵۸ | مناسخہ کی وجہ تسمیہ  | ۱۲۰ |
| ۵۹ | مناسخہ کی اہمیت اور ضرورت  | ۱۲۰ |
| ۶۰ | اصطلاحات مناسخہ  | ۱۲۱ |
| ۶۱ | تنبیہات و ہدایات مناسخہ  | ۱۲۲ |
| ۶۲ | مناسخہ لکھنے کا طریقہ  | ۱۲۲ |
| ۶۳ | اصول مناسخہ  | ۱۲۴ |
| ۶۴ | ایک اہم فائدہ  | ۱۲۵ |

|     |  |    |
|-----|--|----|
| ۱۲۸ | متن میں مذکور مسئلہ مناسخہ کی تخریج  | ۶۵ |
| ۱۳۰ | ہر نسبت کی الگ الگ مثالیں  | ۶۶ |
| ۱۳۴ | مناسخہ کی صورتیں: متاوالہ، متناقضہ کی تفصیل  | ۶۷ |
| ۱۴۷ | مناسخہ سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب                                    | ۶۸ |
| ۱۵۰ | باب مناسخہ کا خلاصہ بصورت نقشہ   | ۶۹ |
| ۱۵۲ | ﴿ذوی الارحام کا بیان﴾  | ۷۰ |
| ۱۵۵ | ذوی الارحام کے لغوی و اصطلاحی معنی   | ۷۱ |
| ۱۵۷ | ذوی الارحام کی توریث و عدم توریث کے سلسلے میں اختلافِ ائمہ مع دلائل و وجہ ترجیح      | ۷۲ |
| ۱۶۶ | ذوی الارحام کی اصنافِ اربعہ  | ۷۳ |
| ۱۶۷ | ذوی الارحام کا حکم   | ۷۴ |
| ۱۶۸ | ذوی الارحام کی اصنافِ اربعہ کے درمیان وجوہِ ترجیح کے سلسلے میں اقوالِ ثلاثہ مع دلائل | ۷۵ |
| ۱۷۱ | فہو لاء وکل من یدلی الخ عبارت کا مطلب  | ۷۶ |
| ۱۷۳ | ﴿ذوی الارحام کی پہلی صنف کا بیان﴾  | ۷۷ |
| ۱۷۶ | صنفِ اول میں تقسیم میراث کے لیے قواعد خمسہ مع امثلہ                                  | ۷۸ |
| ۱۷۹ | مصنف نے پہلا قاعدہ کیوں ذکر نہیں کیا   | ۷۹ |
| ۱۷۹ | فولد الوارث اولیٰ من ولد ذوی الارحام عبارت میں ولد وارث کی مراد                      | ۸۰ |

|     |  |    |
|-----|--|----|
| ۱۸۰ | ولد وارث سے متعلق ایک اہم تنبیہ  | ۸۱ |
| ۱۸۱ | قاعدہ نمبر ۲ (اقرب اولیٰ ہے اور ابعد محبوب) میں اقرب و ابعد کی توریث و عدم توریث کے سلسلہ میں مذاہب ثلاثہ مع دلائل | ۸۲ |
| ۱۸۶ | قاعدہ خامسہ میں حضرات صاحبین کے اختلاف کی دلیلیں   | ۸۳ |
| ۱۸۸ | صنف اول سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب   | ۸۴ |
| ۱۸۹ | اختلاف بطون کا حکم   | ۸۵ |
| ۱۹۴ | اختلاف بطون کے ساتھ بعض اصول کی متعدد فروع کا حکم  | ۸۶ |
| ۱۹۹ | تعدد رشتہ کا اعتبار  | ۸۷ |
| ۲۰۶ | ﴿ذوی الارحام کی دوسری صنف کا بیان﴾   | ۸۸ |
| ۲۰۸ | صنف ثانی کے مصداق ذوی الارحام اور ان کی تعریف  | ۸۹ |
| ۲۰۸ | صنف ثانی میں جاری ہونے والے قواعد خمسہ مع امثلہ  | ۹۰ |
| ۲۱۲ | قاعدہ ثالثہ (منسوب بالوارث اولیٰ ہوگا) کے سلسلہ میں اختلاف ائمہ مع دلائل و وجہ ترجیح                               | ۹۱ |
| ۲۱۵ | صنف ثانی سے متعلق چار اہم فائدے  | ۹۲ |
| ۲۱۵ | فائدہ اولیٰ: تیسرے قاعدے سے متعلق ایک تحقیق  | ۹۳ |
| ۲۱۵ | فائدہ ثانیہ: تیسرا اور چوتھا قاعدہ میں امام ابو یوسفؒ کے اختلاف کی وجہ   | ۹۴ |
| ۲۱۶ | فائدہ ثالثہ: اجداد فاسد و جدات فاسدہ کی قسمیں  | ۹۵ |
| ۲۱۶ | فائدہ رابعہ: قواعد خمسہ کا خلاصہ   | ۹۶ |



|     |  |     |
|-----|--|-----|
| ۲۲۱ | صفحہ ثانی سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب                     | ۹۷  |
| ۲۲۲ | ﴿ذوی الارحام کی تیسری قسم کا بیان﴾                                       | ۹۸  |
| ۲۲۵ | ذوی الارحام کے صفحہ ثالث کے مصداق  | ۹۹  |
| ۲۲۵ | صفحہ ثالث کے قواعد رابعہ مع امثلہ  | ۱۰۰ |
| ۲۳۱ | قاعدہ رابعہ پر سراجی کی ایک مثال کی وضاحت                                | ۱۰۱ |
| ۲۳۳ | دواہم نکلتے  | ۱۰۲ |
| ۲۳۴ | ایک اہم مسئلہ کی وضاحت   | ۱۰۳ |
| ۲۳۶ | دواہم فائدے  | ۱۰۴ |
| ۲۳۶ | فائدہ اولیٰ: صفحہ ثالث میں ولد الوارث کے بجائے ولد العصبہ کہنے کی وجہ    | ۱۰۵ |
| ۲۳۹ | فائدہ ثانیہ: اخیا فی رشتوں میں صاحبین کا طریقہ تقسیم میں اختلاف مع دلائل | ۱۰۶ |
| ۲۴۲ | صفحہ ثالث سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب                     | ۱۰۷ |
| ۲۴۴ | ﴿ذوی الارحام کی چوتھی قسم کا بیان﴾                                       | ۱۰۸ |
| ۲۴۵ | صفحہ رابع کے مصداق وارثین  | ۱۰۹ |
| ۲۴۶ | صفحہ رابع میں جاری ہونے والے قواعد ثلثہ مع مثال                          | ۱۱۰ |
| ۲۴۸ | صفحہ رابع سے متعلق چھ اہم فائدے  | ۱۱۱ |
| ۲۴۸ | فائدہ اولیٰ: صفحہ رابع میں قاعدہ نمبر (۲) ذکر نہ کرنے کی وجہ             | ۱۱۲ |
| ۲۴۸ | فائدہ ثانیہ: ایک سوال اور اس کا جواب                                     | ۱۱۳ |

|     |   |     |
|-----|---|-----|
| ۱۱۴ | فائدہ ثالثہ: ذوی الارحام کی توریث میں معنی عصوبت کے نظائر                         | ۲۵۰ |
| ۱۱۵ | فائدہ رابعہ: عبارت میں ایک خلل کی وضاحت   | ۲۵۲ |
| ۱۱۶ | فائدہ خامسہ: قرابہ ابویہ سے متعلق صرف حنفی رشتے کو ذکر کرنے کی وجہ                | ۲۵۲ |
| ۱۱۷ | فائدہ سادسہ: ایک سوال اور اس کا جواب  | ۲۵۳ |
| ۱۱۸ | صفحہ رابع سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب                              | ۲۵۴ |
| ۱۱۹ | ﴿صفحہ رابع کی اولاد کا بیان﴾  | ۲۵۵ |
| ۱۲۰ | تمہید   | ۲۵۸ |
| ۱۲۱ | قواعد رابعہ مع امثلہ  | ۲۵۹ |
| ۱۲۲ | متعدد رشتوں کا حکم مع مثال  | ۲۶۳ |
| ۱۲۳ | اس فصل سے متعلق چھ اہم فائدے  | ۲۷۰ |
| ۱۲۴ | فائدہ اولیٰ: صنف رابع کی اولاد کے لیے مستقل فصل قائم کرنے کی وجہ                  | ۲۷۰ |
| ۱۲۵ | فائدہ ثانیہ: تعارض قانونین کی دو صورتیں   | ۲۷۱ |
| ۱۲۶ | فائدہ ثالثہ: ظاہر الروایہ وغیر ظاہر الروایہ قول کی وجہ و دلیل                     | ۲۷۳ |
| ۱۲۷ | فائدہ رابعہ: اختلاف قرابت کی صورت میں ابویہ کو ثلثان اور امویہ کو ثلث ملنے کی وجہ | ۲۷۸ |
| ۱۲۸ | فائدہ خامسہ: زوجین کے ساتھ ذوی الارحام کی توریث                                   | ۲۷۹ |
| ۱۲۹ | فائدہ سادسہ: ذوی الارحام کی توریث پر ایک اشکال اور اس کا جواب                     | ۲۸۰ |

|     |  |     |
|-----|--|-----|
| ۲۸۳ | ﴿خنثیٰ کا بیان﴾  | ۱۳۰ |
| ۲۸۶ | تمہید  | ۱۳۱ |
| ۲۸۷ | خنثیٰ کے لغوی و اصطلاحی معنی مع وجہ تسمیہ                                  | ۱۳۲ |
| ۲۸۷ | خنثیٰ کی قسمیں مع احکام و نقشہ   | ۱۳۳ |
| ۲۹۱ | خنثیٰ مشکل کی توریث کے سلسلے میں مذاہب کی تفصیل                            | ۱۳۴ |
| ۲۹۳ | تخریج شععی میں صاحبین کے اختلاف کی وضاحت مع مثال                           | ۱۳۵ |
| ۳۰۰ | مصنف کی عبارت پر دو اہم سوال اور ان کے جوابات                              | ۱۳۶ |
| ۳۰۳ | خنثیٰ مشکل کے سلسلے میں پانچ اہم فائدے                                     | ۱۳۷ |
| ۳۰۳ | فائدہ اولیٰ: خنثیٰ مشکل کے میراث کا سب سے پہلا فیصلہ کس نے کیا؟            | ۱۳۸ |
| ۳۰۳ | فائدہ ثانیہ: ”لأنه يعتبر السهام والعول“ میں ایک ابہام کی وضاحت             | ۱۳۹ |
| ۳۰۴ | فائدہ ثالثہ: واختلفا في تخریج قول الشعبي میں ایک ابہام کی وضاحت            | ۱۴۰ |
| ۳۰۴ | فائدہ رابعہ: خنثیٰ مشکل کا تصور کن رشتوں میں ممکن ہے اور کن رشتوں میں نہیں | ۱۴۱ |
| ۳۰۵ | فائدہ خامسہ: توریث و عدم توریث کے اعتبار سے خنثیٰ کی پانچ حالتیں مع مثال   | ۱۴۲ |
| ۳۰۹ | خنثیٰ سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب                           | ۱۴۳ |
| ۳۱۱ | ﴿حمل کا بیان﴾  | ۱۴۴ |
| ۳۱۴ | حمل کی لغوی و شرعی تعریف   | ۱۴۵ |
| ۳۱۴ | مدت حمل کی تفصیل اور اکثر مدت میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل و سبب اختلاف     | ۱۴۶ |

|     |  |     |
|-----|--|-----|
| ۱۴۷ | حمل کے لیے روکی جانے والی مقدار میراث کے سلسلے میں اختلاف ائمہ مع دلائل  | ۳۱۸ |
| ۱۴۸ | شروطِ توریثِ حمل   | ۳۲۰ |
| ۱۴۹ | اصولِ توریثِ حمل   | ۳۲۲ |
| ۱۵۰ | مصنفؒ کی عبارت پر ایک اہم اعتراض اور شامیہ سے اس کا حمل  | ۳۳۱ |
| ۱۵۱ | کیا حمل کے سلسلے میں الٹرا ساؤنڈ (Ultra sound) کے ذریعہ حمل کی جنس معلوم کر کے تقسیم میراث کو حتمی بنا سکتے ہیں؟ | ۳۳۵ |
| ۱۵۲ | حمل سے متعلق دوا، ہم فائدے   | ۳۳۸ |
| ۱۵۳ | فائدہ اولیٰ: حمل کی احوالِ خمسہ مع امثلہ   | ۳۳۸ |
| ۱۵۴ | فائدہ ثانیہ: مسئلہ حمل میں وارثِ محروم کی موجودگی کی صورت میں طریقہ کار  | ۳۴۳ |
| ۱۵۵ | حمل سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب   | ۳۴۵ |
| ۱۵۶ | باب حمل کا خلاصہ بصورت نقشہ  | ۳۴۸ |
| ۱۵۷ | ﴿ مفقود کا بیان ﴾  | ۳۵۰ |
| ۱۵۸ | مفقود کی لغوی و اصطلاحی تعریف  | ۳۵۲ |
| ۱۵۹ | مفقود کی حیثیتِ ارث  | ۳۵۳ |
| ۱۶۰ | مصنفؒ کی عبارت پر ایک اشکال اور اس کا جواب   | ۳۵۳ |
| ۱۶۱ | مفقود کی موتِ حکمی کے سلسلے میں اختلافی اقوال  | ۳۵۴ |
| ۱۶۲ | دوا، ہم تنبیہ  | ۳۵۵ |

|     |   |     |
|-----|---|-----|
| ۱۶۳ | اصولِ توریثِ مفقود  | ۳۵۶ |
| ۱۶۴ | مفقود سے متعلق چھ اہم فائدے   | ۳۵۹ |
| ۱۶۵ | فائدہ اولیٰ: خنثی، حمل، مفقود میں ترتیب بیان کی وجہ؟  | ۳۵۹ |
| ۱۶۶ | فائدہ ثانیہ: فی الحال مالِ مفقود میں وارثین مفقود اور حصہ مفقود میں مفقود کے وارث نہ ہونے کی وجہ؟ | ۳۵۹ |
| ۱۶۷ | فائدہ ثالثہ: زوجہ مفقود اور مالِ مفقود کے سلسلے میں مدت کے اختلاف کی وجہ؟                         | ۳۶۰ |
| ۱۶۸ | فائدہ رابعہ: حمل و مفقود کے ضابطہ توریث کے سلسلے میں صرف قاعدہ تباین و توافق کو ذکر کرنے کی وجہ؟  | ۳۶۴ |
| ۱۶۹ | فائدہ خامسہ: مسئلہ مفقود میں مفقود کے حاجبِ حرمان و نقصان کی صورت میں طریقہ کار                   | ۳۶۶ |
| ۱۷۰ | فائدہ سادسہ: مناسخہ میں حمل و مفقود کی صورت پیش آنے پر طریقہ کار                                  | ۳۶۹ |
| ۱۷۱ | مفقود سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب  | ۳۶۹ |
| ۱۷۲ | باب مفقود کا خلاصہ بصورتِ نقشہ  | ۳۷۲ |
| ۱۷۳ | ﴿مرتد کا بیان﴾  | ۳۷۳ |
| ۱۷۴ | مرتد کی لغوی و اصطلاحی تعریف  | ۳۷۴ |
| ۱۷۵ | مرتد کے اموال کی قسمیں مع احکام   | ۳۷۵ |
| ۱۷۶ | دار الحرب چلے جانے کے بعد حالت ارتداد میں کمائے ہوئے مال کے سلسلے میں اختلافِ ائمہ مع دلائل       | ۳۷۸ |

|     |   |     |
|-----|---|-----|
| ۱۷۷ | مالِ فنی کی تعریف   | ۳۷۹ |
| ۱۷۸ | مرتدہ عورت کی وراثت کا حکم  | ۳۷۹ |
| ۱۷۹ | کسبِ مرتد اور کسبِ مرتدہ کی دوسری صورت میں فرق کی وجہ                   | ۳۷۹ |
| ۱۸۰ | مرتد میں اہلیتِ ارث ہے یا نہیں  | ۳۸۰ |
| ۱۸۱ | مرتد سے متعلق سات اہم فائدے   | ۳۸۱ |
| ۱۸۲ | فائدہ اولیٰ: مالِ مرتد میں مسلمان ورثہ کے وارث ہونے پر ایک وہم کا ازالہ | ۳۸۱ |
| ۱۸۳ | فائدہ ثانیہ: مرتدہ کے مال میں مسلمان شوہر کے وراثت کا حکم               | ۳۸۲ |
| ۱۸۴ | فائدہ ثالثہ: وارثینِ مرتد کے وارث ہونے کی شرط                           | ۳۸۳ |
| ۱۸۵ | فائدہ رابعہ: کافروں کا باہم ایک دوسرے کے وارث ہونے کا حکم               | ۳۸۳ |
| ۱۸۶ | فائدہ خامسہ: کافروں کے باہم وارث ہونے پر ایک سوال اور اس کا جواب        | ۳۸۴ |
| ۱۸۷ | فائدہ سادسہ: مرتد کے تائب ہونے کی صورت میں اس کے تقسیم شدہ مال کا حکم   | ۳۸۴ |
| ۱۸۸ | فائدہ سابعہ: مرتد کے وارث ہونے کی ایک صورت                              | ۳۸۵ |
| ۱۸۹ | مرتد کا خلاصہ بصورتِ نقشہ   | ۳۸۶ |
| ۱۹۰ | ﴿قیدی کے بیان میں﴾  | ۳۸۷ |
| ۱۹۱ | اسیرِ قیدی کی لغوی و شرعی تعریف   | ۳۸۷ |
| ۱۹۲ | اسیر کے احکام   | ۳۸۸ |
| ۱۹۳ | طریقہٴ توریتِ اسیر  | ۳۸۸ |

|     |  |     |
|-----|--|-----|
| ۱۹۴ | اسیر کا خلاصہ بصورتِ نقشہ  | ۳۹۰ |
| ۱۹۵ | ﴿ حرقی، غرقی کا بیان ﴾   | ۳۹۱ |
| ۱۹۶ | غرقی، حرقی، ہدی کا مفہوم   | ۳۹۲ |
| ۱۹۷ | غرقی، حرقی وغیرہ کی پانچ صورتیں مع احکام   | ۳۹۲ |
| ۱۹۸ | غرقی، حرقی وغیرہ کی توریت و عدم توریت کے سلسلے میں مذاہب مع دلائل                                  | ۳۹۳ |
| ۱۹۹ | کیا ڈی این اے (DNA) ٹیسٹ کے ذریعہ ایک ساتھ مرنے والوں کی موت کے تقدم و تاخر کو معلوم کیا جاسکتا ہے | ۳۹۵ |
| ۲۰۰ | ایک ساتھ مرنے والوں کے زندہ وارثوں کے مابین طریقہ تقسیم  | ۳۹۶ |
| ۲۰۱ | باب کا خلاصہ بصورتِ نقشہ   | ۳۹۸ |
| ۲۰۲ | مصادر و مراجع  | ۳۹۹ |

## تخارج کا بیان

فَصْلٌ فِي التَّخَارُجِ: مَنْ صَالَحَ عَلَى شَيْءٍ مِنَ التَّرِكََةِ فَاطْرَحَ سِهَامَهُ مِنَ التَّصْحِيحِ، ثُمَّ اقْسَمَ مَا بَقِيَ مِنَ التَّرِكََةِ عَلَى سِهَامِ الْبَاقِينَ كَزَوْجٍ، وَأُمٍّ وَعَمٍّ، فَصَالَحَ الزَّوْجُ عَلَى مَا فِي ذِمَّتِهِ مِنَ الْمَهْرِ، وَخَرَجَ مِنَ الْبَيْنِ، فَتُقَسَّمُ بَاقِي التَّرِكََةِ بَيْنَ الْأُمِّ وَالْعَمِّ اثْلَاثًا بِقَدْرِ سِهَامِهِمَا، سَهْمَانِ لِلْأُمِّ، وَسَهْمٍ لِلْعَمِّ. أَوْ زَوْجَةٍ وَارْبَعَةٍ بَيْنَ؛ فَصَالَحَ أَحَدُ الْبَيْنِ عَلَى شَيْءٍ، وَخَرَجَ مِنَ الْبَيْنِ، فَيُقَسَّمُ بَاقِي التَّرِكََةِ عَلَى خَمْسَةِ وَعِشْرِينَ سَهْمًا: لِلْمَرْأَةِ أَرْبَعَةٌ أَسْهُمٌ، وَلِكُلِّ ابْنٍ سَبْعَةٌ.

ترجمہ: جو وارث ترکہ میں سے کسی (معین) چیز پر (تمام ورثہ سے) صلح کر لے، تو اس کے حصے کو تصحیح سے گھٹا دیں، پھر جو (مصالحت کرنے والے کے لینے کے بعد) بچ جائے، اُسے بقیہ (ورثہ پران) کے حصوں کے مطابق تقسیم کر دیں، جیسے شوہر، ماں اور چچا؛ تو شوہر نے جو کچھ اس کے ذمہ ہے یعنی مہر پر صلح کر لی، اور درمیان سے نکل گیا تو باقی ترکہ ماں اور چچا کے درمیان ان دونوں کے حصوں کے مطابق اثلاثاً تقسیم ہوگا؛ دو حصے ماں کو اور ایک حصہ چچا کو ملے گا۔ یا ایک بیوی اور چار لڑکے؛ پس ایک لڑکے نے (تمام ورثہ سے) کسی چیز پر



صلح کر لی، اور درمیان سے نکل گیا تو (اس چیز کے علاوہ) باقی ترکہ پچیس حصوں پر تقسیم ہوگا؛ بیوی کو چار حصے اور (تینوں لڑکوں میں سے) ہر لڑکے کو (۷، ۷) حصے ملیں گے۔

توضیح و تشریح: اس فصل میں چھ بحثیں ذکر کی جائیں گی:

- (۱) تخارج کے لغوی و اصطلاحی معنی (۲) تخارج کب اور کیسے واقع ہوا
- (۳) قاعدہ مصالحت اور اس کی مثال و توضیح (۴) ایک سوال اور اس کا جواب (۵) تخارج سے متعلق پانچ اہم فائدے (۶) تخارج سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب

بحث اول: تخارج کے لغوی و اصطلاحی معنی:

لغتاً: تخارج باب تفاعل کا مصدر ہے بمعنی نکلنا۔

شرعاً: تَصَالُحُ الْوَرَثَةِ عَلَىٰ إِخْرَاجِ بَعْضِهِمْ عَنِ الْمِيرَاثِ عَلَىٰ شَيْءٍ مَّعْلُومٍ مِنَ التَّرَكَّةِ دَيْنٌ أَوْ عَيْنٌ.

یعنی ایک یا چند وارثوں کا ترکہ میں سے باہمی رضامندی سے کوئی معین شئی لے

کر باقی ترکہ سے دست بردار ہو جانا جس پر صلح ہو خواہ وہ عین ہو یا دین۔ (۱)

نوٹ: علامہ شامیؒ نے تعریف میں ”عین أو دین“ کا اضافہ فرما کر ان دونوں مثالوں (عین، دین) کی طرف اشارہ کر دیا جو صاحب سراجی نے بیان کی ہیں۔

(۱) مسألة التخرج تفاعل من الخروج وهو في الإصطلاح تصالح الورثة على إخراج بعضهم عن

الميراث على شيء من التركة عين أو دين. (رد المحتار: ۱۰/۵۷۳، کتاب الفرائض)

بحثِ ثانی: تخارج کب اور کیسے واقع ہوتا ہے:

حضرت امام محمدؒ نے کتاب الصلح میں ذکر فرمایا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی چار بیویاں تھیں، ان میں سے ایک تماضر بنت اصبح ابن عمرو الکلبی تھی، جب حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ مرض الوفا میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے اپنی بیوی تماضر کو طلاق دے دی اور ان کا اسی مرض میں انتقال ہو گیا، تو حضرت عثمانؓ نے زوجہ مطلقہ کو بھی (زوجہ فار) ہونے کی وجہ سے وارث بنا کر چاروں بیویوں کو ثمن میں سے ایک ایک ربع دے دیا، ورثاء نے تماضر سے ۸۳ ہزار دینار پر صلح کر لی، جو اس کے ثمن کے چوتھائی سے کم تھا، صحابہ میں سے کسی نے بھی اس پر نکیر نہیں کی، پس معلوم ہوا کہ عمل تخارج سب سے پہلے حضرت عثمان بن عفانؓ کے عہد میں پیش آیا۔ (۱)

بحثِ ثالث: قاعدہ مصالحت اور اس کی مثال و توضیح:

اگر کوئی وارث اپنے حصہ وراثت سے دست بردار ہو کر کسی چیز پر مصالحت کرنا چاہے، تو اولاً اس مصالح وارث سمیت تمام ورثاء کو لکھ کر مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی، اس کے بعد پھر صلح کرنے والے کا حصہ تصحیح سے گھٹا دیا جائے گا، گھٹانے کے بعد باقی ماندہ سہام پر تقسیم کیا جائے گا۔ مصنفؒ نے تخارج کی دو مثال پیش کی ہے:

(۱) قال الشامی: وأصله ما روي أن عبد الرحمن بن عوف طلق في مرض موته إحدى نسائه الأربع ثم مات وهي في العدة، فورثها عثمان ربع الثمن فصالحوها عنه على ثلاثة وثمانين ألفاً من الدراهم وفي رواية من الدنانير. (رد المحتار: ۱۰: ۵۷۳، المبسوط للسرخسي: ۲۰: ۱۴۸)

(الف) دین مہر کی مثال:

مسئلہ: ۶-۳=۳

| م            |     |      |
|--------------|-----|------|
| زواج (مصالح) | اُم | عم   |
| نصف          | ثلث | عصبہ |
| ۳            | ۲   | ۱    |

وضاحت: اس مثال میں شوہر مصالح ہے، وہ تمام ورثہ کی رضا مندی سے اپنے ذمہ مثلاً مہر کے باقی رہنے کی وجہ سے بیوی کے ترکہ سے دست بردار ہو گیا ہے، لہذا شوہر سمیت تمام ورثہ کو لکھ کر تصحیح کی گئی، پھر تصحیح چھ سے شوہر کے حصے تین کو گھٹا دیا، بعد ازاں باقی ماندہ تین میں سے دو ماں کو اور ایک چچا کو ملا۔

(ب) عین شئی کی مثال: مسئلہ: ۸×۴=۳۲-۷=۲۵

| م    |             |     |     |     |
|------|-------------|-----|-----|-----|
| زوجہ | ابن (مصالح) | ابن | ابن | ابن |
| شمن  | عصبہ        |     |     |     |

|          |   |   |   |   |
|----------|---|---|---|---|
| (۲۸=۴×۷) |   |   |   |   |
| ۷        | ۷ | ۷ | ۷ | ۷ |

وضاحت: اس مثال میں مسئلہ کی تصحیح ”۳۲“ سے ہوئی، پھر جس لڑکے نے مصالحت کر لی ہے، اس کا حصہ تصحیح سے گھٹا دیا تو باقی ماندہ (۲۵) سے مسئلہ کی تصحیح ہو گئی۔

بحثِ رابع: ایک سوال اور اس کا جواب:

سوال: اگر مصالح کو شروع ہی سے کالعدم مان لیا جائے اور مسئلہ کی تصحیح میں شامل نہ کیا جاوے تو کیا حرج ہے؟

جواب: ایسا کرنے کی صورت میں تقسیم ترکہ میں بڑی خرابی لازم آتی ہے، مثلاً اوپر ذکر کردہ مثال میں زوج مصالح کو شامل کرنے کی صورت میں اُم کو دو ٹل رہا ہے، اور اگر زوج کو کالعدم مان کر ترکہ تقسیم کیا جائے تو ماں کو ایک ہی ملے گا، اور ایسا کرنا اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے درست نہیں ہے۔ (۱)

بحثِ خامس: تخارج سے متعلق پانچ اہم فائدے:

فائدہ اولیٰ: تعریفِ صلح مع رکن و شرائط: (الف) صلح کے لغوی و اصطلاحی معنی: لغتاً: مصالحت (باہم حالات کا موافق ہونا) جو مخالفت (باہم جھگڑا ہونا) کی ضد ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں، صلح لوگوں کے مابین نفرتوں کے ازالہ کے ساتھ خاص ہے۔ (۲)

(۱) فَإِنْ قُلْتَ هَلَا جَعَلْتَ الزَّوْجَ بَعْدَ الْمَصَالِحَةِ، وَأَخَذَ الْمَهْرَ وَخَرُوجَهُ مِنَ الْبَيْنِ بِمَنْزِلَةِ الْمَعْدُومِ، وَأَيُّ فَائِدَةٍ فِي جَعْلِهِ دَاخِلًا فِي تَصْحِيحِ الْمَسْئَلَةِ، مَعَ أَنَّهُ لَا يَأْخُذُ شَيْئًا وَرَاءَ مَا أَخَذَهُ. قُلْتَ فَائِدَتُهُ إِنْ أُلُوْ جَعَلْنَاهُ كَانَ لَمْ يَكُنْ، وَجَعَلْنَا التَّرَكَّةَ مَآوِرَاءَ الْمَهْرَ لَا تَقْلِبُ فَرَضَ مِنْ ثَلَاثِ أَصْلِ الْمَالِ إِلَى ثَلَاثِ مَآبِقِي، إِذْ حَ يَقْسَمُ الْبَاقِي بَيْنَهُمَا أَثْلَاثًا، فَيَكُونُ لِلْأُمِّ سَهْمٌ، وَلِلْعَمِّ سَهْمَانِ، وَهُوَ خِلَافُ الْإِجْمَاعِ، إِذْ حَقُّهَا ثَلَاثُ الْأَصْلِ، وَإِذَا دَخَلْنَا الزَّوْجَ فِي أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ كَانَ لِلْأُمِّ سَهْمَانِ مِنَ السَّتَةِ، وَلِلْعَمِّ سَهْمٌ وَاحِدٌ، فَيَقْسَمُ الْبَاقِي بَيْنَهُمَا عَلَى هَذَا الطَّرِيقِ، فَتَكُونُ مَسْتَوِيَةً حَقَّهُمَا مِنَ الْمِيرَاثِ. (الشَّرِيفِيَّةُ: ص ۷۴)

(۲) الصلح في اللغة اسم بمعنى المصالحة، و التصالح خلاف المخاصمة و التخاصم. قال الراغب:

الصلح يختص بإزالة النفاذ بين الناس. (الموسوعة الفقهية: ۳۲۳/۲)

اصطلاحاً: صلح اس عقد کا نام ہے جس کو باہمی رضامندی سے رفع منازعت کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ (۱)

(ب) ارکانِ صلح: ایجاب اور قبول ہیں۔ (۲)

(ج) شرائطِ صلح: (۱) مصالح کی شرط۔ مصالحت کرنے والے کا عاقل، بالغ ہونا شرط نہیں ہے۔ (۳)

(۲) مصالح عنہ (شیء متنازع فیہ) کی شروط ثلاثہ:

(الف) مصالح عنہ ایسا حق ہو جو مصالح کے لیے محل میں ثابت ہو، پس اگر مصالح کے لیے کسی حق کا وجود ہی نہ ہوگا، یا محل میں ثابت نہیں ہوگا تو صلح باطل ہے۔  
عدم وجود حق کی مثال:

اگر مطلقہ عورت اپنے شوہر کے قبضہ میں اس بچہ کا دعویٰ کرے جو اس سے پیدا ہوا ہے، اور آدمی (شوہر) انکار کرے، پس اگر عورت کسی چیز پر صلح کرتی ہے، تو یہ صلح باطل ہے، کیوں کہ نسب بچہ کا حق ہے، عورت کا نہیں، کہ حق غیر میں عوض کی مالک ہو۔

(۱) و فی الإصطلاح فهو عقد وضع لرفع المنازعة بعد وقوعها بالتراضي وهذا عند الحنفية.

(الموسوعة الفقهية: ۳۲۳/۲۷)

(۲) ذهب الحنفية إلى أن للصلح ركناً واحداً وهو الصيغة المؤلفة من الإيجاب والقبول الدالة على التراضي. (الموسوعة الفقهية: ۳۲۶/۲۳)

(۳) يشترط فيمن يملك التخارج أهلية التعاقد وذلك بأن يكون عاقلاً غير محجور.

(الموسوعة الفقهية: ۶/۱۱)

## عدم ثبوت حق فی المحل کی مثال:

اگر شفیع اس دار مشفوعہ کے سلسلے میں جو اس کے لیے ثابت ہے، مشتری سے کسی عوض پر صلح کرے، اس بات پر کہ شفیع دار مشفوعہ میں طلب شفیعہ کو ترک کر دے گا، تو شفیع کا اس حق شفیعہ کے عوض پر صلح کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ شفیعہ کا ثبوت شفیع کے لیے محل میں نہیں ہوا ہے، شفیع کے لیے تو بس حق تملک ثابت ہے، جس کا محل میں کوئی اثر نہیں ہے۔ (۱)

(ب) مصالح عنہ ایسا حق ہو کہ اس کا عوض لینا جائز ہو، مثلاً حق وراثت، دم عمد

وغیرہ۔ (۲)

(ج) مصالح عنہ اگر ایسی شئی ہو جس میں تسلیم قبض کی ضرورت ہو، مثلاً دم عمد کا مال، حق وراثت وغیرہ تو اس صورت میں مصالح عنہ کا معلوم ہونا ضروری ہے، تاکہ منازعہ (جھگڑا) واقع نہ ہو، اور اگر اس میں تسلیم قبض کی ضرورت نہ پڑتی ہو، مثلاً مصالح عنہ ترک دعویٰ ہو تو اس کا معلوم ہونا ضروری نہیں ہے، کیوں کہ یہاں جھگڑے کا امکان نہیں ہے۔ (۳)

(۱) المصالح عنہ هو الشيء المتنازع فيه. و شروطه عند الفقهاء ثلاثة، أحدها أن يكون المصالح عنه حقا ثابتا للمصالح في المحل وعلى ذلك فما لا يكون حقا له ، أو لا يكون حقا ثابتا في المحل لا يجوز الصلح عنه، حتى لو أن امرأة طلقها زوجها ادّعت عليه صبيّا في يده أنه ابنه منها، و جحد الرجل فصالحته عن النسب على شيء فالصلح باطل، لأن النسب حق الصبي لا حقها. وكذا لو صالح الشفيع من الشفعة التي وجبت له على شيء ، على أن يسلم الدار للمشتري فالصلح باطل، لأنه لا حق للشفيع في المحل ، إنما الثابت له حق التملك، و هو ليس لمعنى في المحل بل هو عبارة عن الولاية. (الموسوعة الفقهية: ۳۵۰/۳۲۹/۲۷)

(۲) والثاني أن يكون مما يجوز أخذ العوض عنه، و على ذلك فيجوز الصلح عن قود نفس.

(الموسوعة الفقهية: ۳۵۰/۲۷)

(۳) عند الحنفية أنه يشترط كون المصالح عنه معلوماً إن كان مما يحتاج إلى التسليم، فإنه لما =

(۳) مصالح علیہ (بدل صلح) کی شرطیں:

(الف) مصالح علیہ یعنی بدل صلح مال متقوم ہو، پس خنزیر و شراب پر صلح جائز نہیں ہوگی۔ (۱)

(ب) مصالح علیہ بدل صلح معلوم ہو۔ (۲)

فائدہ ثانیہ: صلح کی وجوہ اربعہ مع احکام: صلح کی چار قسمیں ہیں:

(الف) معلوم علی معلوم: مثلاً مدعی نے ایسے حق کا دعویٰ کیا، جو گھریا کسی آدمی کی قبضہ

میں معلوم ہے اور مدعی علیہ نے اس ملک معلوم پر صلح کر لی، تو صلح کی یہ صورت جائز ہے۔ (۳)

(ب) مجهول علی معلوم: اگر مصالح عنہ (مبدل) ایسی چیز ہو، جس میں تسلیم کی

ضرورت نہ ہو، اور مدعی اور مدعی علیہ دونوں نے اس بات پر صلح کر لی کہ مدعی علیہ مدعی کو ایک

متعین مال دے گا تا کہ مدعی دعویٰ چھوڑ دے، صلح کی یہ صورت بھی جائز ہے۔ (۴)

= كان مطلوب التسليم اشترط كونه معلوماً لثلاث يفضى إلى المنازعة، أما إذا كان مما لا يحتاج التسليم كترك الدعوى مثلاً فلا يشترط كونه معلوماً، لأن جهالة الساقط لا تفضى إلى المنازعة. (الموسوعة الفقهية: ۳۵۲/۲۷)

(۱) المصالح عليه هو بدل الصلح، و شروطه عند الفقهاء إثنان، أحدهما : أن يكون مالا متقومًا و على ذلك فلا يصح الصلح على الخمر و الخنزير. (الموسوعة الفقهية: ۳۵۴/۲۷)

(۲) والثاني أن يكون معلوماً. (الموسوعة الفقهية: ۳۵۴/۲۷)

(۳) أما أن يقع عن معلوم بأن يدعى المدعي حقاً معلوماً في دار، أو في يد رجل، فصالحه المدعي عليه من ذلك على ملك معلوم وأنه جائز. (الفتاوى التاتارخانية: ۲۲۶/۱۴، كتاب الصلح)

(۴) و أما أن وقع عن مجهول على معلوم ..... و إن كان المصالح عنه لا يحتاج إلى تسليمه بأن كانا اصطلاحاً في هذه الصورة، على أن يعطى المدعى عليه مالا معلوماً للمدعي، لترك المدعي

دعواه و أنه جائز. (الفتاوى التاتارخانية: ۲۲۶/۱۴)

(ج) مجھول علی مجھول : مدعی نے گھر میں کسی آدمی کے پاس رکھے ہوئے حق کا دعویٰ کرے اور اس (حق) کا نام نہ لے، اور مدعی علیہ مدعی کے پاس رکھے ہوئے کسی حق کا دعویٰ کرے اور اس کو بیان نہ کرے، اور دونوں اس بات پر اتفاق کر لیں کہ ہر ایک اپنے دعویٰ کو چھوڑ دے، تو یہ صورت جائز نہیں ہوگی۔ (۱)

(د) معلوم علی مجھول : یعنی اگر وہ شئی ایسی ہو جس میں قبضہ کی ضرورت ہو، مثلاً وہ شئی مال وغیرہ ہو، اور اس میں جہالت ہو تو اس میں صلح جائز نہ ہوگی۔ (۲)

فائدہ ثالثہ: تخارج اور صلح کے مابین فرق:

صلح تخارج سے عام ہے کیوں کہ تخارج صرف اس صلح کو کہتے جو ورثہ کے مابین جاری ہوتا ہے۔ (۳)

فائدہ رابعہ: تخارج میں اگر بدل تخارج ترکہ کے علاوہ کسی وارث کی اپنی مملوکہ شئی ہو تو تخارج کا کیا حکم ہوگا؟

تخارج میں اگر بعض وارث بعض سے کوئی چیز لے کر ترکہ نہ لینے پر مصالحت کر لے، تو اس کا قاعدہ یہ ہے کہ مصالحت کرنے والے کا ترکہ جس سے مصالحت ہوئی

---

(۱) وأما أن وقع عن مجهول علی مجهول: إن ادعی رجل حقاً فی دار بیدي رجل، ولم یسمه، وادعی المدعی علیه حقاً فی أرض فی یدی المدعی ولم یسمه، واصطلحاً علی أن یتَرَک کل واحد منهما دعواه قبل صاحبه لا یجوز. (الفتاوی التارخانیة: ۲۲۷/۱۴)

(۲) ومجهول علی مجهول و معلوم علی مجهول وهما فاسدان، والحاصل أن کل ما یحتاج إلی قبضه لا بد أن یكون معلوماً، لأن جهالته تفضی إلی المنازعة. (حاشیہ شریفیة: رقم ۱۵/ص ۷۳)

(۳) الصلح أعم من التخرج لأنه یشمل المصالحة فی المیراث وغیره. (الموسوعة الفقهیة ۱۱/۵)



ہے، اس کو دیا جائے گا، مثلاً شوہر ماں اور چچا کسی کے وارث ہوں، اور عم (چچا) زوج (شوہر) سے کوئی چیز لے کر اپنا حصہ اسے دینے پر راضی ہو جائے تو تقسیم ترکہ کے بعد عم کا حصہ زوج کو دیا جائے گا۔ (۱) مثلاً:

| مسئلہ: ۶    |     |            |
|-------------|-----|------------|
| زوج         | ام  | عم (مصالح) |
| نصف         | ثلث | عصبہ       |
| $۴ = ۱ + ۳$ | ۲   | ۱          |

فائدہ خامسہ: تخارج کی ایک صورت:

اگر کوئی مورث اپنی زندگی میں اپنے کسی وارث سے اس طرح مصالحت کرے کہ خود اپنی موجودگی میں اس وارث کو اپنی جائداد کا ایک حصہ با قبضہ دے دے تاکہ وہ مورث کی موت کے بعد میراث میں دوبارہ دعوے دار نہ بنے۔ تو اس مسئلہ کی اصل نوعیت یہ ہے کہ یہ ہبہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ مذکورہ وارث مورث کے مرنے کے بعد مورث کے ترکہ میں سے اپنے حصہ کا مطالبہ نہ کرے، جب تک وہ اس شرط کو پورا نہ کرے گا، اس

(۱) الصورة الأولى أن يتخرج أحد الورثة مع وارث آخر، على أن يترك نصيبه من التركة نظير مقابل يدفعه الآخر من ماله الخاص، وهذه الصورة صحيحة ويحل الوارث الثاني محل الأول في التركة ويستحق نصيبه، وفي هذه الحالة تقسم التركة على فرض وجود الورثة جميعاً بمن فيهم المتخارج، ثم يؤخذ نصيبه فيعطى لمن حل محله فهو في الواقع قد باع نصيبه إلى الآخر مقابل مبلغ من المال. (الوجيز في الميراث: ص ۲۰۹)

کے مالکانہ قبضہ کو تام نہ کہا جائے گا، اور باپ کے مرنے کی بعد اس کا سابقہ اقرار نامہ تخارج کے تحت میں داخل ہوگا؛ بہر حال یہ مسئلہ ابتداءً تو بہہ بالشرط ہے اور انتہاءً اس پر تخارج کے احکام جاری ہوں گے اور اس وارث کو ترکہ میں مزید کسی حصہ کا بالکل استحقاق نہ ہوگا، یہی رائے صحیح ہے۔ (۱)

---

(۱) وفي الإصطلاح: تصالح الورثة على إخراج بعض منهم بشيء معين من المال دون كمال حصته وهو جائز إذا تراضوا عليه. (حاشیہ سراجی: رقم: ۳/ص ۴۲، کتاب النوازل: ۱۸/۱۱۷)

بحثِ سادس: تخارج سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب

حاجی نعیم کا انتقال ہوا، انہوں نے اپنے پیچھے بیوی، بیٹی، باپ اور دو لڑکے چھوڑے، بڑے لڑکے کے قبضے میں مورث کی جائداد میں سے ایک گھر ہے، جس میں بڑا لڑکا اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہتا ہے، اس کا کہنا یہ ہے کہ مجھے باپ کی جائداد سے یہ ہی گھر دے دیا جائے اور بقیہ جائداد دیگر ورثاء آپس میں تقسیم کر لیں، اس پر دیگر ورثاء راضی ہو گئے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا سوال میں مذکورہ صورت درست ہوگی اور اس کی شرعی تقسیم کیسے ہوگی؟

الجواب وباللہ التوفیق!

بشرطِ صحتِ سوال وعدمِ موانعِ ارث (۱) صورتِ مسئلہ میں حاجی نعیم کے کل جائداد منقولہ وغیر منقولہ سے اولاً مرحوم کی تجہیز و تکفین کے اوسط اخراجات نکالے جائیں، پھر مرحوم کے ذمہ کوئی قرض ہو تو اسے ادا کیا جائے، پھر مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو اسے بقیہ ترکہ میں ایک تہائی حصہ کی حد تک نافذ کیا جائے (۲)، پھر مرحوم کی بقیہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کو ورثاء میں تقسیم کرنے کے لیے مصالح (مصالحت کرنے والے) بیٹے کو بھی دیگر ورثاء کے ساتھ تقسیم میراث میں شریک کر کے اس کا حصہ اصل مسئلہ سے گھٹا کر دیگر ورثاء کے مابین مرحوم کی جائداد تقسیم کر دی جائے گی، اور مصالح بیٹے کو (اس گھر کے علاوہ جس پر صلح ہوئی ہے) جائداد میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا، (۳) پس حاجی نعیم کی کل جائداد (مصالح علیہ گھر کے علاوہ) کو ۸۶ حصوں میں تقسیم کر کے بطور ثمن بیوی کو

۱۵ حصے (۴)، بطور سدس باپ کو ۲۰ حصے (۵)، لڑکے کو ۳۲ حصے اور لڑکی کو ۱۷ حصے دیئے جائیں گے (۶)۔ مثلاً:

$$\text{مسئلہ: } ۸۶ = ۳۲ - ۱۲۰ = ۵ \times ۲۴$$

| زوجه                    | اب                      | بنت                  | ابن |
|-------------------------|-------------------------|----------------------|-----|
| ثمن                     | سدس                     | عصب                  | ابن |
| $\frac{۵ \times ۳}{۱۵}$ | $\frac{۵ \times ۴}{۲۰}$ | $(۸۵ = ۵ \times ۱۷)$ | ۳۲  |
| ۱۵                      | ۲۰                      | ۱۷                   | ۳۲  |

والحجة على ما قلنا !

- (۱) ما في السراجي: المانع من الإرث أربعة الرق القتل الخ. (ص ۷)
- (۲) ما في السراجي: تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير، ثم يقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة وإجماع الأمة. (ص ۳، ۵)
- (۳) من صالح على شيء من التركة، فاطرح سهامه من التصحيح ثم اقسّم ما بقي من التركة على سهام الباقي. (ص ۲۴)

- (۴) ما في القرآن الكريم: فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم. (النساء: ۱۲)
- ما في السراجي: أما للزوجات الثمن مع الولد أو ولد الابن وإن سفل. (ص ۱۲)
- (۵) ما في القرآن الكريم: ولأبويه لكل واحد منهما السدس مما ترك إن كان له ولد. (النساء: ۱۱)
- ما في السراجي: أما الأب الفرض المطلق وهو السدس وذلك مع الابن أو ابن الابن وإن سفل. (ص ۹)
- (۶) ما في القرآن الكريم: يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين. (النساء: ۱۱)
- ما في السراجي: وأما لبنات الصلب ..... ومع الابن للذكر مثل حظ الأنثيين وهو يعصبهن. (ص ۱۲)
- والله أعلم بالصواب!

## رد کا بیان

الرَّدُّ ضِدُّ الْعَوْلِ: مَا فَضُلَ عَنْ فَرَضِ ذَوِي الْفُرُوضِ وَلَا مُسْتَحَقَّ لَهُ يُرَدُّ عَلَى ذَوِي الْفُرُوضِ بِقَدْرِ حُقُوقِهِمْ إِلَّا عَلَى الزَّوْجَيْنِ وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ الصَّحَابَةِ وَبِهِ أَخَذَ أَصْحَابُنَا. وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: الْفَاضِلُ لِبَيْتِ الْمَالِ وَبِهِ أَخَذَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمُ اللَّهُ.

ترجمہ: رد عول کی ضد ہے، اصحاب فرائض کے مقررہ حصے سے جو کچھ بچ جائے اور اس کا کوئی مستحق نہ ہو تو زوجین کے علاوہ تمام اصحاب فرائض پر ان کے حصوں کے بقدر لوٹایا جائے گا، یہ جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول ہے، اور اسی کو ہمارے اصحاب (علمائے احناف) نے اختیار فرمایا ہے۔ اور حضرت زید ابن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ اصحاب فرائض سے بچا ہوا مال بیت المال کے لیے ہے اور اسی کو امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے اختیار فرمایا ہے۔

تشریح و توضیح: یہاں تین بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) تمہیدی گفتگو (۲) رد کے لغوی و اصطلاحی معنی (۳) عول و رد کے مابین

فروق اربعہ اور ان کے مابین تطبیق (۴) شروط رد (۵) رد کے ثبوت و عدم ثبوت کے سلسلے میں مذاہب ثلاثہ مع دلائل و وجہ ترجیح (۶) رد سے متعلق دواہم فائدے

## بحث اول: تمہیدی گفتگو:

باب العول کے تحت مسائل کی تین قسمیں ذکر کی گئی تھیں: عادلہ، راسخہ، خاسرہ یا عائلہ۔ مسائل راسخہ اور خاسرہ کا منشاء مخرج کا بڑھنا اور گھٹنا ہے، جو ایک قسم کا نقص ہے، عول میں مسائل خاسرہ کا بیان تھا، اور باب الرد میں اس کے مقابل مسائل راسخہ کا بیان ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ورثہ کو ان کی حصص متعینہ ادا کرنے کے بعد مخرج سے کچھ سہام باقی رہ جاتے ہیں جن کا استحقاق عصبات کو ہوتا ہے مگر عصبات موجود نہیں ہوتے تو یہ باقی سہام بھی انہیں اصحاب الفرائض پر ان کے حصوں کی بقدر رد کر دیئے جاتے ہیں اس کے اصول و قوانین اس باب میں بیان فرمائے گئے ہیں۔

## بحث ثانی: رد کے لغوی و اصطلاحی معنی:

لغتاً: (الف) الْعَوْدُ (لوٹنا) جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ”وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا أَيُّ أَعَادَهُمْ مَقْهُورِينَ ذَلِيلِينَ“ (یعنی اللہ انہیں مغلوب اور ذلیل کر کے لوٹائے گا)۔

(ب) الرُّجُوعُ (مطلقاً لوٹنا) جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ”فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا أَيُّ رَجَعَا“ (یعنی موسیٰ اور ان کے غلام اپنے نشان قدم پر لوٹے)۔

(ج) الصَّرْفُ (پھرنا، پلٹنا) جیسا کہ دعا ہے: ”اللَّهُمَّ رَدِّ كَيْدَهُم عَنِّي أَيُّ إِصْرَفْ كَيْدَهُم عَنِّي“ (یعنی اے اللہ دشمنوں کے مکر و چال کو مجھ سے پھیر دے) تنبیہ: رجوع و عود کے درمیان فرق یہ ہے کہ رجوع کہتے ہیں کسی شے کا اپنے مبداء کی

طرف لوٹنا اور عود کہتے ہیں ناقابل قبول ہونے کی وجہ سے لوٹانا۔ (۲۱)

اصطلاحاً: مسئلہ میں موجود اصحاب الفرائض کے فرض (سہام) میں ان کے فروض

کے بہ نسبت کچھ اضافہ کرنا جب کہ کوئی عصبہ موجود نہ ہو۔ (۳)

بحثِ ثالث: عول و رد کے مابین فروق اربعہ اور ان کے مابین تطبیق؟

(الف) عول میں تمام ورثاء کے سہام دینے کے بعد اصل مسئلہ سہام کی ادائیگی

سے تنگ ہو جاتا ہے برخلاف رد کے کہ تمام ورثاء کے سہام کی ادائیگی کے بعد بھی اصل

مسئلہ میں کشادگی ہوتی ہے۔ (۴)

(ب) زوجین کی موجودگی میں تو مسئلہ میں عول ہوگا، لیکن رد قطعاً نہیں ہوگا۔ (۵)

(ج) عول میں تمام وارثین نقص سہام برداشت کرتے ہیں، برخلاف رد کہ

یہاں تمام وارثین زیادتی سہام کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ (۶)

(۱) مترادفات القرآن: ص ۷۷۰ (۲) الرد لغة العود، الرجوع، والصراف. (المواریث للصابونی:

ص ۱۲۳) (۳) أما الرد في اصطلاح: هو صرف الزائد على الفروض إلى أصحاب الفروض

الموجودين بنسبة فروضهم إذا لم يوجد عاصب. (الوجیز فی المیرث: ص ۱۳۱)

(۴) العول يدخل كل فريضة ضاق أصلها عن أنصاء أفرادها، لا يدخلها الرد إلا إذا بقي شيء من

أصلها بعد فروض ورثتها. (مرجع الطلاب في المواریث: ص ۱۸۷)

(۵) العول في حالة وجوده يدخل حتى المسائل التي فيها أحد الزوجين ويشملهما كغيرهما

الزوجان لا يرد عليهما قطعاً. (مرجع الطلاب في المواریث: ص ۱۸۷)

(۶) العول نقص محقق يلحق جميع أفراد الورثة، الرد زيادة محققة تعود على جميع المردود

عليهم. (مرجع الطلاب في المواریث: ص ۱۸۷)

(د) عول مذکر و مؤنث تمام وارثین کی موجودگی میں پیش آتا ہے برخلاف رد کے وہ صرف مؤنث وارثین (اصحاب الفرائض نسبی) کی موجودگی میں ہی پیش آتا ہے۔ اخیا فی بھائی کے علاوہ کسی مذکر کی موجودگی میں مسئلہ میں رد کبھی واقع نہیں ہوگا۔ (۱)

### فروق اربعہ کی تطبیق:

مسئلہ: ۲۴/ع ۲۷ (عول کی مثال)

|      |        |     |     |
|------|--------|-----|-----|
| زوجه | ۲ ربنت | أب  | أُم |
| ثمن  | ثلثان  | سدس | سدس |
| ۳    | ۱۶     | ۴   | ۴   |

وضاحت:

مذکورہ مثال میں دیکھئے پہلا فرق اصل مسئلہ سہام وارثین پر تنگ ہو گیا ہے، اصل مسئلہ ”۲۴“ سے بنا اور سہام ۲۷ تقسیم ہوئے۔ دوسرا فرق: زوجہ کی موجودگی میں بھی مسئلہ عائکہ ہو گیا۔ تیسرا فرق: تمام وارثین، اصل مسئلہ ۲۴ سے بڑھے ہوئے (۳) عدد کے نقصان کو برداشت کر رہے ہیں۔ چوتھا فرق: مسئلہ میں مذکر و مؤنث کے اجتماع کے باوجود مسئلہ عائکہ ہو گیا۔

(۱) العول في حالة وجوده يشمل الذكور والإناث، المردود عليهم كلهم من الإناث فلا يرد على أي ذكر إلا أخا لأم فقط. (مرجع الطلاب في الموارث: ص ۱۸۷)



مسئلہ: ۶/۵ (رد کی مثال)

|     |           |     |
|-----|-----------|-----|
| بنت | بنت الابن | ام  |
| نصف | سدس       | سدس |
| ۳   | ۱         | ۱   |

وضاحت:

مذکورہ مثال میں غور کیجئے عول کے خلاف پہلا فرق: سہام وارثین پر اصل مسئلہ بڑھ گیا کیوں کہ مسئلہ تو (۶) ہے اور سہام وارثین (۵) ہیں۔ دوسرا فرق: زوجین کی موجودگی نہیں ہے۔ تیسرا فرق: تمام وارثین اصل مسئلہ چھ سے بچے ہوا سہم ایک کو لے کر زیادتی سہام کا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ چوتھا فرق: کوئی مذکر وارث موجود نہیں ہے، سارے وارثین مؤنث ہیں۔

بحث رابع: شروط رد:

رد کے تحقق کے لیے تین شرطیں ہیں:

(الف) اصحاب الفرائض کو ان کے فروض دینے کے بعد کچھ بچے۔

(ب) ورثاء میں اصحاب الفرائض نسبی موجود ہوں، خواہ ایک ہی قسم کے متعدد

ہوں یا الگ الگ قسم کے زوجین کے علاوہ۔ (ج) ورثاء میں کوئی وارث عصبہ نہ ہو۔ (۱)

(۱) شروط الرد وهي ثلاثة: أولاً: أن يفضل شيء من التركة بعد أصحاب الفرائض. ثانياً: أن

يوجد صاحب فرض من الورثة، وإن تعدد من صفة أو من غيره غير الزوجين. ثالثاً: أن لا يوجد

عصبه بين الورثة. (الجداول الإلكترونية: ص ۵۸)

بحثِ خامس: رد کے ثبوت و عدم ثبوت کے سلسلے میں مذاہبِ ثلاثہ مع دلائل و وجہ ترجیح:

جو ترکہ ذوی الفروض کا حصہ ادا کرنے کے بعد بیچ جائے، اور اس کا مستحق وارث عصبات میں سے کوئی موجود نہ ہو، تو اس باقی کو ذوی الفروض نسبی پر ان کے حصوں کی بقدر رد کر دیا جائے گا اور زوجین جو ذوی الفروض سببی ہیں ان پر رد نہ ہوگا۔

رد کا یہ طریقہ جمہور صحابہؓ اور ان کے متبعین کا قول ہے، اور یہی علمائے احناف کا مفتی بہ مسلک ہے؛ البتہ زید بن ثابتؓ کا قول یہ ہے کہ باقی ترکہ ذوی الفروض پر رد نہیں کیا جائے گا، بل کہ اس کو بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا۔ امام مالکؒ و شافعیؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔

رد کے سلسلے میں تین مذاہب ہیں:

مذہبِ اول: قائلین رد مقیداً: یہ حضرات احناف ہیں، ان کے نزدیک زوجین کے علاوہ صرف اصحاب الفرائض نسبی پر رد ہوگا۔

مذہبِ ثانی: مانعین رد مطلقاً: یہ حضرات مالکیہ و شوافع ہیں، ان کے نزدیک بجائے رد کے مال بیت المال میں رکھ دیا جائے گا۔ نہ تو زوجین پر رد ہوگا اور نہ ہی اصحاب الفرائض نسبی پر۔

مذہبِ ثالث: قائل رد مطلقاً: حضرت عثمان ابن عفانؓ کے نزدیک رد مطلقاً ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اصحاب الفرائض خواہ نسبی ہوں یا سببی (زوجین) رد سب پر ہوگا۔

مذہبِ اول: قائلینِ رد کے دلائل:

(الف) دلیل کتاب: وَأُولُوا الْأَرْحَامَ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ. (۱)

طریقہ استدلال:

مذکورہ بالا آیت سے یہ معلوم ہوا کہ جو وارث میت سے رحم (رشتہ داری) کا تعلق رکھتا ہو، وہ اس کے ترکہ کا مستحق ہوگا، اور اسی قرابت داری کی وجہ سے کل ترکہ لینے کا حق دار ہوگا۔ اگر مابقی مال لینے والا کوئی اور وارث نہ ہو۔ اب ”وَأُولُوا الْأَرْحَامَ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ“ آیت کریمہ کی دلالت کل مال کے استحقاق پر ہے۔ اور آیت موارث ”يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ... الْخ“ کی دلالت ہر وارث کے لیے کل ترکہ میں سے مقدار معلوم پر ہے۔ پس ہم نے دونوں آیتوں پر عمل کیا، اس طور پر کہ اولاد ہر وارث کو آیت موارث کی روشنی میں اس کا فرض دے دیا، پھر مابقی مال کا عصبات میں سے کسی مستحق کے نہ ہونے کی صورت میں ”وَأُولُوا الْأَرْحَامَ... الْخ“ آیت کریمہ کی وجہ سے بسبب رحم اصحاب الفرائض نسبی پر رد کر دیا، اسی وجہ سے زوجین پر رد نہیں کیا گیا، کیوں کہ ان دونوں میں سببِ رحم معدوم ہے۔ (۲)

(۱) الانفال: ۷۵ (۲) وَلَنَا قَوْلُهُ تَعَالَىٰ وَأُولُوا الْأَرْحَامَ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ، أَيِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِمِيرَاثِ بَعْضٍ بِسَبَبِ الرَّحْمِ فَهَذِهِ الْآيَةُ دَلَّتْ عَلَى اسْتِحْقَاقِ جَمِيعِ الْمِيرَاثِ بِصِلَةِ الرَّحْمِ، وَآيَةُ الْمَوَارِيثِ أَوْجَبَتْ اسْتِحْقَاقَ جِزْءٍ مَعْلُومٍ مِنَ الْمَالِ، لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فَوْجِبَ الْعَمَلُ بِالْآيَتَيْنِ، بَأَن يَجْعَلَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُنَّ بِتِلْكَ الْآيَةِ، ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ مُسْتَحَقًّا لَهُمْ لِلرَّحْمِ بِهَذِهِ الْآيَةِ. وَلِهَذَا لَا يَرُدُّ عَلَى الزَّوْجَيْنِ لِإِنْعَادِ الرَّحْمِ فِي حَقِّهِمَا. (الشریفة: ص ۷۵، باب الرد)

(ب) دلیل سنت: عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: مَرَضْتُ عَامَ الْفَتْحِ مَرَضًا أَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ، فَأَتَانِي رَسُولُ اللَّهِ يَعُودُنِي فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي مَالًا كَثِيرًا وَلَيْسَ يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَتِي أَفَأُوصِي بِمَالِي كُلِّهِ؟ قَالَ: لَا، قُلْتُ فَثُلُثِي مَالِي قَالَ: لَا، قُلْتُ: فَالْشَّطْرُ قَالَ: لَا، قُلْتُ: فَالْثُلُثُ قَالَ: الثُّلُثُ وَالْثُلُثُ كَثِيرٌ، إِنَّكَ أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدْعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ. (۱)

مفہوم حدیث: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے سال مرض الوفات میں مبتلا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے پاس بہت مال ہے، اور میرے مال کی وارث صرف میری ایک بیٹی ہے، تو کیا میں اپنے پورے مال کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی وصیت کر جاؤں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، تو پھر میں نے عرض کیا کہ دو تہائی کی وصیت کر دوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا نہیں، اس کے بعد ثلث مال کی وصیت کرنے کی اجازت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دی، اور فرمایا کہ ”الثلث کثیر“ کہ ثلث بھی زیادہ ہے۔

طریقہ استدلال: مذکورہ بالا حدیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت سعدؓ نے سمجھا کہ میرے کل کی مستحق ایک بیٹی ہوگی، اس لیے میں کچھ مال کی وصیت کر دوں اور انہیں ثلث مال میں وصیت کی اجازت ملی، اور مازاد علی الثلث کی وصیت سے روک دیا گیا، اور ایک بیٹی

(۱) السنن للترمذی: ۳۲/۲: کتاب الوصایا ماجاء فی الوصیۃ بالثلث.

کا حصہ نصف ہے، جب کہ یہاں یہ ایک بیٹی کو نصف سے زائد وثلث مل رہا ہے، جو رد کے ثبوت کی دلیل ہے، کیوں کہ اگر آپ نصف سے زائد کے استحقاق کو نہ تسلیم کریں، تو حدیث میں وصیت بالنصف کی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اجازت دے دی گئی ہوتی، جب کہ مازاد علی الثلث کی انہیں اجازت نہیں دی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اولاً بیٹی بحیثیت فرض نصف کی مستحق ہوگی، پھر ماباقی بحیثیت رد کی مستحق ہوگی۔ (۱) مثلاً:

مذہب ثانی: مانعین رد کے دلائل:

(الف) دلیل نقلی: یوصیکم اللہ فی اولادکم ... الخ. (۲)

طریقہ استدلال: آیت میراث میں جب اللہ رب العزت نے ذوی الفروض کے حصص مقرر فرمادیئے ہیں، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو ان کے متعینہ حصے دیئے جائیں، نہ تو اس پر زیادتی کی جائے اور نہ ہی کمی۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی ذی فرض کو اس کے متعین حصے سے زیادہ دیا گیا تو یہ حد سے تجاوز کرنا ہوگا، جس پر سخت وعید آئی ہے۔ ارشاد ہے: ”وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ“ لہذا اگر ذوی الفروض پر رد کیا جائے گا تو ان کے حصص متعینہ سے زیادہ

(۱) لما دخل عليه السلام على سعد بن أبي وقاص يعودوه قال سعد: اما أنه لا يرثني إلا ابنة لي فأوصي بجميع مالي قال لا، قال: فأوصي بنصفه قال لا، إلى أن قال الثلث خير، فقد ظهر أن سعدا يعتقد أن البنت ترث جميع المال ولم ينكر، ومنعه عن الوصية بما زاد على الثلث، مع أنه لا وارث له إلا ابنة واحدة، فدل ذلك على صحة القول بالرد، إذ لو لم تستحق الزيادة على النصف بالرد، تجوز له الوصية بالنصف. (الشريفية: ص ۷۵) (۲) النساء: ۱۱

حصہ دینا لازم آئے گا، اور یہ حد سے تجاوز کرنا ہوگا اس لیے باقی مال بیت المال میں داخل

کر دیا جائے گا ذوی الفروض پر رد نہیں ہوگا۔ (۱)

(ب) دلیل عقلی: اگر مورث کا کسی قسم کا کوئی وارث موجود نہ ہو، تو پھر تمام ترکہ

بیت المال میں داخل کر دیتے ہیں، اس میں کسی کا اختلاف نہیں، جب کل مال بیت المال

میں داخل کیا جاسکتا ہے، تو ذوی الفروض کا حصہ ادا کرنے کے بعد جو تھوڑا مال باقی ہے اس

کو بدرجہ اولیٰ بیت المال میں داخل کریں گے۔ (۲)

مذہب ثالث: قائل رد مطلقاً کی دلیل:

اگر مسئلہ میں عول آجائے، تو چوں کہ عول کی وجہ سے وارثین کے حصے گھٹ

جاتے ہیں، جس میں زوجین بھی شریک رہتے ہیں تو جب خسارہ اور نقصان کے موقع پر

شریک ہوتے ہیں، تو اسی طرح نفع کے موقع (رد) میں بھی شریک ہوں گے۔ کیوں کہ

حدیث میں وارد ہے ”الخارج بالضمنان، الغنم بالغرم“ جو شخص نقصان اٹھائے تو

اس نقصان کے عوض جب نفع کا موقع آئے تو وہ نفع بھی اٹھائے گا۔ (۳)

(۱) واحتج من أبی الرد بأن الله قدر نصيب أصحاب الفروض بالنص الظاهر، فلا يجوز أن يزاد

عليه لأنه تعدد عن الحد الشرعي، وقد قال الله تعالى: من يعص الله ورسوله ويتعد حدوده، وبأن

الفاضل عن فروضهم مال لا مستحق له فيكون لبیت المال. (الشریفة: ص ۷۵)

(۲) كما إذا لم يترك وارثاً أصلاً اعتباراً للبعض بالكل. (الشریفة: ص ۷۵)

(۳) وقال عثمان بن عفان يرد على الزوجين أيضاً، لأن الفريضة لو دخلها نقص بالعول

عالت على الكل، فوجب أن يكون ضده من الزيادة للكل، ليكون الخارج بالضمنان و

الغنم بالغرم. (حاشیہ سراجی: رقم ۱/ ص ۴۴)

مانعین رد کے دلائل کے جوابات:

مانعین رد کے دلیل نقلی کے دو جواب ہیں:

(الف) برسبیل ترقی : صورت رد میں ہمیں تسلیم ہی نہیں ہے کہ اصحاب

الفرائض کو ان کے مقررہ حصوں سے زائد دیا جاتا ہے، بل کہ فرض تو وہی ہوتا ہے جو نصوص سے ثابت ہے، صرف ان حصوں کی مقدار میں اضافہ کیا جاتا ہے تعداد میں نہیں۔ مثلاً:

مسئلہ: ۶/۴

|     |           |
|-----|-----------|
| بنت | بنت الابن |
| نصف | سدس       |
| ۳   | ۱         |

وضاحت: مذکورہ مثال میں غور کیجیے کہ مسئلہ میں رد کے بعد بھی بنت کا حصہ نصف اصل مسئلہ (۶) کا نصف (۳) ہے، اور بنت الابن کا حصہ سدس اصل مسئلہ (۶) کا سدس (۱) ہے۔ صرف ان سہام کی مقداریں بڑھی ہیں یعنی پہلے بھی بنت کو نصف (۳) ملا تھا لیکن وہ تین حصے چھوٹے چھوٹے تھے کیونکہ وہ تین حصے چھ میں سے تھے، اور بعد الرد بنت کو جو (۳) مل رہا ہے وہ بڑے بڑے ہیں کیوں کہ یہ تین حصے ۴ میں سے ہیں۔ (مؤلف)

(ب) برسبیل تنزل : ذوی الفروض کے حصص مقرر فرمانے سے یہ لازم

نہیں آتا کہ ان کو کسی دوسری حیثیت سے بھی مال نہ ملے، اس لیے کہ دوسری جہت سے مال ملنے کی ممانعت قرآن وحدیث میں نہیں ہے، بل کہ ایسی مثالیں موجود ہیں کہ ایک وارث کو دو حیثیتوں سے مال دیا جاتا ہے۔ مثلاً:

مسئلہ:  $۱۸ = ۳ \times ۶$ 

(ہندہ مورث)

| ابن العم (زوج)          | ابن العم (اخ لام)      | ابن العم               |
|-------------------------|------------------------|------------------------|
| نصف                     | سدس                    | عصبہ                   |
| $\frac{۳ \times ۳}{۱۸}$ | $\frac{۳ \times ۱}{۳}$ | $\frac{۳ \times ۲}{۶}$ |
| $(۱۱) = ۲ + ۹$          | $(۵) = ۲ + ۳$          | $(۲) = ۲ - ۶$          |

وضاحت:

اس مثال میں زوج کو اپنی بیوی ہندہ کے ترکہ سے ۹ حصہ بحیثیت فرض (نصف) اور دو حصہ بحیثیت عصبہ ملا، کیوں کہ زوج کو دو حیثیت حاصل ہے، ایک شوہر کی اور دوسرے چچا زاد بھائی کی۔ اسی طرح دوسرے ابن العم جو اخیانی بھائی بھی ہے، اس کو بھی بحیثیت فرض (سدس) کے (۳) حصہ اور بحیثیت عصبہ (۲) حصہ ملا؛ کیوں کہ اس کو بھی میت سے دو حیثیت حاصل ہے، ایک چچا زاد بھائی کی اور دوسری اخیانی بھائی کی۔ (۱)

مانعین رد کے دلیل عقلی کا جواب:

اگر ذوی الفروض سے باقی ماندہ مال بیت المال میں رکھا جائے گا، تو اس سے قرابت دار کے ہوتے ہوئے اجنبی کو ترکہ دینا لازم آئے گا، چوں کہ وارث ذوی الفروض ہیں، ان کا میت سے قرابت کا تعلق اب بھی موجود ہے، ان کے ہوتے ہوئے بیت المال

(۱) عن ابراهيم: في امرأة تركت ثلاثة بنى عم أحد هم زوجها، والآخر أخوها لأُمّها، فقال عليّ وزيد للزوج النصف، وللأخ من الأم السدس، وما بقي فهو بينهم سواء.

(المصنف لابن أبي شيبة: ۲۲۹/۱۶، كتاب الفرائض في بني عم أحد هم زوج)



میں کیسے اس کو داخل کیا جاسکتا ہے۔ یہ آیت کریمہ ”و أولوا الأرحام بعضهم أولى ببعضهم“ کے خلاف ہوگا؛ نیز بیت المال کا نظام منظم اور شرعی نقطہ نظر کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے مال کے غیر مصرف میں خرچ ہونے کا قوی امکان ہے، اسی لیے بیت المال میں مال نہیں رکھا جائے گا۔ (۱)

### حضرت عثمان ابن عفانؓ کی دلیل کا جواب:

زوجین کی وراثت خلاف قیاس نص سے ثابت ہے، کیوں کہ ان میں سبب وراثت سبب (نکاح) ہے جو موت کی وجہ سے ختم ہو جاتا ہے، اور جو چیز خلاف قیاس نص سے ثابت ہو وہ اپنے مورد شرع پر ہی منحصر ہوتی ہے، اور زوجین کے فروض پر زیادتی کی کوئی نص موجود نہیں ہے، اسی لیے ان پر رد نہیں ہوتا۔ رہی بات زوجین کے حصوں پر مسئلہ عول میں نقص کا داخل ہونا تو وہ اس دلیل قیاس کی وجہ سے ہے جو وراثت زوجین کے منافی ہے؛ یعنی سبب وراثت (زوجیت) جو بوقت انتقال ختم ہو جاتا ہے؛ پس معلوم ہوا کہ احناف کا مذہب راجح ہے۔ (۲)

(۱) و أيضًا أصحاب الفروض قد شاركوا المسلمين في الإسلام، و ترجّحوا بالقرابة و مجرد القرابة في حق أصحاب الفروض، و إن لم تكن علة للعصوبة لكن يثبت بها الترجيح بمنزلة قرابة الأم في حق الأخ لأب و أم، فإن قرابة الأم و ان لم توجب بانفرادها العصوبة إلا أنه يحصل بها الترجيح. (الشریفة: ص ۷۶) --- الترجيح فيما سبق أجد أن القول الأول هو الراجح و ذلك لما يأتي: الأول: قرابة الدّین و النسب أولى من قرابة الدّین و حدها، الثاني: لأن الإمام الجائر قد يصرفها في غير مصرفها و بذلك تكون قد صرفت على مستحقها فالصرف إلى صاحبها العبيد أولى من الصرف إلى غير أهلها. (نهاية الهداية إلى تحرير الكفاية: ۱/ ۲۲۷)

(۲) والجواب أن ميراث الزوجين على خلاف القياس، لأن و صلتها بالنكاح و قد انقطعت =

بحث سادس: دواہم فائدے:

فائدہ اولیٰ: متاخرین شوافع کا حنفیہ کے قول پر فتویٰ دینا:

متاخرین شوافع نے بیت المال کے غیر منظم ہونے کی صورت میں حنفیہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ کی بھی ایک روایت احناف کے مسلک کے مطابق ہے۔ (۱)

فائدہ ثانیہ: زوجین پر رد ایک صورت:

اگر میاں بیوی کے علاوہ میت کا کوئی دوسرا وارث نہ ہو، یعنی ذوی الارحام، مولیٰ الموالات، مقررہ بالنسب علی الغیر اور موصیٰ نہ یکمیع المال نہ ہوں، نیز بیت المال بھی نہ ہو، یا بیت المال تو ہو، لیکن شرعی نقطہ نظر سے غیر منظم ہو، اس میں جمع شدہ مال صحیح مصرف میں خرچ نہ کیا جاتا ہو، تو ان صورتوں میں متاخرین احناف نے زوجین پر رد کرنے کا فتویٰ دیا ہے۔ (۲)

= بالموت، و ما ثبت علی خلاف القیاس نصا يقتصر علی مورد النص، و لانص فی الزیادة علی فرضهما و لما کان ادخال النقص فی نصیهما میلًا للقیاس النافی لإرثهما، قیل به ولم یقل بالرد لعدم الدلیل فظهر الفرق و حصص الحق. (رد المحتار: ۵۴۰/۱۰، کتاب الفرائض)

والراجع من هذه الأقوال هو أن الفاضل من الميراث لا يرد علی الزوجین، لأن العلة فی القرابة ولا قرابة بین الزوجین غالباً. (نهایة الهدایة إلی تحریر الکفایة فی علم الفرائض: ۲۲۹/۱)

(۱) المشهور من مذهب مالک أنه لبیت المال وإن لم یکن منتظماً، و هو مذهب الشافعی وروی عن مالک کقولنا وبه أفتی متأخرو الشافعیة إذا لم ینتظم أمر بیت المال أفاده فی غرر الأفكار.

(رد المحتار: ۵۳۹/۱۰) (۲) قال فی القنیة: ویفتی بالرد علی الزوجین فی زماننا لفساد بیت

المال ..... قال الحدادی: الفتوی الیوم بالرد علی الزوجین قال التفتازانی: أفتی کثیر من

المشایخ بالرد علیهما إذا لم یکن من الأقارب سواهما لفساد الإمام وظلم الحکام فی هذه الأيام

..... و فی المستصفی الفتوی الیوم علی الرد علی الزوجین عند عدم المستحق لعدم بیت المال،

إذا الظلمة لا یصرفونه إلی مصرفه. (رد المحتار: ۵۴۰/۱۰)

## قواعد رد کا بیان

ثُمَّ مَسَائِلُ الْبَابِ عَلَى أَقْسَامٍ أَرْبَعَةٍ أَحَدُهَا أَنْ يَكُونَ فِي الْمَسْئَلَةِ  
جِنْسٌ وَاحِدٌ مِمَّنْ يُرَدُّ عَلَيْهِ عِنْدَ عَدَمٍ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ فَاجْعَلِ الْمَسْئَلَةَ  
مِنْ رُؤُوسِهِمْ، كَمَا لَوْ تَرَكَ بَنَتَيْنِ أَوْ أُخْتَيْنِ أَوْ جَدَّتَيْنِ فَاجْعَلِ الْمَسْئَلَةَ  
مِنْ إِبْنَيْنِ. وَالثَّانِي إِذَا اجْتَمَعَ فِي الْمَسْئَلَةِ جِنْسَانِ أَوْ ثَلَاثَةُ أَجْنَاسٍ  
مِمَّنْ يُرَدُّ عَلَيْهِ عِنْدَ عَدَمٍ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ، فَاجْعَلِ الْمَسْئَلَةَ مِنْ  
سِهَامِهِمْ أَعْنِي مِنْ إِبْنَيْنِ إِذَا كَانَ فِي الْمَسْئَلَةِ سُدْسَانِ، أَوْ مِنْ ثَلَاثَةِ  
إِذَا كَانَ فِيهَا ثُلُثٌ وَسُدُسٌ، أَوْ مِنْ أَرْبَعَةٍ إِذَا كَانَ فِيهَا نِصْفٌ وَ  
سُدُسٌ، أَوْ مِنْ خَمْسَةٍ إِذَا كَانَ فِيهَا ثُلُثَانِ وَ سُدُسٌ، أَوْ نِصْفٌ وَ  
سُدْسَانِ، أَوْ نِصْفٌ وَ ثُلُثٌ.

ترجمہ: پھر باب الرد کے مسائل چار قسموں پر ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ مسئلے میں من ریڈ  
علیہ کی ایک جنس ہو، من لا یرد علیہ کی عدم موجودگی میں تو مسئلہ ان کی تعداد سے بنائیے، جیسے  
اگر میت صرف دو لڑکیاں یا صرف دو بہنیں یا صرف دو دادیاں چھوڑے تو مسئلہ دو سے بنائیے۔  
اور دوسرا قاعدہ جب مسئلہ میں من یرد علیہ کی دو یا تین اصناف جمع ہو جائیں، من لا یرد علیہ کی

عدمِ موجودگی میں تو مسئلہ ان کے حصوں سے بنا لیجیے، یعنی دو سے جب کے مسئلہ میں دوسدس ہوں، یا تین سے جب کے مسئلہ میں ثلث اور سدس ہوں، یا چار سے جب کے مسئلہ میں نصف اور سدس ہوں، یا پانچ سے جب کے مسئلہ میں ثلثان اور سدس ہوں، یا نصف اور دوسدس ہو یا نصف اور ثلث ہوں۔

توضیح و تشریح: یہاں آٹھ بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) اقسام رد (۲) من یرد علیہ اور من لا یرد علیہ کے مصداق (۳) قاعدہ اولیٰ مع مثال (۴) قاعدہ اولیٰ ”فاجعل المسئلہ من دو وسہم“ میں مسئلہ رؤس سے بنانے کی وجہ (۵) قاعدہ ثانیہ مع تخریجی مسائل (۶) قاعدہ ثانیہ کے تحت صرف چار اعداد (۲، ۳، ۴، ۵) سے مسئلہ ردیہ ہونے کی وجہ (۷) قاعدہ ثانیہ کے تحت ایک صورت میں قواعد تصحیح کی ضرورت (۸) ایک سوال اور اس کا جواب

بحث اول: اقسام رد: رد کے مسائل کی چار قسمیں ہیں:

- (الف) من لا یرد علیہ کی عدمِ موجودگی میں من یرد علیہ کی صرف ایک جنس ہو۔
- (ب) من لا یرد علیہ کی عدمِ موجودگی میں من یرد علیہ کی متعدد اجناس ہوں۔
- (ج) من لا یرد علیہ کے ساتھ من یرد علیہ کی صرف ایک جنس ہوں۔
- (د) من لا یرد علیہ کے ساتھ من یرد علیہ کی متعدد اجناس ہوں۔

بحث ثانی: من یرد علیہ اور من لا یرد علیہ کے مصداق:

من یرد علیہ۔ یعنی وہ وارثین جن پر رد ہوتا ہے وہ کل آٹھ ہیں: بنت، بنت الابن،

اختِ عینی، اختِ علاقائی، اختِ اخیانی، اُم، جدہ صحیحہ، اَرخِ اخیانی۔ (۱)

**نوٹ:** اَب اور جدا گرچہ بعض حالات میں صاحبِ فرض ہیں، پھر بھی ان پر ”رد“ نہیں

ہوگا؛ کیوں کہ ان میں عصیت کا معنی ہے جو ”رد“ کے لیے مانع ہے۔ (۲)

من لا یرد علیہم: وہ وارثین جن پر رد نہیں ہوتا زوجین (میاں بیوی) ہیں، کیوں کہ

ان کی قرابت نسبی نہیں سببی (زوجیت) ہے۔ (۳)

**بحثِ ثالث: قاعدہ اولیٰ مع مثال:**

مسئلہ: ۳/۲

اگر مسئلہ میں من یرد علیہ کی صرف ایک جنس ہو، تو مسئلہ ان کی

بنت بنت

تعداد رؤس سے بنایا جائے گا، مثلاً: مسئلہ دو سے بنے گا اگر

ثلثان

صرف دو لڑکیاں، یا دو بہنیں، یا دو دادیاں ہوں۔ مثال:

۱ ۱

(۱) الورثة الذین یرد علیہم: یرد علی جمیع أصحاب الفروض ماعدا الزوجین، و الرد

یشمل ثمانية من أصحاب الفروض، وهم النبت، بنت الابن، الأخت الشقيقة، الأخت

لأب، الأم، الجدة الصحيحة، الأخت لأم، الأخ لأم. (الموارث للصابوني: ص ۱۲۴)

(۲) أما الأب والجد وإن كانا من أصحاب الفروض في بعض الحالات، فإنه لا یرد

عليهما، لأنه متى وجد الأب أو الجد، فلا يمكن أن يكون في المسئلة رد، لأنهما يصحان

عصبة حينذاك فيأخذان الباقي. (الموارث للصابوني: ص ۱۲۴)

(۳) أما الورثة الذین لا یرد علیہما من أصحاب الفروض، فہما الزوجان فقط (الزوج

والزوجة) وذلك لأن قرابتهما ليست قرابة نسبية إنما هي قرابة سببية.

(الموارث للصابوني: ص ۱۲۵)

| مسئلہ: ۲/۶ | مسئلہ: ۲/۳ |
|------------|------------|
| جدہ جدہ    | اخت اخت    |
| سـدس       | ثلثان      |
| ا ا        | ا ا        |

وضاحت: مخارج الفروض کے ضابطے سے اولاً مسئلہ ”۳“ اور ”۶“ سے بنا، پھر وارثین کی تعداد کے اعتبار سے مسئلہ دو سے رد ہو گیا۔

بحثِ رابع: قاعدہ اولیٰ میں مسئلہ روس سے بنانے کی وجہ:

قاعدہ اولیٰ میں مسئلہ روس سے دو وجہ کے پیش نظر بناتے ہیں۔

وجہ اول: قاعدہ اولیٰ کے تحت آنے والے سارے وارثین جنس واحد سے متعلق ہیں، اسی وجہ سے استحقاق اور جمیع مال کے عود کے سلسلہ میں بھی یہ وارثین برابر ہیں، یعنی وارثین کے متحد لجنس ہونے کی وجہ سے ان پر تقسیم وارثین کے روس کے اعتبار سے ہوگی، جیسا کہ باب عصبات میں مثلاً: دوا بن ہوں، یا دو بھائی، تو وارثین کے متحد لجنس ہونے کی وجہ سے تقسیم روس کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ (۱)

وجہ ثانی: قاعدہ اولیٰ میں مسئلہ روس سے بنانے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں

(۱) الأصل في هذا ان يصحح المسئلة من عدد رووس ذالك الجنس الواحد، لأن أهل الرد لما كانوا من جنس واحد كانوا متساويين في الإستحقاق، وجميع المال عائد إليهم على السوية، فيكون القسمة على عدد رووسهم، كما في العصبات لو ترك ابنين أو أخوين، يقسم المال على عدد رووسهما فكذاك ههنا. (حاشية شريفية: الرقم ۹/ص ۷۶)

تطویل حساب سے بچنا مقصود ہے۔ کیوں کہ اگر وارثین پر تقسیم سهام سے ہوگی، تو پہلی تقسیم ورثاء کے سهام کے اعتبار سے ہر وارث کو اس کا حصہ دیا جائے گا، پھر دوسری تقسیم ماباقی میں وارثین کے سهام کے اعتبار سے ہوگی، اس طرح دو مرتبہ تقسیم ہوگی۔ لیکن اگر ابتدا ہی مسئلہ وارثین کے تعداد کے اعتبار سے بنا دیا جائے تو ایک ہی مرتبہ تقسیم ہوگی۔ (۱)

### بحث خامس: قاعدہ ثانیہ مع تخریجی مسائل:

اگر من یرد علیہ کی دو یا تین جنس ہوں، اور من لا یرد علیہ نہ ہوں، تو مسئلہ ان کے مجموعہ سهام سے بنایا جائے گا۔

### تخریجی مسائل:

مخرج ”۲“ سے مسئلہ بننے کی مثال:      مخرج ”۳“ سے مسئلہ بننے کی مثال:

| مسئلہ: ۲/۶ |        | مسئلہ: ۳/۶ |     |
|------------|--------|------------|-----|
| جدہ        | اخ لام | ۲/اخ لام   | ام  |
| سدس        | سدس    | ثلث        | سدس |
| ۱          | ۱      | ۲          | ۱   |

(۱) الأول إن اتحد جنس المردود عليهم كبنيتين أو أختين أو جدتين قسمت المسئلة من عدد رواسهم ابتداء قطعاً للتطويل. قال الشامي تحت قوله (قطعاً للتطويل) أي يجعل القسمة قسمة واحدة، ألا ترى أنك إذا أعطيت كل واحد من الورثة ما استحقه من السهام، ثم قسمت الباقي من سهامهم بينهم بقدر تلك السهام صارت القسمة مرتين.

(رد المحتار: ۱۰ / ۵۴۱، الموارث للصابوني: ص ۱۲۵، الشريفة: ص ۷۷)

مخرج ”۴“ سے مسئلہ بننے کی مثال:      مخرج ”۵“ سے مسئلہ بننے کی مثال:

| مسئلہ: ۴/۶ |     | مسئلہ: ۵/۶ |     |
|------------|-----|------------|-----|
| بنت        | ۱م  | ۲/بنت      | ۱م  |
| نصف        | سدس | ثلثان      | سدس |
| ۳          | ۱   | ۴          | ۱   |

| مسئلہ: ۵/۶ |            | مسئلہ: ۵/۶ |     |
|------------|------------|------------|-----|
| اخت عینی   | ۲/اخت حنفی | اخت عینی   | ۱م  |
| نصف        | ثلث        | نصف        | سدس |
| ۳          | ۲          | ۳          | ۱   |

بحثِ سادس: قاعدہ ثانیہ کے تحت صرف چار اعداد (۵، ۴، ۳، ۲) سے مسئلہ ردیہ ہونے کی وجہ:

قاعدہ ثانیہ کے تحت صرف چار اعداد خارجِ اربعہ (۵، ۴، ۳، ۲) سے ہی مسئلہ کا

| مسئلہ: ۶ |           | رَدِّیہ ہونا متصور و ممکن ہے، کیوں کہ اگر ان |  |
|----------|-----------|--|--|
| اخت عینی | ۲/اخت لام | مخرج اربعہ پر مخرج ”۶“ کا اضافہ کر دیا       |  |
| نصف      | ثلث       | جائے تو وارثین پر پورا مال تقسیم ہونے کی وجہ |  |
| ۳        | ۲         | سے مسئلہ ردیہ نہیں ہوگا۔ مثلاً:              |  |



وضاحت:

مذکورہ مثال میں مخرج ۶ سے پورے سہام تقسیم ہو گئے، اسی وجہ سے مسئلہ میں عمل رد جاری نہ ہو سکا، کیوں کہ رد تو وہاں ہوتا ہے، جہاں مخرج مسئلہ سے بعد تقسیم کچھ بچے۔ اور اگر مخارج اربعہ پر مخرج (۷، ۸، ۹) وغیرہ کا اضافہ کیا جائے گا تو مسئلہ بجائے ردیہ ہونے کے عائکہ ہو جائے گا۔ مثلاً:

مسئلہ: ۶/ع ۷

|     |          |          |
|-----|----------|----------|
| زوج | اخت عینی | اخت حنفی |
| نصف | نصف      | سدس      |
| ۳   | ۳        | ۱        |

وضاحت:

مذکورہ مثال میں مسئلہ ”۶“ سے بنا اور سہام سات تقسیم ہو گئے، مخرج مسئلہ سے بچنے کی بات تو دور، مخرج ہی اپنے وارثین کے سہام پر تنگ ہو گیا؛ اسی لیے مخارج اربعہ (۲، ۳، ۴، ۵) سے مسئلہ ردیہ ہوتا ہے۔ (۱)

(۱) أصول مسائل أهل الرد إذا لم يكن معهم أحد الزوجين أربعة، اثنان وثلاثة وأربعة وخمسة، ولا تزيد هذا لأنها لو زادت سدسا لكمل المال. (العذب الفائض: ۶/۲) --- إن مسائل أهل الرد من أصل ستة فتكون من اثنين وثلاثة وأربعة وخمسة، ولا تزيد لأنها لو زادت سدسا آخر لكمل المال وهذا إذا لم يكن في المسئلة أحد الزوجين. (الجداول الإلكترونية: ص ۱۵۹)

بحثِ سابع: قاعدہ ثانیہ کے تحت ایک صورت میں قواعد تصحیح کی ضرورت:  
رد کے اس دوسرے قاعدے میں مسئلہ سہام سے بنانے کے بعد اگر وارثین کے  
روّس پر سہام بلا کسر تقسیم ہو جائیں تب تو تصحیح کے قواعد کی ضرورت نہیں ہوگی۔ مثلاً:

مسئلہ: ۶/۵

|              |     |
|--------------|-----|
| ۲/ بنت الابن | اُم |
| ثلثان        | سدس |
| ۴            | ۱   |

وضاحت:

مذکورہ مثال میں مسئلہ ”۶“ سے بن کر ”۵“ سے ردیہ ہوا، جس میں سے دو پوتیوں  
کو ۴/ سہام ملے جو ان کے روّس ۲/ پر بلا کسر تقسیم ہو گئے، لیکن اگر وارثین کے روّس پر سہام  
بعد الرد بلا کسر تقسیم نہ ہوں تو تصحیح کے قواعد کی ضرورت پڑے گی۔ مثلاً:

مسئلہ: ۶/ ۱۲ = ۳ × ۴

|                        |                        |
|------------------------|------------------------|
| بنت                    | ۳/ بنت الابن           |
| نصف                    | سدس                    |
| $\frac{۳ \times ۳}{۹}$ | $\frac{۳ \times ۱}{۳}$ |
| ۹                      | ۳                      |

وضاحت: مذکورہ مثال میں مسئلہ ”۶“ سے بن کر ”۴“ سے ردیہ ہوا، پھر تین پوتیوں کے

رؤس پر ایک سہم ٹوٹ رہا ہے یعنی کس واقع ہو رہی ہے، اسی لیے بین السہام والرؤس قواعد ثلاثہ میں سے قاعدہ تباین جاری کیا گیا اور کل عدد رؤس ۳ کو لے کر مسئلہ ردیہ کے (۴) میں ضرب دے دیا گیا، تو حاصل ضرب (۱۲) نکلا، عدد مضروب تین کو مسئلہ ردیہ سے ملے ہوئے سہام میں ضرب دیا گیا تو بیٹی کا حصہ ۹ ہوا، اور تینوں پوتیوں کا حصہ تین ہوا جو ان کے رؤس پر بلا کسر تقسیم ہو گیا۔ (۱)

بحث ثامن: ایک سوال اور اس کا جواب:

سوال: مصنفؒ نے ”إذا اجتمع في المسئلة جنسان أو ثلاثة أجناس“ کے بجائے ”جنسان أو أكثر“ کیوں نہیں کہا؟ جب کہ یہ پہلے سے مختصر بھی ہے۔

جواب: رد کے دوسرے قاعدے کے تحت من یرد علیہ کی صرف تین جنس ہی ایک ساتھ جمع ہو سکتی ہیں، اس سے زیادہ جنس کا جمع ہونا متصور نہیں ہے، جیسا کہ تخریجی مسائل کے تحت استقرائی طور پر مخارج اربعہ (۲، ۳، ۴، ۵) کی مثالیں دی گئیں ہیں، اسی وجہ سے مصنفؒ نے ”أو أكثر“ کے بجائے ثلاثہ اجناس کی تعبیر اختیار فرمائی ہے۔ (۲)

(۱) ثم إن القسمة على الوجه المذكورة إن استقامت على الورثة فذاك، وإن لم يستقم كما إذا خلف بنتا وثلث بنات ابن فللبنت ثلاثة أسهم تستقيم عليها، ولبنات الابن سهم واحد، فلا يستقيم عليهن كان تصحيح المسئلة على قياس ما عرفته، فاضرب الثلاثة أعني عدد رؤوس من انكسرت عليه السهام في أصل المسئلة، وهي الأربعة فتصير اثني عشر، للبنت منها تسعة، ولبنات الابن ثلاثة مستقيمة عليهن . (الشريفية: ص ۷۷)

(۲) دل الإستقراء على أن الاجتماع الواقع بين من یرد عليه إنما يكون بين جنسين أو ثلاثة أجناس لا أزيد فلذلك لم يقل جنسان أو أكثر . (الشريفية: ص ۷۶)

## ردکا قاعدہ ثالثہ

وَالثَّالِثُ أَنْ يَكُونَ مَعَ الْأَوَّلِ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ فَأَعْطِ فَرَضَ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ مِنْ أَقَلِّ مَخَارِجِهِ، فَإِنْ اسْتَقَامَ الْبَاقِي عَلَى رُؤُوسِ مَنْ يُرَدُّ عَلَيْهِ فَبِهَا كَزَوْجٍ وَثَلَاثِ بَنَاتٍ، وَإِنْ لَمْ يَسْتَقِمْ فَاضْرِبْ وَفَقَ رُؤُوسِهِمْ فِي مَخْرَجِ فَرَضٍ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ إِنْ وَافَقَ رُؤُوسُهُمُ الْبَاقِي كَزَوْجٍ وَسِتِّ بَنَاتٍ وَإِلَّا فَاضْرِبْ كُلَّ رُؤُوسِهِمْ فِي مَخْرَجِ فَرَضٍ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ فَالْمَبْلَغُ تَصْحِيحُ الْمَسْئَلَةِ كَزَوْجٍ وَخَمْسِ بَنَاتٍ.

ترجمہ: اور تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ پہلے یعنی من یرد علیہ کی ایک جنس کے ساتھ من لا یرد علیہ ہو تو من لا یرد علیہ کا حصہ اس کے اقل مخرج سے دیجئے، اب اگر باقی من یرد علیہ کے رؤس پر برابر تقسیم ہو جائے تو بہت اچھا جیسے شوہر اور تین لڑکیاں۔

اور اگر برابر تقسیم نہ ہو، تو من یرد علیہ کے رؤس کے وفق کو من لا یرد علیہ کے حصہ کے مخرج میں ضرب دیجئے، اگر باقی اور ان کے رؤس میں توافق کی نسبت ہو جیسے شوہر اور چھ لڑکیاں، ورنہ من یرد علیہ کے کل رؤس کو من لا یرد علیہ کے حصے کے مخرج میں ضرب دیجئے؛ پس حاصل ضرب سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی جیسے شوہر اور پانچ لڑکیاں۔

تشریح و توضیح: یہاں تین بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) رد کے تیسرے قاعدے کی وضاحت (۲) قاعدہ کے تحت آنے والی مثالوں

کی تخریج مع وضاحت (۳) دواہم سوال اور ان کے جواب۔

بحث اول: رد کے تیسرے قاعدے کی وضاحت:

اگر من یرد علیہ کی ایک جنس کے ساتھ من لا یرد علیہ بھی ہو، تو من لا یرد علیہ کے حصے سے اولاً مسئلہ بنا کر اسے دے دیا جائے گا۔ پھر دیکھا جائے گا کہ مابقی من یرد علیہ کی تعداد کے برابر ہے تو من یرد علیہ کو وہی باقی ماندہ دے دیا جائے گا۔

اور اگر من لا یرد علیہ کے مخرج سے بچا ہوا من یرد علیہ کی تعداد کے برابر نہ ہو، تو مابقیہ اور من یرد علیہ کی تعداد میں نسبت دیکھی جائے گی۔ اگر توافق یا تداخل کی نسبت ہو تو من یرد علیہ کے وفق یا دخل کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا، اور اگر دونوں میں تباین کی نسبت ہو، تو من یرد علیہ کے کل عدد رؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا، اور حاصل ضرب سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔

بحث ثانی: قاعدے کے تحت آنے والی مثالوں کی تخریج:

مصنفؒ نے مذکورہ بالا عبارت میں تین مثالیں دی ہیں۔

پہلی مثال: زوج اور ۳ بنات کی ہے، جس میں من لا یرد علیہ سے بچے ہوئے

حصے میں اور من یرد علیہ کی تعداد میں تماثل ہے۔

|   |                     |
|---|---------------------|
| وضاحت: شوہر کے حصے ربع کے مخرج چار                | مسئلہ: ۴/۳ ماباقی ۳ |
| سے مسئلہ بنا کر شوہر کو ایک دیا، تو باقی ۳/۳ بچے، | زوج ۳/۳ بنات        |
| اور اتفاق سے لڑکیوں کی تعداد بھی تین ہے، بس       | ربع ثلثان           |
| وہی باقی تین حصہ لڑکیوں کو دے دیا۔                | ۳ ۱                 |

دوسری مثال: شوہر اور ۶ بنات کی ہے، جس میں من لایر علیہ سے بچے ہوئے  
حصے میں اور من لایر علیہ کی تعداد میں تداخل ہے۔

|                       |     |
|-----------------------|-----|
| مسئلہ: ۴×۲=۸ ماباقی ۳ |     |
| زوج ۲/۱               | ۲×۱ |
| ربع ۳/۲               | ۲×۳ |
| ثلثان ۶/۲             | ۶   |

وضاحت:

شوہر کے حصے ربع کے مخرج چار سے مسئلہ بنا کر شوہر کو ایک دیا، تو باقی ۳/۳ بچے، ماباقی (۳) اور لڑکیوں کے تعدادِ رؤس (۶) کے مابین تداخل ہے، اس لیے (۶) کے عددِ دخل (۲) کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا گیا تو حاصل ضرب ۸ نکلا، پھر عددِ مضروب دو کو اصل مسئلے سے ملے ہوئے سہام میں ضرب دیا گیا تو شوہر کا حصہ ۲/۲ ہو گیا اور ماباقی ۳/۳ میں ضرب دیا گیا تو ۶ حاصل ہوئے جو لڑکیوں کو دے دیئے۔

تیسری مثال: شوہر اور ۵ بنات کی ہے، جس میں من لا یرد علیہ سے بچے ہوئے حصے میں اور من یرد علیہ کی تعداد میں بتاؤ۔

وضاحت: اس مسئلہ میں باقی تین اور لڑکیوں کی

|                             |   |
|-----------------------------|---|
| $۵ \times ۲ = ۱۰$ ما باقی ۳ |   |
| زوج                         | ۵ بنات                                    |
| ربع                         | ثلثان                                     |
| $۵ \times ۱$                | $۵ \times ۳$                              |
| ۵ + ۱۵ = ۲۰                 | عدد مضروب پانچ سے شوہر کے حصہ ایک میں ضرب |

دیا تو اس کو پانچ ملے، اور باقی تین میں ضرب دیا تو لڑکیوں کو پندرہ ملے۔

**نوٹ:** مذکورہ بالا مسئلہ ثلاثہ میں اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ مسئلہ ردیہ ہے یا نہیں؟ تو مخارج الفروض کے ضابطوں سے مسئلہ بنایا جائے، اور ہر وارث کے سہام دینے کے بعد دیکھا جائے کہ سہام پورے تقسیم ہو جاتے ہیں تو ردیہ نہیں ہوگا، اور اگر کچھ سہام بچ جائے تو مسئلہ ردیہ ہوگا۔ مثلاً: مصنف کے بیان کئے ہوئے مسئلہ ثلاثہ میں سے ہر مثال میں مسئلہ بارہ سے بنے گا، کیوں کہ پہلی لائن کے ربع کا اجتماع دوسری لائن کے بعض سے ہوا ہے، اور تقسیم سہام کے بعد ایک بچ جائے گا۔ جیسے:

|              |            |
|--------------|------------|
| مسئلہ: ۱۲/۱۱ |            |
| زوج          | ۳/۶/۵ بنات |
| ربع          | ثلثان      |
| ۳ + ۸ = ۱۱   |            |

بحثِ ثالث: دواہم سوال اور ان کے جواب:

سوال اول: من لا یرد علیہ اور من یرد علیہ کے اجتماع کی صورت میں مخارج الفروض کے ضابطے سے مسئلہ بنا کر علی حالہ کیوں نہیں چھوڑ دیتے ہیں، یعنی جو سہام تقسیم ہوئے ہیں اسی تقسیم شدہ سہام سے مسئلہ کیوں نہیں بنا دیا جاتا؟ جیسے رد کی دوسری صورت جس میں صرف من یرد علیہ کی متعدد اجناس ہوتی ہیں۔ مثلاً:

مسئلہ: ۶/۴

|     |           |
|-----|-----------|
| بنت | بنت الابن |
| نصف | سدس       |
| ۳   | ۱         |

وضاحت: اس مثال میں اولاً مخارج الفروض کے ضابطے سے مسئلہ (۶) سے بنا اور جو سہام تقسیم ہوئے یعنی بنت کو (۳) اور بنت الابن کو (۱) اسی کے مجموعہ (۴) سے رد کر دیا گیا، ایسے ہی من لا یرد علیہ اور من یرد علیہ کی اجتماع کی صورت میں کرنا چاہیے۔ مثلاً:

مسئلہ: ۱۲/۱۱

|     |        |
|-----|--------|
| زوج | ۵ بنات |
| ربع | ثلثان  |
| ۳   | ۸      |

وضاحت: اس مثال میں مسئلہ (۱۲) سے بن کر (۱۱) سے رد ہو گیا، پھر اس طریقے کو چھوڑ



کر رد کا تیسرا قاعدہ کیوں جاری کیا گیا؟

جواب: اگر رد کی اس تیسری صورت (من لا یرد علیہ کے ساتھ من یرد علیہ بھی ہو) میں رد کی دوسری صورت (صرف من یرد علیہ کی متعدد اجناس ہوں) کو جاری کیا جائے گا تو من لا یرد علیہ پر بھی رد ہو جائے گا جو درست نہیں ہے، اسی لیے اس تیسری صورت کے لیے الگ ضابطہ بنایا گیا تاکہ من لا یرد علیہ پر رد نہ ہو۔ مثلاً: اگر شوہر اور (۵) بنات والی صورت میں مسئلہ (۱۲) سے بنا کر گیارہ سے رد کر دیں، تو جو ایک حصہ بچ رہا ہے، وہ من یرد علیہ کے ساتھ من لا یرد علیہ پر بھی تقسیم ہو جائے گا جو درست نہیں ہے۔ اسی لیے زوجین کے فرض سے مسئلہ بنا کر اولاً ان کو اقل مخرج دے کر مابقی پورے حصے کا رد صرف من یرد علیہ پر کیا جاتا ہے۔ (مؤلف)

سوال ثانی: مصنفؒ نے من لا یرد علیہ سے مابقی اور من یرد علیہ کے تعداد رؤس کو لے کر تین مثالیں بیان کی ہیں، ان میں سے ایک مثال تداخل کی ہے ”کز وج دست بنات“ اور قاعدہ توافق کا ہے، ”وان لم یستقم فاضرب وفق رووسهم في مخرج فرض من لا یرد علیہ إن وافق رووسهم الباقي“ ایسا کیوں؟

جواب: (الف) دراصل تداخل و توافق کا حکم یکساں ہے کیوں کہ تداخل میں اگر عدد رؤس سہام سے چھوٹا ہو تو وہ تداخل کے حکم میں ہوتا ہے، اور اگر عدد رؤس سہام سے بڑا ہو تو اس میں توافق کا عمل جاری کیا جاتا ہے، تداخل و توافق کے اسی تساوی فی الحکم کو بتانے کے لیے مصنفؒ نے تداخل کی مثال میں قاعدہ توافق کو بیان کیا۔ مثلاً:

مسئلہ:  $۲ \times ۳ = ۸$  / ماباقی ۳

|                        |                        |
|------------------------|------------------------|
| زوج                    | ۲ / ۶ بنات             |
| ربع                    | ثلثان                  |
| $\frac{۲ \times ۱}{۲}$ | $\frac{۲ \times ۳}{۶}$ |
| ۲                      | ۶ فی نفر = ۱           |

وضاحت:

غور کیجیے! عبارت کے تحت ”کزوج وست“ مثال تداخل کی ہے، کیوں کہ ماباقی (۳) اور تعداد بنات (۶) کے مابین تداخل ہے، اور قاعدہ ”فا ضرب وفق رو وسهم“ توافق ہے۔ (۱)

(ب) ردّ و تصحیح میں تداخل کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے؛ کیوں کہ اس میں تطویل حساب ہوتا ہے۔ مثلاً:

مسئلہ:  $۲ + ۳ = ۸$  / ماباقی ۳

|                        |                        |
|------------------------|------------------------|
| زوج                    | ۲ / ۶ بنات             |
| ربع                    | ثلثان                  |
| $\frac{۲ \times ۱}{۲}$ | $\frac{۲ \times ۳}{۶}$ |
| ۲                      | ۶ فی نفر = ۱           |

(۱) وإن تداخل فإن كان عدد الرووس أقل فلا يحتاج إلى الضرب فيدخل في الأصل الأول و إلاّ فيدخل في التوافق. (حاشیہ شریفیہ: رقم: ۲ / ص ۶۳)

وضاحت:

اس مثال میں اگر تدخل کا اعتبار کیا جائے گا تو (۶) اور (۳) میں بڑا عدد (۶) ہے، اور اعداد متداخلہ میں بڑے عدد ہی کا اعتبار ہوتا ہے، اگر ہم (۶) بڑے عدد سے ضرب دیتے ہیں تو حاصل ضرب بجائے (۸) کے (۲۴) سے آئے گا، جو تطویل حساب کا سبب ہوگا، اسی لیے (۶) اور (۳) مابقی میں نسبت تدخل کے باوجود عمل توافق کا کیا گیا تاکہ تطویل حساب لازم نہ آئے۔ (۱)

(۱) کزوج وست بنات فإن أقل مخرج فرض من لا يرد عليه أربعة، فإذا أعطيت الزوج واحد منها بقيت ثلاثة، فلا تستقيم على عدد رروس البنات الست، لكن بينهما موافقة بالثلث، إذ لا عبرة للمداخلة كما عرفت، فاضرب وفق عدد رروسهن، وهوانان في الأربعة يبلغ ثمانية، فللزوج منهما اثنان، وللبنات ستة، ومر أنها رراجعة إلى الموافقة، فلا يرد أن بين الثلاثة والستة مداخلة لا موافقة، لأن الأقل يفني الأكثر فيكيف صح تمثيل المنصف فافهم. (الشريفة مع الحاشية: ص ۷۸) قال الشامي: اعتبر الموافقة مع أن بين الثلاثة والستة مداخلة، إشارة إلى عدم اعتبار التداخل بين السهام والرووس كما قدمنا، لأنه إن أمكن اعتباره بأن تضرب الأكبر وهو ۶/ جميع عدد الرووس في ۴/ لكنه يؤدي إلى التطويل، وترك تطويل الحساب ربح فلذا أرجعناه إلى الموافقة. (رد المحتار: ۱۰/ ۵۶۷)

## رد کا قاعدہ رابعہ

وَالرَّابِعُ أَنْ يَكُونَ مَعَ الثَّانِي مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ، فَاقْسِمَ مَا بَقِيَ مِنْ مَخْرَجِ  
فَرْضٍ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ عَلَى مَسْئَلَةٍ مَنْ يُرَدُّ عَلَيْهِ فَإِنْ اسْتَقَامَ فِيهَا، وَهَذَا  
فِي صُورَةٍ وَاحِدَةٍ، وَهِيَ أَنْ يَكُونَ لِلزَّوْجَاتِ الرَّبْعُ وَالْبَاقِي بَيْنَ أَهْلِ  
الرَّدِّ أَثْلَاثًا، كَزَوْجَةٍ وَأَرْبَعِ جَدَّاتٍ وَسِتِّ أَخَوَاتٍ لِلْأُمِّ، وَإِنْ لَمْ  
يَسْتَقِمْ فَاضْرِبْ جَمِيعَ مَسْئَلَةٍ مَنْ يُرَدُّ عَلَيْهِ فِي مَخْرَجِ فَرْضٍ مَنْ لَا يُرَدُّ  
عَلَيْهِ فَالْمَبْلُغُ مَخْرَجُ فُرُوضِ الْفَرِيقَيْنِ، كَأَرْبَعِ زَوْجَاتٍ وَتِسْعِ بَنَاتٍ  
وَسِتِّ جَدَّاتٍ، ثُمَّ اضْرِبْ سِهَامَ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ، فِي مَسْئَلَةٍ مَنْ يُرَدُّ  
عَلَيْهِ وَسِهَامَ مَنْ يُرَدُّ عَلَيْهِ فِيمَا بَقِيَ مِنْ مَخْرَجِ فَرْضٍ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ.  
وَإِنْ انْكَسَرَ عَلَى الْبَعْضِ فَتَصْحِيحُ الْمَسَائِلِ بِالْأَصُولِ الْمَذْكُورَةِ.

ترجمہ: اور چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ دوسرے (یعنی من یرد علیہ کی دو یا تین جنسوں) کے ساتھ  
من لا یرد علیہ ہو، تو من لا یرد علیہ کے حصہ کے مخرج سے جو بچے اسے من یرد علیہ کے مسئلے  
پر تقسیم کر دیجئے، اب اگر برابر تقسیم ہو جائے تو بہت اچھا، اور یہ صرف ایک صورت میں

ہوگا اور وہ یہ ہے کہ بیویوں کے لیے ربع ہو اور باقی اہل رد (اصحاب فروض نسبی) کے درمیان تین حصے ہو کر تقسیم ہوتا ہو، جیسے بیوی، چار دادیاں اور چھ ماں شریک بہنیں، اور اگر برابر تقسیم نہ ہو، تو خواہ کوئی بھی نسبت ہو من یرد علیہ کے پورے مسئلے کو من لا یرد علیہ کے حصے کے مخرج میں ضرب دیں، پس حاصل ضرب دونوں فریقوں کے حصوں کا مخرج ہوگا جیسے چار بیویاں، نو لڑکیاں اور چھ دادیاں۔ پھر (ہر ایک کا حصہ معلوم کرنے کے لیے) من لا یرد علیہ کے حصوں کو من یرد علیہ کے مسئلے میں ضرب دیں اور من یرد علیہ کے حصوں کو من لا یرد علیہ کے حصے کے مخرج کے مابقی میں ضرب دیں، اور اگر بعض فریق پر کسر واقع ہو جائے تو مسائل کی تصحیح بیان کردہ قواعد سے ہوگی۔

### توضیح و تشریح: یہاں پانچ بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) رد کے چوتھے قاعدہ کی وضاحت مع تخریجی مسائل (۲) حصہ نکالنے کا آسان طریقہ (۳) مصنف کا اس چوتھے قاعدے کے تحت صرف قاعدہ تماشل و تباین کو ذکر کرنے کی وجہ اور صورت تماشل میں ”وہذا فی صورت واحدہ“ کے دعویٰ کی کیا وجہ ہے؟ (۴) رد سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب (۵) قواعد رد کی وجہ حصر مع نقشہ

### بحث اول: رد کے چوتھے قاعدے کی وضاحت مع تخریجی مسائل:

اگر من یرد علیہ کی دو یا تین جنسوں کے ساتھ من لا یرد علیہ بھی ہو، تو من لا یرد علیہ اور من یرد علیہ دونوں کے مسئلے الگ الگ بنائے جائیں گے، پھر اگر من لا یرد علیہ کو دینے کے بعد اس کے مابقیہ اور من یرد علیہ کے مسئلہ میں تماشل کی نسبت ہو تو مابقیہ من یرد علیہ کو

دے دیا جائے گا، اور من لا یرد علیہ کا مخرج ہی من یرد علیہ کا مخرج ہوگا۔ یہ بھی جان لینا چاہیے کہ تماثل کی صورت صرف ایک ہی صورت میں ممکن ہے، اور وہ یہ ہے کہ بیوی کو ربع دیا جائے اور من یرد علیہ کا مسئلہ تین سے بنے جیسے بیوی، چار دادیاں اور چھ اخیانی بہنیں، اور اگر من لا یرد علیہ کو دینے کے بعد مابقیہ اور من یرد علیہ کے مسئلے میں تماثل نہ ہو، تو من یرد علیہ کے مسئلہ ردیہ کو من لا یرد علیہ کے مسئلے میں ضرب دیں گے، حاصل ضرب سے ہر ایک کا حصہ نکلے گا جیسے چار بیوی، نو لڑکی اور چھ دادی۔

قاعدہ رابعہ کے تحت آنے والے مسائل کی تخریج:  
تماثل کی مثال:

| مسئلہ: ۴/۴ ماباقی ۳      مسئلہ: ۶/۳ |        |           |
|-------------------------------------|--------|-----------|
| زوجہ                                | ۴/جدات | ۶/راخ لام |
| ربع                                 | سدس    | ثلث       |
| ۱                                   | ۱      | ۲         |

وضاحت:

غور کیجئے ماباقی (۳) اور من یرد علیہ کے مسئلہ ردیہ (۳) میں تماثل ہے، اس لیے ضرب کی ضرورت نہیں ہے۔

تباين کی مثال:

مسئلہ:  $۵ \times ۸ = ۳۶ \times ۴۰ = ۱۴۴۰$  / مابقی ۷ مسئلہ: ۶/۵ (اعداد محفوظہ: ۴، ۶، ۹، ۳۶)

| ۴/زوجہ                           | ۹/بنات                            | ۶/جدہ                            |
|----------------------------------|-----------------------------------|----------------------------------|
| ثمن                              | ثلثان                             | سدس                              |
| $\frac{۵ \times ۱}{۳۶ \times ۵}$ | $\frac{۷ \times ۲}{۳۶ \times ۲۸}$ | $\frac{۷ \times ۱}{۳۶ \times ۷}$ |
| ۱۸۰                              | ۱۰۰۸                              | ۲۵۲                              |

وضاحت:

مذکورہ بالا مثال میں من لایرد علیہ کا مابقی (۷) اور من لایرد علیہ کے مسئلہ ردیہ (۵) میں تباين کی نسبت ہے، اس لیے قاعدہ تباين پر عمل کرتے ہوئے اولاً مسئلہ ردیہ کے پانچ کومن لایرد علیہ کے اصل مسئلہ (۸) میں ضرب دیا گیا تو حاصل ضرب ۴۰ نکلا، یہی مسئلہ کی پہلی تصحیح ہے، پھر ہر فریق کا حصہ نکالنے کے لیے ہم نے من لایرد علیہ کے مابقی (۷) کو من لایرد علیہ کے سہام میں ضرب دیا تو بنات کے سہام (۴) میں (۷) سے ضرب دیا تو حاصل ضرب (۲۸) نکلا، اور جدہ کے سہام ایک میں ضرب دیا تو حاصل ضرب (۷) نکلا، اور مسئلہ ردیہ کے کل (۵) کو من لایرد علیہ کی سہام (۱) میں ضرب دیا، تو حاصل ضرب (۵) نکلا، پھر ہر طائفہ کے رؤس پر ان کے سہام ٹوٹ رہے ہیں، اس لیے دوبارہ تصحیح کی ضرورت پڑی، اولاً ہر وارث کے سہام و رؤس میں تباين کی نسبت ہونے کی وجہ سے سارے وارثین کے کل عدد رؤس کو محفوظ کر لیا ۴، ۶، ۹۔ پھر ان محفوظ کردہ اعداد کے مابین توافق کی نسبت ہے، اس لیے ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دیا تو حاصل

ضرب (۳۶) نکلا، اس کو تصحیح مسئلہ (۴۰) میں ضرب دیا تو حاصل ضرب (۱۴۴۰) نکلے، یہی مسئلہ کی دوسری تصحیح ہے۔ پھر ہر فریق کا حصہ نکالنے کے لیے عدد مضروب (۳۶) کو اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام میں ضرب دے دیا۔

### بحث ثانی: حصہ نکالنے کا آسان طریقہ:

مسئلہ ردیہ میں حصہ نکالنے کے سلسلے میں غلطی سے بچے کے لیے بطور آسانی (X) ضرب کا یہ نشان یاد رکھیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ من لا یرد علیہ کے مابقی کو (جو دائیں جانب اوپر لکھا ہوا ہے) من لا یرد علیہ کے سہام میں (جو بائیں جانب نیچے کی طرف ہیں) ضرب دیا جائے گا، اس کو یاد رکھنے کے لیے (X) ضرب کے نشان کی ایک لکیر (/) کو جو دائیں جانب کے اوپر سے بائیں جانب کے نیچے کی طرف کھینچی جاتی ہے۔ اور (X) ضرب کی دوسری لکیر (۱) جو بائیں جانب کے اوپر سے دائیں جانب کے نیچے کی طرف کھینچی جاتی ہے، ذہن نشین کر لیں، اس سے یہ دھیان میں رکھیں کہ من یرد علیہ کے مسئلہ ردیہ کے عدد کو (جو بائیں جانب اوپر لکھا ہوا ہے) کو من لا یرد کے سہام میں (جو دائیں جانب نیچے لکھا ہوا ہے) میں ضرب دیا جائے گا۔ (مؤلف)

بحث ثالث: چوتھے قاعدے کے تحت صرف قاعدہ تماثل و تباین کو ذکر کرنے کی وجہ:

سوال: مصنفؒ نے اس چوتھے قاعدہ رد کے تحت صرف تماثل و تباین کی صورت ذکر کی ہے، تداخل و توافق کی صورت کو کیوں نہیں بیان کیا؟ نیز صورت تماثل میں ”و هذا



في صورة واحدة“ کہہ کر یہ دعویٰ کیوں کیا کہ تماثل کی صورت صرف ایک صورت میں پیش آتی ہے؟

جواب: قاعدہ رد کی اس چوتھی صورت میں بتایا جا چکا ہے کہ دو مسئلے الگ الگ بنائے جائیں گے اور من یرد علیہ کا مسئلہ صرف چار اعداد (۵،۴،۳،۲) سے رد یہ ہوگا، اور من لا یرد علیہ کا اصل مسئلہ ان کے یعنی زوجین کے فروض (نصف، ربع، ثمن) کے اعتبار سے صرف تین (۸،۴،۲) سے بنے گا، جس میں سے ان کو ان کا اقل مخرج ایک دینے کی بعد ان اعداد ثلاثہ کا مابقی (۷،۳،۱) ہوگا۔ (۱)

اب من یرد علیہ کے مسئلہ کے اعداد اربعہ (۵،۴،۳،۲) اور من لا یرد علیہ کے

(۱) اصول مسائل أهل الرد إذا لم يكن معهم أحد الزوجين أربعة، اثنان، وثلاثة، وأربعة، وخمسة و مخرج فرض الزوجين ثلاثة، لأن فرضهما إما نصف أو ربع أو ثمن. (العذب الفاضل: ۶/۲)

وهذا في صورة واحدة وذلك لأن الباقي من مخرج فرض من لا یرد علیہ إما واحد بأن يكون مخرج فرضه اثنين كما إذا أعطى الزوج النصف مع عدم الولد..... و أما ثلاثة بأن تكون مخرج ذلك الفرض أربعة، كما إذا أعطى الزوج الربع مع وجود البنات، أو الزوجة مع عدمهن فإن كانت البنات مفردات، فالمسئلة من القسم الثالث أيضاً، و ان كن مع ذي فرض آخر فحينئذ تكون مسئلة من یرد علیہ أرباعاً أو أخماساً، و لا تستقيم الثلاثة على شيء من الأربعة و الخمسة و ان كانت صاحب الربع الزوجة تتصور ههنا الإستقامة كما نذكره. و أما سبعة كما إذا كان المخرج ثمانية فتعطى المرأة ثمنها و تبقى سبعة، و لا إستقامة ههنا أيضاً أن مسئلة من یرد علیہ لا تجاوز الخمسة كما مرّ، و لا يمكن أن تستقيم السبعة على عدد أقل منها، فليس يمكن أن يستقيم الباقي من مخرج فرض من لا یرد علیہ مسئلة من یرد علیہ في هذا القسم إلا في صورة واحدة.

(الشريفية: ص ۷۹)

ما باقی (۱، ۳، ۷) کے مابین فرداً فرداً نسبت دیکھی جائے تو سوائے تماثل اور تباین کے کوئی اور نسبت نہیں ہے، نیز تماثل کی نسبت ایک ہی صورت میں ہے اسی لیے مصنفؒ نے اس چوتھی صورت میں صرف تماثل کی ایک صورت اور تباین کی دیگر صورتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صرف تماثل و تباین کو بیان کیا، توافق و تداخل کو اس لیے بیان نہیں کیا کہ ان کا یہاں وجود ہی نہیں ہے۔ (۱)

مثلاً: من یرد علیہ کے اعداد اربعہ (۲، ۳، ۴، ۵) میں سے (۲) کو لے کر من لا یرد علیہ کے اعداد ثلاثہ (۱، ۳، ۷) کے مابین نسبت دیکھئے، یعنی (۲) اور (۱) میں، (۲) اور (۳) میں، (۲) اور (۷) میں، تو معلوم ہوا کہ ہر صورت میں تباین ہے۔ اسی طرح (۳) کو لے کر اعداد ثلاثہ (۱، ۳، ۷) کے مابین نسبت دیکھئے تو صرف (۳) اور (۳) میں تماثل ہے، اس کے علاوہ (۳) اور (۱)، اور (۳) اور (۷) میں تباین ہے؛ اسی طرح اعداد اربعہ کے (۴) اور (۵) کا تقابل، جب اعداد ثلاثہ سے کیا جائے گا تب بھی ہر صورت میں تباین ہی کی نسبت ہوگی۔

(۱) فإن قلت قد اعتبر في القسم الثالث المماثلة و الموافقة و المباینة بین الباقي من أقل مخرج فرض من لا یرد علیہ و بین عدد رووس من یرد علیہ، فلماذا اقتصر في القسم الرابع علی المماثلة و المباینة بین ذلك الباقي و بین مسئله من یرد علیہ، قلت لأن الباقي من مخرج فرض من لا یرد علیہ إما واحد أو ثلاثة أو سبعة كما سبق تقريره من أن المخرج إما اثنان و إما أربعة و إما ثمانية و مسئله من یرد علیہ إما اثنان أو ثلاثة أو أربعة أو خمسة كما سلف تصويره و لا موافقة أصلاً بین هذه الأعداد و بین تلك الرووس بخلاف القسم الثالث إذ يمكن فيه أن يكون عدد رووس من یرد علیہ عددًا موافقًا للباقي من مخرج فرض من لا یرد علیہ كما في المثال الذي سبق ذكره.

(الشريفة: ص ۸۲)

اعدادِ اربعہ (۲، ۳، ۴، ۵) اور اعدادِ ثلاثہ (۱، ۳، ۷) کا تقابلی نقشہ:

| اعدادِ اربعہ | اعدادِ ثلاثہ | نسبت  |
|--------------|--------------|---|
| ۲            | ۷، ۳، ۱      | ہر صورت میں بتاین                           |
| ۳            | ۷، ۳، ۱      | (۳) اور (۳) کے علاوہ دونوں صورتوں میں بتاین |
| ۴            | ۷، ۳، ۱      | ہر صورت میں بتاین                           |
| ۵            | ۷، ۳، ۱      | ہر صورت میں بتاین                           |

بحثِ رابع: رد سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں:

ایک شخص کا انتقال ہوا بوقت انتقال بیوی، لڑکی اور ماں موجود تھے، ان کے درمیان جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی۔

الجواب وباللہ التوفیق!

بشرطِ صحت سوال وعدم موانع ارثِ مرحوم کی کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ بیوی، لڑکی اور ماں کے مابین شریعتِ اسلامیہ کے قانون کے مطابق درج ذیل طریقے کے مطابق تقسیم ہوگی: مرحوم کی کل متروکہ جائیداد میں سے اولادِ مرحوم کی تجہیز و تکفین کے اوسط اخراجات نکالے جائیں، پھر مرحوم کے ذمہ قرض ہو تو اُسے ادا کیا جائے، پھر مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو، تو اسے بقیہ ترکہ کے ایک تہائی حصہ میں نافذ کیا جائے (۱)، پھر باقی ترکہ کل ۳۲ حصوں میں تقسیم کر کے (۲) ۴ حصے مرحوم کی بیوی کو بطور ثمن (۳) ۲۱ حصے

بیٹی کو بطور نصف (۴)، ۷ حصے ماں کو بطور سدس (۵) از روئے شرع دیا جائے گا۔

$$\text{مسئلہ: } ۳۲ = ۴ \times ۸ \quad \text{مابقی ۷ مسئلہ: } ۴/۶$$

|                        |                        |                        |
|------------------------|------------------------|------------------------|
| زوجہ                   | نصف                    | ام                     |
| ثمن                    | نصف                    | سدس                    |
| $\frac{۴ \times ۱}{۷}$ | $\frac{۷ \times ۳}{۷}$ | $\frac{۷ \times ۱}{۷}$ |
| ۴                      | ۲۱                     | ۷                      |

#### والحجة على ما قلنا

(۱) مافی السراجی فی المیراث : تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة، الأول يبدأ بتكفينة وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضى ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة واجماع الأمة: ص ۳.

(۲) مافی السراجی فی المیراث: الرابع ان يكون مع الثاني من لا يرد عليه، فاقسم مابقي من مخرج فرض من لا يرد عليه على مسألة من يرد عليه، فان استقام فيها، وإن لم يستقم فاضرب جميع مسألة من يرد عليه في مخرج فرض من لا يرد عليه فالمبلغ مخرج فروض الفريقين.

(ص: ۴۶، باب الرد)

(۳) مافی القرآن الکریم: فإن كان لكم ولد فلهن الثمن فماتر کتم. (النساء ۱۲)

مافی السراجی فی المیراث: اما للزوجات الثمن مع الولد أو ولد الابن وان سفل. (ص: ۱۲)

(۴) مافی القرآن الکریم: إن كانت واحدة فلها النصف. (النساء ۱۱)

مافی السراجی فی المیراث: واما لبنات الصلب فأحوال ثلث النصف للواحدة. (ص: ۱۲)

(۵) مافی القرآن الکریم: ولأبويه لكل واحد منهما السدس مما ترك ان كان له ولد. (النساء ۱۱)

مافی السراجی فی المیراث: وأما للام فأحوال ثلث السدس مع الولد أو ولد الابن وان سفل. (ص: ۱۷)

والله اعلم بالصواب

## بحث رابع: رد سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ایک شخص کا انتقال ہوا، بوقت انتقال بیوی، لڑکی اور ماں موجود تھے، ان کے درمیان جائیداد کی شرعی تقسیم کس طرح ہوگی؟

الجواب وبالله التوفیق!

بشرط صحت سوال وعدم موانع ارث مرحوم کی کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ بیوی، لڑکی اور ماں کے مابین شریعت اسلامیہ کے قانون کے مطابق درج ذیل تقسیم کے مطابق تقسیم ہوگی۔

مرحوم کی کل متروکہ جائیداد میں سے اولاً مرحوم کی تجہیز و تکفین کے اوسط اخراجات نکالے جائیں، پھر مرحوم کے ذمہ قرض ہو تو اسے ادا کیا جائے، پھر مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو، تو اسے بقیہ ترکہ کے ایک تہائی حصہ میں نافذ کیا جائے (۱)، پھر باقی ترکہ کل ۳۲ حصوں میں تقسیم کر لیا جائے (۲)، اور اس میں سے ۴ حصے مرحوم کی بیوی کو بطور ثمن (۳)، بیٹی کو ۲۱ حصے بطور نصف (۴)، ماں کو ۷ حصے بطور سدس (۵) از روئے شرع دیا جائے۔

مسئلة:  $32 = 8 \times 4$  مابقي ٤ مسئلة:  $32/6$

|                         |                         |                        |
|-------------------------|-------------------------|------------------------|
| زوجہ                    | نصف                     | ام                     |
| ثمن                     | نصف                     | سدس                    |
| $\frac{32 \times 1}{2}$ | $\frac{4 \times 32}{2}$ | $\frac{4 \times 1}{2}$ |
| ١٦                      | ٦٤                      | ٢                      |

### والحجة على ما قلنا !

(١) ما في السراجي في الميراث: تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة، الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضى ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة واجماع الأمة. (ص: ٣، ٤)

(٢) ما في السراجي في الميراث: الرابع ان يكون مع الثاني من لا يرد عليه، فاقسم مابقي من مخرج فرض من لا يرد عليه على مسئلة من يرد عليه، فان استقام فيها، وإن لم يستقم فاضرب جميع مسئلة من يرد عليه في مخرج فرض من لا يرد عليه، فالميلغ مخرج فروض الفريقين.

(ص: ٣٦، باب الرد)

(٣) ما في القرآن الكريم: فان كان لكم ولد فلهن الثمن فما تركتم. (النساء: ١٢)

ما في السراجي في الميراث: اما للزوجات الثمن مع الولد أو ولد الابن وان سفل. (ص: ١٢)

(٤) ما في القرآن الكريم: ان كانت واحدة فلها النصف. (النساء: ١١)

ما في السراجي في الميراث: واما لبنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدة. (ص: ١٢)

(٥) ولأبويه لكل واحد منهما السدس مما ترك ان كان له ولد. (النساء: ١١)

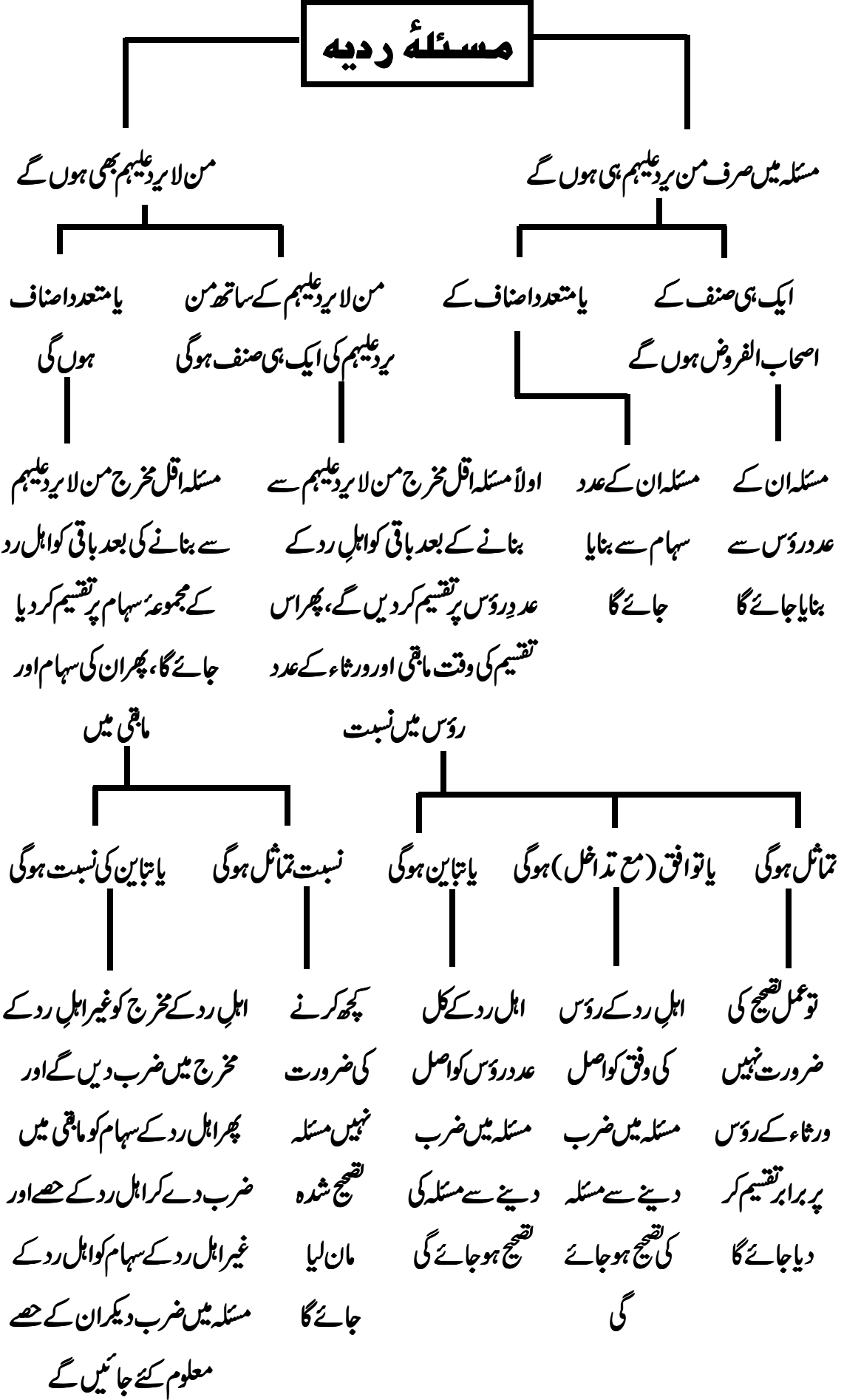
ما في السراجي في الميراث: واما للأم فاحوال ثلث السدس مع الولد أو ولد الابن وان سفل.

(ص: ١٤)

والله اعلم بالصواب

## بحثِ خامس: قواعد رد کی وجہ حصر مع نقشہ رد:

ان اصولِ اربعہ کی دلیل حصر یہ ہے کہ ورثہ دو حال سے خالی نہیں ہوں گے یا تو صرف من یرد علیہ موجود ہوں گے یا من یرد علیہ اور من لا یرد علیہ دونوں ہوں گے؟ اگر صرف من یرد علیہ موجود ہوں تو پھر دو حال سے خالی نہیں، یا تو صرف ایک جنس کے ہوں گے یا متعدد اجناس کے ہوں گے، اول صورت کے لیے پہلا اصول اور دوسری صورت کے لیے دوسرا اصول ہے۔ اور اگر صرف من یرد علیہ موجود نہیں بل کہ ان کے ساتھ من لا یرد علیہ بھی موجود ہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں، یا تو من لا یرد علیہ کے ساتھ من یرد علیہ کی صرف ایک جنس ہوگی، اس کے لیے تیسرا اصول ہے، اور یا متعدد اجناس ہوں گی اس کے لیے چوتھا اصول ہے۔





## مقاسمۃ الجد کا بیان

بَابُ مُقَاسَمَةِ الْجَدِّ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَنْ تَابَعَهُ مِنَ الصَّحَابَةِ بَنُو الْأَعْيَانِ وَالْعَلَّاتِ، لَا يَرْتُونُ مَعَ الْجَدِّ وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَبِهِ يُفْتَى، وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَرْتُونُ مَعَ الْجَدِّ وَهُوَ قَوْلُهُمَا وَقَوْلُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى.

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیقؓ اور ان کے متبعین صحابہ کرامؓ نے ارشاد فرمایا کہ حقیقی اور علاتی بھائی بہن دادا کی موجودگی میں وارث نہیں ہوں گے، یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور زید ابن ثابتؓ نے ارشاد فرمایا کہ یہ حقیقی و علاتی بھائی بہن دادا کی موجودگی میں وارث ہوں گے اور یہی صاحبین اور امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے۔

توضیح و تشریح: یہاں تین بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) مقاسمہ کے لغوی و اصطلاحی معنی (۲) مقاسمہ کے ثبوت و عدم ثبوت کے

سلسلے میں مذاہب ائمہ مع دلائل (۳) باب مقاسمۃ میں اختلاف کے اسباب۔

بحث اول: مقاسمہ کے لغوی و اصطلاحی معنی:

مقاسمہ یہ مفاعلہ کے وزن پر قسمت سے مشتق ہے، اس کے لغوی معنی ہیں تقسیم

کرنا۔ اور اصطلاح میں دادا اور بھائی بہنوں کے درمیان ترکہ تقسیم کرنا۔ (۱)

بحث ثانی: مقاسمہ کے ثبوت و عدم ثبوت کے سلسلہ میں مذاہب ائمہ مع دلائل و وجہ ترجیح:

مانعین مقاسمہ: یہ مسئلہ کہ دادا کے ساتھ حقیقی اور علاتی بھائی بہن محروم ہوں گے، یا مستحق، خیر القرون ہی میں صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین کے درمیان مختلف فیہ رہا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور ان کے متبعین صحابہ کرام کا مذہب یہ ہے کہ دادا کی موجودگی میں حقیقی و علاتی بھائی بہن سب محروم ہوں گے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا مذہب اس مسئلہ میں یہی ہے، اور اسی پر فتویٰ بھی ہے، اسی لیے احناف کا مفتی بہ مسلک یہی ہے۔

(الف) دلیل کتاب: وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ

وَيَعْقُوبَ. (۲) مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ. (۳)

كَمَا أَتَمَّهَا عَلَى أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ. (۴)

أَبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا، فَرِيضَةٌ مِنْ

اللَّهِ، إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا. (۵)

(۱) المقاسمة لغة مصدر يقال قاسم فلان فلانا أخذ كل منهما قسمة ..... و تفسیر المقاسمة هنا أن يجعل الجد في القسمة كأحد الإخوة، فيقسم المال بينه وبين الإخوة للذكر مثل حظ الأنثيين.

(الموسوعة الفقهية: ۳۸/۳۲۶)

(۵) النساء: ۱۱

(۴) یوسف: ۶

(۳) الحج: ۷۸

(۲) یوسف: ۳۸

## طریقۂ استدلال:

مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ میں فروع میت سے بیٹا پوتا، پڑپوتا، تا سلسلہ اخیر مراد ہے، اور ان کا حکم اپنے سے قریبی کے نہ ہوتے ہوئے ایک ہی ہے، یعنی ابن الابن کا حکم ابن کی عدم موجودگی میں ابن کا ہی ہوگا، ایسے ہی اصولِ میت سے صرف باپ مراد نہیں ہے بل کہ دادا پردادا اور تک مراد ہے، یعنی باپ کی عدم موجودگی میں دادا کا حکم وہی ہوگا جو باپ کا ہے، اسی لیے جیسے باپ کی وجہ سے اخوة و اخوات ساقط ہو جاتے ہیں، دادا کی وجہ سے بھی ساقط ہو جائیں گے، اور اس استدلال کی دلیل ابن عباس رضی اللہ کا فرمان ہے ”کیا زید ابن ثابت اللہ سے نہیں ڈرتے اس بات سے کہ انہوں نے ابن الابن کو تو ابن کا قائم مقام بنادیا لیکن دادا کو باپ کا قائم مقام نہیں بناتے“۔ (۱)

(ب) دلیل سنت: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأُولَى رَجُلٍ ذَكَرَ. (۲)

(۱) و وجه الدلالة من الآية أن الابن و ابن الابن أدخلهم سياق الآية في الأبناء، و هم فروع الميت و ان نزلوا، و حكمهما و احد عند فقد أحدهما، أى يعامل ابن الابن معاملة الابن عند عدم وجود الابن، كذلك الآباء في قوله (أبناءكم) فالاب و ابو الاب و هو الجد، دخل في سياق الآباء و ان علت جهتهم، و من هنا قالوا يعامل الجد معاملة الاب عند فقد، و من ثم يحجب الاخوة و الاخوات جميعهم من كل الجهات كالاب تماما، و من الأدلة على ذلك القياس، قال ابن عباس رضي الله عنه ”ألا يتقى الله زيد يجعل ابن الابن ابنا“ و لا يجعل أبا الاب أبا.

(الجداول الإلكترونية: ص ۱۱۵)

(۲) الصحيح للبخاري: ۹۹۷/۲، كتاب الفرائض باب ميراث الولد من أبيه و أمه

مفہوم حدیث:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ فرائض یعنی فروض ستہ جو کتاب اللہ میں متعین و مقرر ہیں، ان کو ان کے اہل یعنی اصحاب فرائض کے ساتھ لاحق کرو، اور جو کچھ مال ان سے بچ جائے تو اس کا زیادہ حقدار مذکور وارث ہے۔

طریقہ استدلال:

باب عصابات میں عصبہ بنفسہ کے ترتیب وار چار درجات ہیں:

(۱) فرع میت بیٹا پوتا وغیرہ (۲) اصل میت باپ دادا وغیرہ (۳) فرع اصل قریب بھائی بھتیجا وغیرہ (۴) فرع اصل بعید چچا، چچا کا لڑکا وغیرہ، ان چاروں میں وراثت درجہ وار تقسیم ہوتی ہے، یعنی پہلے کے ہوتے ہوئے بعد کے تینوں ساقط ہو جاتے ہیں اور دوسرے کے ہوتے ہوئے بعد کی دونوں ساقط ہو جاتے ہیں علیٰ ہذا القیاس۔ اب حدیث میں ”فلأولی رجل ذکر“ سے یہی مراد ہے کہ جدا ایسا مذکر ہے جو فرع اصل قریب بھائیوں وغیرہ سے مقدم ہونے کی وجہ سے حقدار ہوگا۔ اور اخوہ چوں کہ عصابات میں جد سے مؤخر ہیں، اس لیے محجوب ہوں گے۔ (۱)

(۱) واستدلوا بالسنة ومنها قول النبي صلى الله عليه وسلم ”ألحقوا الفرائض بأهلها فما بقي فلأولی رجل ذکر“ و الجد أولى رجل ذکر أولى رجل ذکر بعد فروع الميت المذكور.

(الوجیز فی المیراث: ص ۹۲)

## (ج) دلیل قیاس:

دلیل اول: چند احکام میں دادا باپ کی طرح ہے۔ مثلاً:

- (۱) پوتے کے قتل کی وجہ سے دادا سے قصاص نہیں لیا جاتا ہے، جیسا کہ باپ سے نہیں لیا جاتا۔ (۲) باپ کی طرح دادا کا اولاد ام (اخیا فی بھائی بہن) کے لیے حاجب ہونا (۳) دادا کی موجودگی میں بھائی کو ولایت نکاح حاصل نہیں ہے جس طرح باپ کی موجودگی میں حاصل نہیں ہوتی۔ (۴) پوتے کی بیوی کا دادا پر اور دادا کی بیوی کا پوتے پر حرام ہونا جیسا کہ باپ میں ہے۔ (۵) دادا کے حق میں پوتے کی، اور پوتے کے حق میں دادا کی شہادت کا قبول نہ ہونا یہی حکم بیٹے اور باپ کا ہے۔ (۶) باپ کی عدم موجودگی میں اگر دادا نے پوتے کی باندی سے وطی کر لی تو وہ دادا کی ام ولد ہو جائے گی، جیسا کہ باپ کے وطی کرنے سے ام ولد ہو جاتی ہے۔ (۷) دادا کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں جیسا کہ باپ کو دینا جائز نہیں ہے۔ (۸) دادا کو باپ کی طرح ولایت نکاح و ولایت مال دونوں حاصل ہے۔ (۹) دادا کو باپ کی طرح ولایت اجبار بھی حاصل ہے۔

نیز دادا تمام ابواب میراث میں باپ کی عدم موجودگی میں باپ کی طرح ہے، اسی لیے وہ باپ کی عدم موجودگی میں ابن کی موجودگی میں فرض محض (سدس) اور بنت کی موجودگی میں فرض مع التعصیب کا حقدار ہوتا ہے۔ اور کسی اولاد کے نہ ہونے کی صورت میں عصبہ محض ہوتا ہے جو اس کے قوت پر بین دلیل ہے۔ (۱)

(۱) اعلم أن الجد يشبه الأب في حجب أولاد الام، وفي انه إذا زوج الصغير أو الصغيرة لم يكن لهما خيار إذا بلغنا، وفي أنه لا ولاية للأخ في النكاح مع قيام الجد في ظاهر الرواية كالأب =

دلیل ثانی: مسئلہ اولیٰ: ابن (بیٹا) جیسے باپ کو ساقط نہیں کرتا ایسے ہی دادا کو بھی ساقط نہیں کرتا ہے برخلاف اخوة (بھائی) کہ ان کو بیٹا ساقط کر دیتا ہے۔

مسئلہ ثانیہ: دادا اخیانی بھائی بہنوں کو بالا جماع ساقط کر دیتا ہے جیسے باپ ساقط کر دیتا ہے برخلاف اخوة (حقیقی، علانی بھائی) یہ اخیانی بھائی بہنوں کو ساقط نہیں کرتے ہیں۔

طریقہ استدلال: مذکورہ بالا دونوں مسائل متفق علیہ ہیں، اب اگر ہم دادا کو بطو مقاسمہ بھائی کے قائم مقام مان لیں تو دو خرابی لازم آئے گی۔ پہلی خرابی دادا بھی ابن کی وجہ سے ساقط ہو جائے گا۔

دوسری خرابی: اور وہ یہ ہے کہ دادا کی وجہ سے اخیانی بھائی بہن ساقط نہیں ہوں گے؛ اسی طرح اگر ہم اخوة (بھائی) کو دادا کے قائم مقام مانتے ہیں، تو بھی دو خرابی لازم آئے گی: پہلی خرابی اخوة (بھائی) کی وجہ سے بھی اخیانی بھائی بہن ساقط ہو جائیں گے، اور دوسری خرابی: ابن کی وجہ سے اخوة ساقط نہیں ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ مد مقابل کا مذہب متفق علیہ مسئلہ کے متعارض ہوا، اس لیے پہلا ہی مذہب صحیح ہے۔ (۱)

= وفي أنه لا يقتل الجد بولد الولد، وفي أن حليلة كل واحد من الجانبين تحرم على الآخر، وفي عدم قبول الشهادة، وفي صحة إستيلاد الجدة مع عدم الأب، وفي أنه لا يجوز دفع الزكاة إليه، وفي أنه يتصرف في المال و النفس كالأب. (الشريفية: ص ۸۳) --- و أن الجد أب عند الجميع في باب الميراث عند عدم الأب، فيأخذ السدس فرضاً أو السدس فرضاً و تعصياً أو الباقي عصبة فدل ذلك على قوته. (الوجيز في الميراث: ص ۹۲)

(۱) ومنها ان الابن يسقط الإخوة ولا يسقط الجد، ومنها أن الجد يحجب إخوة الأم بالإجماع =

## قائلین مقاسمہ:

حضرت علی و ابن مسعود و زید ابن ثابت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مسلک یہ ہے کہ حقیقی اور علاتی بھائی بہن دادا کے ساتھ مستحق ہوں گے، اور یہی مسلک صاحبینؒ اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا بھی ہے۔

(الف) دلیل کتاب: (۱) لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ. (۱)

(۲) وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ. (۲)

مفہوم آیتین: پہلی آیت کا معنی یہ ہے کہ مردوں کے لیے حقِ ارث والدین اور رشتہ داروں کے چھوڑے ہوئے مال میں ثابت ہے۔ اور دوسری آیت کا معنی یہ ہے کہ بعض رشتہ دار بعض سے زیادہ میراث کے حقدار ہیں۔

طریقہ استدلال: مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں رجال اور اولوالارحام عموم پر ہے جس میں جدا و راخوہ دونوں داخل ہیں، یعنی جیسے دیگر رشتہ دار ایک دوسرے کی موجودگی میں وارث ہوتے ہیں، ایسے ہی جدا و راخوہ بھی ایک دوسرے کی موجودگی میں وارث ہوں گے۔ (۳)

= كالأب، فلو قام الجد مقام الشقيق لم يحجب الإخوة من الأم، و لو كان الشقيق بمنزلة الجد

لحجب الإخوة من الأم كالجد فمن جعل الجد بمنزلة الأخ فقد ناقض. (العذب الفاضل: ۱/۱۲۶)

(۱) النساء: ۷ (۲) الانفال: ۷۵

(۳) للرجال نصيب مما ترك الوالدان والأقربون و بقوله تعالى: وأولوا الأرحام بعضهم أولى ببعض في كتاب الله. وجه الاستدلال أن الجد والإخوة يدخلون في عموم الآيتين فلم يجز أن يحصر الجد بالمال دون الإخوة. (نهاية الهداية إلى تحرير الكفاية: ۱/۳۵۴)

(۳) وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ... الخ. (۱)  
 طریقہ استدلال: آیت میراث میں اخوہ کی میراث کا ذکر موجود ہے اس لیے اس کی  
 میراث تونس سے ثابت ہے، لیکن جد کا ذکر آیت میراث میں نہیں ہے؛ پس معلوم ہوا کہ  
 اخوہ جد سے قوی ہے، اور وارث قوی کو وارث ضعیف ساقط نہیں کر سکتا، اسی لیے جد اخوہ  
 کے لیے حاجب نہیں ہوگا۔ (۲)

(ب) دلیل قیاس:

دلیل اول: باب احکام میں دادا بھائی کی مشابہ ہے۔ مثلاً:

(۱) کسی غریب نابالغ بچے کا باپ نہ ہو، اور اس کا نفقہ اس کی ماں اور اس کے دادا  
 پر عائد ہو، تو اس بچے کا نفقہ تین حصوں میں منقسم ہو کر ایک حصہ اس کی ماں پر، اور دو حصے  
 اس کی دادا پر واجب الادا ہوں گے، جیسا کہ ماں کے ساتھ بھائی ہو تو ایک تہائی حصہ ماں پر  
 اور دو تہائی حصے بھائی پر واجب ہوتے ہیں۔ (۳)

(۲) تنگ دست دادا پر نفقہ واجب نہیں جیسا کہ تنگ دست بھائی پر نفقہ واجب

نہیں۔ (۴)

(۱) النساء: ۱۷۶ (۲) واستدلوا بقول الله تعالى: "يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ" الخ ووجه  
 الاستدلال من هذه الآية أن ميراث الإخوة ثابت بالنص، فلا يحجون إلا بنص أو إجماع أو قياس و  
 ما وجد شيء من ذلك، وكذا لك قالوا بل لم تجد للجد ميراثاً في القرآن الكريم.

(الوجيز في الميراث: ص/ ۹۴)

(۳) ويشبه الأخ في أنه إذا كان للصغير جد وأم كانت النفقة عليهما أثلاثاً على اعتبار الميراث.

(۴) وفي أنه لا تفرض النفقة على الجد المعسر كالأخ. (الشرعية: ص ۸۳)



(۳) دادا پر پوتے کا صدقہ فطر واجب نہیں، جیسا کہ بھائی کا بھائی پر واجب نہیں

ہے۔ (۱)

(۴) صغیر دین و مذہب میں دادا کے تابع نہیں ہوتا، یعنی دادا کے مسلمان ہونے

پر پوتے کو اس کے تابع مان کر مسلمان قرار نہیں دیا جاتا، جیسا کہ بھائی دین و مذہب میں

بھائی کے تابع نہیں ہوتا۔ (۲)

(۵) دادا کسی کے بارے میں یہ اقرار کرے کہ یہ میرا پوتا ہے، حال یہ ہے کہ دادا

کا بیٹا زندہ ہے، تو محض دادا کے اقرار سے ہی نسب کا ثبوت نہیں ہوگا، جب تک کہ دادا کا بیٹا

اقرار نہ کرے جیسا کہ بھائی کسی کے بارے میں یوں کہے، کہ یہ میرا بھائی ہے، تو محض اس

کے اقرار سے نسب کا ثبوت نہیں ہوتا، جب تک مقرر کا باپ اپنا بیٹا ہونے کا دعویٰ نہ

کرے۔ (۳)

دلیل ثانی: جب فرع اخ (بھتیجے) فرع جد (چچا) کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتے

ہیں تو اصل (اخوہ) جد کی وجہ سے بدرجہ اولی ساقط نہیں ہوں گے؛ کیوں کہ اصل اپنے

فروع سے قوی ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ دادا بھائیوں کو ساقط نہیں کرے گا۔ (۴)

(۱) وفي عدم وجوب صدقة الفطر للصغير على الجد. (الشريفية: ص ۸۳)

(۲) وفي أنه الصغير لا يصير مسلماً بالاسلام الجد. (الشريفية: ص ۸۳)

(۳) وفي أنه إذا أقر بنافلة وابنه حي لا يثبت النسب لمجرد إقراره. (الشريفية: ص ۸۳)

(۴) إن قوة الأبناء مكتسبة من قوة الآباء فلما كان بنو الإخوة لا يسقطون مع بني الجد فكذلك

الإخوة لا يسقطون مع الجد. (التعليق على رد المحتار: ۱۰/۵۱۹)

قائلین مقاسمہ کے دلائل کا جواب:

دلیل نقلی کا جواب: (۱) آیت کریمہ: ”للرجال نصیب مما ترک الوالدان و الأقربون“ میں رجال سے مراد اصحاب فرائض ہیں، اور اس پر قرینہ آیت کا اگلا جز ”مما قل منه أو کثر نصیباً مفروضاً“ ہے۔ اور یہاں (مقاسمۃ الجد) میں بحث عصبہ بنانے کی ہو رہی ہے۔ پس دلیل دعویٰ کے خلاف ہونے کی وجہ سے استدلال باطل ہو گیا۔ (۱)

(۲) آیت میراث ”یوصیکم اللہ فی أولادکم للذکر مثل حظ الانثین... الخ“ سے استدلال کرنا کہ اخوہ کی میراث نص سے ثابت ہے، اور جد کی میراث میں موجود نہیں ہے اس لیے جد اخوہ کے لیے حاجب نہیں ہوتا، یہ استدلال دو وجہ سے صحیح نہیں ہے۔

وجہ اول: دادا کو اللہ رب العزت نے بہت ساری جگہ باپ کی جگہ رکھ کر اس کو باپ کا نام دیا ہے جیسا کہ ”و اتبعت ملة أبائی ابراهیم و إسحق و یعقوب“ آیت کریمہ سے معلوم ہوا، کہ یوسف علیہ السلام کے والد تو یعقوب علیہ السلام تھے، ابراہیم و اسحاق علیہما السلام جد (دادا، پردادا) تھے اس کے باوجود آبائی سے تعبیر کیا۔

ایسے ہی آیت میراث میں جہاں باپ کی میراث کا ذکر ہے اسی آیت کریمہ کے

(۱) و يمكن أن يجاب عن استدلالهم بالآية الأولى، أن المراد هم أهل الفروض بدليل قول الله تعالى: ”مما قل منه أو کثر نصیباً مفروضاً“ (الوجیز فی المیراث: ص ۹۴)

عموم سے جد کے میراث کا بھی علم ہوگا۔ پھر یہ کہنا کہ دادا کی میراث نص میں موجود نہیں ہے، درست نہیں ہے۔ (۱)

وجہ ثانی: میراثِ اخوہ کا نص کتاب سے ثابت ہونے کا دعویٰ درست نہیں ہے، کیوں کہ بھائیوں کی توریث صرف صورت کلالہ میں ہے اور کلالہ اس شخص کو کہتے ہیں جس نے نو تو فروع مذکر چھوڑا ہو اور نہ ہی اصول مذکر چھوڑا ہو، اس کا ذکر قرآن میں ہے: ”**إِنْ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ**“ جو عدم ولد کی شرط کے ساتھ معلق ہے، یعنی بھائیوں کو اس وقت وراثت ملے گی، جب کہ میت کی زینہ اولاد نہ ہو۔

تو جیسے مسئلہ میں بیٹے پوتے تا سلسلہ اخیر کا موجود ہونا ”لیس له ولد“ کے تحت داخل ہو کر مسئلہ کو کلالہ کی صورت سے باہر کر دیتا ہے اور بھائیوں کی توریث کو روک دیتا ہے، ایسے ہی باپ دادا کی موجودگی بھی مسئلہ کو کلالہ کی صورت سے باہر کر کے بھائیوں کی توریث کو روک دے گا۔ (۲)

(۱) ويمكن الإجابة عن الاستدلال بهذا الدليل بأن الله تعالى جعل الجدة مكان الأب، و سماه أبا في أكثر من آية، فهو يحل محله عند فقده لعموم النصوص التي ذكرت سابقاً.

(الوجيز في الميراث: ص ۹۵)

(۲) فيجاء عنه بأن الله تعالى لم يجعل للإخوة ميراثاً إلا في الكلاله، و ولد الولد يخرج الإخوة من الميراث ويخرج المسئلة عن كونها كلاله لدخوله في قوله تعالى: ”ليس له ولد“ و نسبة أب الأب إلى الميت كنسبة ولد ولده إليه، فكما أن الولد و إن نزل يخرج المسئلة عن الكلاله فكذلك أب الأب و إن علا، و لا فرق بينهما البتة، فهذا قياس يخرج الإخوة من الميراث بالجد، و ورد النص أيضاً بجعل الجد أباً، و وردت السنة في توريثه كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ”الحقوا الفرائض بأهلها“ فلاحجة لهم فيه. (نهاية الهداية إلى تحرير الكفاية ۱/ ۳۶۱)

## دلیل قیاس کا جواب:

(۱) یہ کہنا کہ چند احکام میں بھائی دادا کے مشابہ ہے، اس لیے عصیت میں بھی بھائی دادا کی طرح ہوگا، اور دادا کی وجہ سے بھائی ساقط نہیں ہوگا، درست نہیں ہے، کیوں کہ چند احکام میں تساوی سے تمام احکام کی تساوی ثابت نہیں ہوتی ہے؛ اور عصیت میں تو اقرب فالاقرب کا اعتبار ہے جس میں دادا اَخ کی بہ نسبت میت سے زیادہ قریب ہے، اس لیے جد کی وجہ سے اَخ ساقط ہو جائے گا۔ (۱)

سوال: آپ نے بھی تو جد اور اَخ کے مابین اسی تساوی احکام کو بطور دلیل قیاس ذکر کیا ہے؟

جواب: ہم نے جد اور اَخ کی مابین تساوی احکام کو بطور دلیل قیاس تائیداً ذکر کیا ہے، اصلاً نہیں۔ فلا إشکال علیہ! (مؤلف)

(۲) دوسری دلیل قیاس کہ جب فرعِ اَخ (بھتیجا) فرعِ جد (چچا) کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتا ہے، تو بھائی بدرجہ اولیٰ جد کی وجہ سے ساقط نہیں ہوگا، یہ قیاس دو وجہ سے درست نہیں ہے۔

وجہ اول: فرعِ اَخ (بھتیجا) کا فرعِ جد (چچا) کی وجہ سے ساقط نہ ہونے کی وجہ فرعِ اَخ کا فرعِ جد کی بہ نسبت میت سے زیادہ قریب ہونا ہے (۲)۔ برخلاف اَخ اور جد کہ

(۱) و يمكن أن يجاب عن هذا بأنه لا يلزم من جعل الشيء كالشيء أن يساويه في جميع الأحكام. (العذب الفاضل: ۱/۱۴۶)

(۲) الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة أعني أولهم بالميراث جزء الميت ..... ثم جزء أبيه أي الإخوة ثم بنوهم وإن سفلوا ثم جده الأعمام ثم بنوهم وإن سفلوا. (السراجی فی الميراث: ص ۲۲)

یہاں معاملہ برعکس ہے اور وہ یہ ہے کہ بجائے اخ کے جد میت سے زیادہ قریب ہے۔ (۱)  
اسی لیے جد کی وجہ سے اخ ساقط ہوتا ہے۔ (مؤلف)

وجہ ثانی: آپ کی یہ دلیل قیاس، کہ فرع اخ، فرع جد کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتا منعکس ہو کر یہ تقاضا کرتی ہے کہ اخوة، جد، کو ساقط کر دیں، جیسا کہ بنو الاخوة (بھتیجے) بنو الجد (چچا) کو ساقط کر دیتے ہیں، اور یہ بات باطل ہے کیوں کہ اخوہ کی بہ نسبت جد کو میت سے زیادتی قرب حاصل ہے؛ نیز اس دلیل منعکس سے آپ کے مذہب (ثبوت مقاسمہ) پر زد پڑتی ہے کیوں کہ جب اخوہ جد کو ہی ساقط کر دے گا تو دادا کو بھائیوں کے ساتھ وارث بنانے کا معنی نہیں پایا جائے گا۔ (۲)

وجہ ترجیح: دونوں فریقوں کے دلائل پر نظر کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ قائلین مقاسمہ کے تمام ہی دلائل کا تسلی بخش جواب دے دیا گیا جب کہ مانعین مقاسمہ کے دلائل اپنے موقف پر مضبوط ہیں، جن کا کوئی اطمینان بخش جواب قائلین مقاسمہ کے پاس موجود نہیں ہے؛ اسی لیے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ علیہ نے احناف کے قول کی تائید میں بیس توجیہات بیان فرمائی ہے، ہم ان توجیہات میں سے إتماما للفائدة و إيضاحًا للمسئلة کی غرض سے چند توجیہات کا ذکر کرتے ہیں:

(۱) أعني أو لهم بالميراث جزء الميت ثم أصله أي الأب ثم الجد أي أب الأب و إن علائم جزء

أبيه أي الإخوة. (السراجی فی الميراث: ص ۲۲)

(۲) هذا الدليل يقتضي أن تكون الإخوة مسقطين للجد كما أن بني الإخوة يسقطون بني الجد و

هم الأعمام. (التعليق على رد المحتار: ۱۰/۵۱۹)

توجیہ اول: مانعین مقاسمہ میں کبار اور اعلم صحابہ حضرت ابوبکر، ابن عباس، ابن الزبیر رضی اللہ عنہم ہیں جن کا مذہب جد کے سلسلے میں یہ تھا کہ وہ اخوہ کے لیے حاجب ہے، ابن عباس بطور دلیل کے قرآن کی آیت پڑھتے تھے ”یا بنی آدم“ اور ”واتبع ملة أبائی ابراهيم واسحق ويعقوب“ اور ان کے مذہب میں کوئی تعارض بھی نہیں ہے؛ اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کسی صحابی نے اس مذہب کی مخالفت نہیں کی۔ (۱)

توجیہ ثانی: مقاسمہ کے سلسلے میں دو مذاہب ہیں:

(۱) مذہب ابی بکر رضی اللہ عنہ (۲) مذہب زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکرؓ کا مذہب درست ہے، جب کہ قول زید مختلف فیہ، کیونکہ انہوں نے جد کو بہنوں کے لیے عصبہ مانا ہے، اور یہ مؤنث کے جنس کے علاوہ سے کسی مذکر کو عصبہ بنانا ہے جس کی کوئی اصل شریعت میں موجود نہیں ہے، یعنی شریعت میں عورتوں کا مردوں کے لیے عصبہ بنانا اس وقت صحیح ہوتا ہے جب دونوں جنس واحد سے ہوں جیسے ابن و بنت، اخت عینی و أخ عینی، اخت علاقائی و أخ علاقائی، برخلاف بہنوں کے لیے جد کا عصبہ بنانا، تو یہاں

(۱) قال الإمام البخاري رحمه الله تعالى: وقال ابوبكر و ابن عباس و ابن الزبير الجد أب و قرأ ابن عباس ”یا بنی آدم“ ”واتبع ملة أبائی ابراهيم و إسحق و يعقوب“ و لم يذكر أن أحدًا خالف أبا بكر في زمانه أصحاب النبي متوافرون.

(الصحيح للبخاري: ۹۹۸/۲، كتاب الفرائض، باب ميراث الجد مع الأب و الإخوة)

(قوله قال أبو بكر) و هو أعلم الصحابة و أفضلهم و لم يتعارض عنه الروايات فلذلك اختاره

الإمام الأعظم. (حاشیه شریفیہ: الرقم: ۵/ص ۸۲)

مذکر و مؤنث دونوں خلاف جنس ہیں جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔ (۱)

سوال: جب بہنیں لڑکیوں کی ساتھ جمع ہوتی ہیں تو عصبہ مع الغیر بنتی ہیں، تو یہاں بنت و اخوات میں بھی تو اتحاد جنس موجود نہیں ہے، پھر بھی بہنیں عصبہ کیوں بنتی ہیں؟

جواب: یہاں عصبہ بنانے والا کوئی مذکر نہیں ہے بل کہ بنت ہے، اور ہمارا دعویٰ اس عصبہ کے سلسلے میں ہے جس میں عصبہ بنانے والا کوئی مذکر ہو، اور مذکر و مؤنث خلاف جنس سے ہوں، اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے، بالفاظ دیگر ہماری بحث عصبہ بالغیر کی سلسلے میں تھی، یعنی عصبہ کے افراد (مذکر و مؤنث) جنس واحد سے متعلق ہوں، برخلاف عصبہ مع الغیر، کہ اگر یہاں عصبہ کے افراد خلاف جنس سے متعلق ہوں تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ فلیتأمل! (۲)

توجیہ ثالث: اگر دادا کا انتقال ہو جائے تو دادا کے بیٹوں کے بیٹے (پوتے) تو وارث ہوتے ہیں لیکن دادا کی بہن پھوپھی ہونے کی وجہ سے بالاتفاق وارث نہیں ہوتی۔

(۱) إن الناس اليوم قائلان قائل بقول أبي بكر وقائل بقول زيد، ولكن قول الصديق هو الصواب، وقول زيد بخلافه، فإنه يتضمن تعصيب الجد للأخوات، وهو تعصيب الرجل جنسا آخر ليسوا من جنسه وهذا لا أصل له في الشريعة، إنما يعرف في الشريعة تعصيب الرجال للنساء إذا كانوا من جنس واحد كالبنين و البنات و الإخوة و الأخوات، بخلاف من عصب الأخوات بالجد فإنه عصبهن بجنس آخر أقوى تعصيباً منهن، وهذا لا عهد به في الشريعة البتة.

(نہایۃ الہدایۃ إلی الکفایۃ : ۱/ ۳۶۷)

(۲) ولا ینتقض هذا بالأخوات مع البنات، فإن الرجال لم یعصبوھن، و إنما عصبھن البنات.

(نہایۃ الہدایۃ إلی تحریر الکفایۃ : ۱/ ۳۶۷)

(مورث جد)

مثلاً: مسئلہ

اخذت الجدة (پر پھوپھی)

ابن الابن

م

عصبہ

ا

(مورث اب)

مسئلہ

ایسے ہی جب باپ کا انتقال ہو

اب الاب (دادا) اخذت الاب (پھوپھی)

جائے تو باپ کا باپ (دادا) وارث

ہوگا، لیکن باپ کی بہن وارث نہیں

م

عصبہ

ا

ہوگی۔ مثلاً:

وضاحت: مذکورہ بالا دونوں مثالوں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جیسے باپ دادا کے ساتھ ان کی بہنیں وارث نہیں ہوتی ہیں ایسے ہی جب میت کی بہنیں دادا کے ساتھ جمع ہو جائیں تو بہنیں وارث نہیں ہوں گی۔ (۱)

توجیہ رابع: حضرت زید بن ثابت کے مذہب میں تناقض ہے، کیوں کہ وہ ایک طرف اخوة و اخوات کو دادا کے ساتھ وارث بناتے ہیں، اور دادا کو جو بہتر ہو وہ دیتے ہیں اور دوسری طرف دادا کو نقصان پہنچانے کے لیے بنو العلات (علاقہ بھائی بہن) کو بنو الاعیان (یعنی بھائی بہن) کے ساتھ مسئلہ میں شریک کرتے ہیں۔ (۲)

(۱) إن الجد لو مات ورثه بنو بنیه دون إخوته باتفاق الناس فهكذا الأب إذا مات يرثه أبو أبیه دون إخوته. (نهاية الهداية إلى تحرير الكفاية: ۱/۳۶۴) (۲) وعند زید بن ثابت أفضل الأمرین من =



### بحثِ ثالث: باب مقاسمہ میں اختلاف کے اسباب:

فقہائے کرام نے باب مقاسمۃ میں اختلاف کی تین اسباب ذکر فرمائے ہیں:

(۱) دادا کے میراث کے سلسلے میں کتاب اللہ اور سنت رسول سے کوئی نص صراحۃً

موجود نہیں ہے۔

(۲) عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی کوئی صورت پیش نہیں آئی جس میں

بھائیوں کے ساتھ دادا جمع ہو گیا ہو، کہ اس پر قیاس کر کے اختلاف کو دور کیا جاسکے؛ اسی وجہ

سے اس مسئلہ میں صحابہ کا اختلاف ہو گیا۔ (۱)

(۳) دادا کی مشابہت بعض احکام میں باپ کے ساتھ ہے، اور بعض احکام میں

بھائی کے ساتھ ہے جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے؛ پس جن لوگوں نے مشابہتِ اخوہ کا اعتبار کیا،

وہ مقاسمۃ کی قائل ہو گئے، اور جن لوگوں نے مشابہتِ اب کا اعتبار کیا وہ مقاسمۃ کی عدم

ثبوت کے قائل ہو گئے۔ (۲)

= المقاسمة و من ثلث جميع المال، و بنو العلات يدخلون في القسمة مع بني الأعيان إضرارا

للجد. (السراجي: ص ۴۸)

(۱) و ربما يرجع سبب هذا الخلاف و الحذر من توريث الجد مع الإخوة لعدة أمور منها، إن

ميراث الجد لم يرد فيه نص من كتاب الله تعالى أو سنة النبي، و لم يجتمع الجد مع الإخوة في

الميراث في عهد النبي حتى يقاس عليه و يختلف الصحابة. (الوجيز في الميراث: ص ۹۰)

(۲) و اعلم أن الجد يشبه الأب يعني أن الجد يشبه في بعض الأحكام للأب، و في البعض للأخ،

فبعض العلماء اعتبروا الأول، و قالوا إن الجد يحجب الإخوة الأعيانية و العلاتية كالأب، و

بعضهم قالوا إن الجد لا يحجبها كما أن الأخ غير حاجب لها. (حاشية شريفة: رقم ۲/ص ۸۳)

## مقاسمۃ الجد کی صورتیں

وَعِنْدَ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ لِلْجَدِّ مَعَ بَنِي الْأَعْيَانِ وَبَنِي  
الْعَلَّاتِ أَفْضَلُ الْأَمْرَيْنِ مِنَ الْمُقَاسَمَةِ وَمِنْ ثُلْثِ جَمِيعِ الْمَالِ،  
وَتَفْسِيرُ الْمُقَاسَمَةِ أَنْ يُجْعَلَ الْجَدُّ فِي الْقِسْمَةِ كَأَحَدِ الْإِخْوَةِ، وَبَنُو  
الْعَلَّاتِ يَدْخُلُونَ فِي الْقِسْمَةِ مَعَ بَنِي الْأَعْيَانِ إِضْرَارًا لِلْجَدِّ، فَإِذَا أَخَذَ  
الْجَدُّ نَصِيبَهُ فَبَنُو الْعَلَّاتِ يَخْرُجُونَ مِنَ الْبَيْنِ خَائِبِينَ بَغَيْرِ شَيْءٍ،  
وَالْبَاقِي لِبَنِي الْأَعْيَانِ، إِلَّا إِذَا كَانَتْ مِنْ بَنِي الْأَعْيَانِ أُخْتُ وَاحِدَةً،  
فَإِنَّهَا إِذَا أَخَذَتْ فَرَضُهَا نِصْفَ الْكُلِّ بَعْدَ نَصِيبِ الْجَدِّ، فَإِنْ بَقِيَ  
شَيْءٌ فَلِبَنِي الْعَلَّاتِ، وَإِلَّا فَلَا شَيْءَ لَهُمْ كَجَدٍّ وَأُخْتٍ لِأَبٍ وَأُمٍّ  
وَأُخْتَيْنِ لِأَبٍ فَبَقِيَ لِلأُخْتَيْنِ لِأَبٍ عَشْرُ الْمَالِ، وَتَصِحُّ مِنْ عَشْرَيْنِ  
وَلَوْ كَانَتْ فِي هَذِهِ الْمَسْئَلَةِ أُخْتُ لِأَبٍ لَمْ يَبْقَ لَهَا شَيْءٌ.

ترجمہ: اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ علیہ کے نزدیک دادا کے لیے حقیقی و علاقائی بھائی  
بہنوں کے ساتھ دو چیزوں میں سے جو بہتر ہے وہ (یعنی مقاسمۃ اور جمیع مال کے ثلث  
سے) دیا جائے گا اور مقاسمۃ کی تفسیر یہ ہے کہ دادا کو تقسیم میں بھائیوں میں سے ایک کے  
مثل قرار دیا جائے، اور علاقائی بھائی بہن تقسیم میں دادا کو نقصان پہنچانے کے لیے داخل

ہوں گے، پھر جب دادا اپنا حصہ لے چکے گا، تو بنو العلات درمیان سے نکل جائیں گے، اس حال میں کہ وہ محروم ہوں گے بغیر کسی شے کے، اور باقی حقیقی بھائی بہنوں کے لیے ہوگا؛ مگر جب کہ بنو الاعیان میں سے صرف ایک بہن ہو، پس جب یہ اپنا حصہ یعنی کل کا نصف لے لے گی، دادا کے حصہ کے بعد، پھر اگر کچھ باقی بچ جائے تو وہ بنو العلات کے لیے ہوگا، ورنہ ان کے لیے کچھ نہ ہوگا، جیسے دادا، حقیقی بہن اور دو علاتی بہنیں، تو دو علاتی بہنوں کے لیے مال کا دسواں حصہ ہے، اور بیس سے اس کی تصحیح ہو جائے گی، اور اگر اس مسئلہ میں علاتی بہن ایک ہو تو اس کے لیے کچھ نہیں بچے گا۔

تشریح و توضیح: یہاں چار بحثیں ذکر کی جائیں گے:

(۱) مقاسمۃ الجد کی صورتیں (۲) صورت اولیٰ کا حکم یعنی افضل الامرین کی تشریح مع مثال (۳) و بنو العلات یدخلون... الخ عبارت کی وضاحت (۴) علاتی کو ترکہ ملنے کی ایک صورت۔

بحث اول: مقاسمۃ الجد کی صورتیں:

مقاسمۃ الجد کی دو صورتیں ہیں: (الف) دادا کے ساتھ صرف حقیقی و علاتی بھائی بہن ہوں گے۔ (ب) دادا اور بھائی بہنوں کے ساتھ کوئی ذوالفرض بھی ہوگا۔

بحث ثانی: صورت اولیٰ کا حکم یعنی افضل الامرین کی تشریح مع مثال:

اگر صورت اولیٰ ہو یعنی دادا کے ساتھ صرف حقیقی اور علاتی بھائی بہن ہوں، تو اس وقت دادا کے لیے مقاسمۃ اور ثلث مال میں سے جو بہتر ہوگا وہ تقسیم ترکہ میں دادا کو دیا

جائے گا یعنی داد کو ایک بھائی فرض کرنے کی صورت میں زیادہ ترکہ ملتا ہے تو داد کو مقاسمہ کے طریقہ پر ترکہ دیا جائے گا، اور اگر پورے ترکہ کی تہائی دینے میں داد کو زیادہ ملتا ہے تو پورے ترکہ کی تہائی دی جائے گی۔ مثالیں

### مقاسمہ بہتر ہونے کی مثال

| مسئلہ ۲ (مقاسمہ) |    | مسئلہ ۳ (ثلث) |    |
|------------------|----|---------------|----|
| جد               | اخ | جد            | اخ |
| ۱                | ۱  | ثلث           | ۲  |
| ۱                |    | ۱             | ۲  |

وضاحت: مذکورہ مثال میں جد کو مقاسمہ کی صورت میں نصف ترکہ اور ثلث کی صورت میں تہائی ترکہ مل رہا ہے، دونوں صورتوں میں سے صورت مقاسمہ میں زیادہ مل رہا ہے اسی لیے داد کو مقاسمہ کے طور پر دیا جائے گا۔

### ثلث بہتر ہونے کی مثال

| مسئلہ ۴ (مقاسمہ) |    | مسئلہ ۳ (ثلث) |    |
|------------------|----|---------------|----|
| جد               | اخ | جد            | اخ |
| ۱                | ۳  | ثلث           | ۳  |
| ۱                |    | ۱             | ۲  |

وضاحت: مذکورہ مثال میں داد کو مقاسمہ کی صورت میں ربع مل رہا ہے، اور ثلث کی

صورت میں ثلث مل رہا ہے جو ربع سے زیادہ ہے اسی لیے ثلث کے افضل ہونے کی وجہ سے دادا کو ثلث ہی دیا جائے گا۔

مقاسمہ اور ثلث کے برابر ہونے کی مثالیں

| (۱) مسئلہ: ۳ (مقاسمہ) | مسئلہ: ۳ (ثلث)         |
|-----------------------|------------------------|
| جد ۲/۲ اُخ            | جد ۲/۲ اُخ             |
| ۱ ۲                   | ثلث                    |
| ۱                     | ۲                      |
| (۲) مسئلہ: ۶ (مقاسمہ) | مسئلہ: ۶ = ۲ × ۳ (ثلث) |
| جد ۴/۴ اُخت           | جد ۴/۴ اُخت            |
| ۲ ۴                   | ثلث ثلثان              |
| ۲                     | ۲ × ۲                  |
| ۲                     | ۲                      |

وضاحت: مذکورہ بالا دونوں مثالوں میں مقاسمہ اور ثلث دونوں صورتوں میں دادا کو ایک ہی جیسا حصہ مل رہا ہے اسی لیے دونوں میں سے کسی سے بھی دادا کو حصہ دیا جاسکتا ہے۔

بحثِ ثالث: وبنو العلات یدخلون... الخ عبارت کی وضاحت:

عصبات کے بیان میں یہ بات گزر چکی ہے کہ حقیقی بھائی بہن کی وجہ سے علاتی بھائی بہن محروم ہو جاتے ہیں، اس لیے کہ قوتِ قرابت میں حقیقی علاتی سے بڑھے ہوئے

ہوتے ہیں۔ مقاسمۃ الجدد میں بھی ایسا ہی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ اگر حقیقی اور علاقائی بھائی بہنوں کے ساتھ دادا بھی ہو تو علاقائی بھائی بہن کو صرف دادا کا حصہ کم کرنے کے لیے حقیقی کا درجہ دیا جاتا ہے، اور دادا کا حصہ دینے کے بعد علاقائی کا عدم سمجھے جاتے ہیں اور ان کا حصہ حقیقی بھائی بہن کو دیا جاتا ہے۔ مثال:

| (۱) مسئلہ: ۳ |       |          | (۲) مسئلہ: ۵ |       |           |
|--------------|-------|----------|--------------|-------|-----------|
| جد           | اَخ   | اَخ لَاب | جد           | اَخ   | اُخت لَاب |
| ۱            | ۲=۱+۱ | محروم    | ۲            | ۳=۱+۲ | محروم     |

وضاحت:

دونوں مثالوں میں دادا کو مقاسمہ کے طور پر ایک بھائی فرض کیا گیا ہے، چنانچہ پہلی مثال میں مسئلہ ”۳“ سے بنا کر ہر ایک کو ایک ایک حصہ دے دیا گیا، پھر علاقائی بھائی کا فرضی حصہ حقیقی بھائی کو دے کر علاقائی کو محروم کر دیا گیا۔

اور دوسری مثال میں مسئلہ ”۵“ سے بنا کر دادا اور حقیقی بھائی کو دو حصہ دے دیا گیا، پھر علاقائی بہن کا حصہ حقیقی بھائی کو دے کر علاقائی بہن کو محروم کر دیا گیا۔

بحثِ رابع: علاقائی کو ترکہ ملنے کی ایک صورت:

حقیقی بہن کو ایک ہونے کی صورت میں نصف ملتا ہے اور اس سے زیادہ یا کم نہیں مل سکتا، دادا کا حصہ کم کرنے کے لیے علاقائی کو حقیقی کے ساتھ وارث مان لیا جاتا ہے، اور دادا کا حصہ دینے کے بعد علاقائی کا حصہ حقیقی کو دے دیا جاتا ہے، اور علاقائی محروم رہ جاتے ہیں؛

البتہ اگر کسی صورت میں حقیقی بہن تنہا ہو تو دادا کو حصہ دینے کے بعد اس کو نصف دیا جائے گا اور اس کے بعد بھی کچھ بچ جائے تو علاقائی کو ملے گا اور اگر کچھ نہ بچے تو علاقائی کو کچھ نہیں ملے گا۔

### علاقائی کو ترکہ ملنے کی مثال

مسئلہ:  $20 = 2 \times 10 = 2 \times 5$  (مقاسمہ اولیٰ)

| جد                              | اخت (ع)                                  | اخت (عل)                                 |
|---------------------------------|--|--|
| $2 \times 2$                    | $2 \times \frac{1}{2} = \frac{1}{2} + 1$ | $2 \times \frac{1}{2} = \frac{1}{2} - 2$ |
| $\frac{2 \times 2}{2 \times 2}$ | $\frac{2 \times 5}{2 \times 5}$          | $\frac{2 \times 1}{2}$                   |
| $\frac{2}{8}$                   | $\frac{1}{10}$                           | $\frac{1}{2}$                            |

وضاحت: صورت مذکورہ میں دادا کے لیے مقاسمہ بہتر ہے، کیوں کہ اس صورت میں مسئلہ (۵) سے بن کر دادا کو (۲) ملے گا، اور ثلث کی صورت میں مسئلہ ”۶“ سے مسئلہ بن کر (۲) ملے گا، اس لیے مقاسمہ بہتر ہوا۔

مثال مذکور میں تصحیح کی کل دو صورتیں ہیں:

صورت اولیٰ: مسئلہ ”۵“ سے بنا دادا کو (۲)، اور تمام بہنوں کو ایک ایک ملا، پھر حقیقی بہن کا نصف حصہ پورا کرنے کے لیے ڈیڑھ حصہ علاقائی سے لیا، اب علاقائی کے پاس آدھا حصہ بچا تو حقیقی بہن کا ڈھائی حصہ مکمل ہوا لیکن ڈھائی ( $\frac{1}{2}$ ) میں کسر ہونے کی وجہ سے نیچے والی کسر کو اصل مسئلہ ”۵“ میں ضرب دیا، حاصل ضرب (۱۰) میں سے دادا کو چار اور حقیقی بہن کو (۵) دیا، اور ایک حصہ دونوں علاقائی بہنوں کو دیا، ایک اُن دونوں پر بلا کسر تقسیم نہیں ہوتا اس لیے اُن کے عددِ رؤس (۲) کو پھر تصحیح مسئلہ (۲) میں ضرب دیا، حاصل

ضرب (۲۰) سے (۸) دادا کو اور (۱۰) حقیقی بہن کو اور ایک ایک علاقی بہنوں کو دیا۔

صورتِ ثانیہ: مسئلہ ”۵“ سے بنا کر دادا کو (۲) اور ہر بہن کو ایک ایک دیا، پھر حقیقی بہن کا نصف مکمل کرنے کے لیے مزید ڈیڑھ دیا، اب دونوں علاقائی بہنوں کے لیے آدھا باقی رہا، اس میں سے دونوں کو ربع، ربع ملے گا، اس لیے ربع کے مخرج ”۴“ کو اصل مسئلہ ”۵“ میں ضرب دیا، حاصل ضرب (۲۰) سے سب کے حصے نکلے، یعنی سب کے سابق سهام کو مضروب (۴) میں ضرب دے کر چار گنا کر دیا، دادا کو (۸)، حقیقی بہن کو (۱۰)، اور دو علاقائی بہنوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک ملا۔

**نوٹ:** اگر مذکورہ صورت میں دو علاقائی بہنوں کے بجائے ایک علاقائی بہن ہو تو اس کے لیے کچھ نہیں بچے گا، اور وہ محروم ہوگی؛ کیوں کہ اس صورت میں بھی دادا کے لیے مقاسمہ بہتر ہے۔ پس مسئلہ میں چار بہنیں ہوں گی اور مسئلہ ”۴“ سے بنے گا، دو دادا کو ملیں گے؛ کیوں کہ وہ دو بہنوں کے قائم مقام ہے، اور ایک ایک حقیقی اور علاقائی بہنوں کو ملیں گے، پھر حقیقی بہن کا نصف مکمل کرنے کے لیے علاقائی بہن کا ایک حصہ حقیقی بہن کو دیا جائے گا، تو علاقائی بہن کے لیے کچھ نہیں بچے گا، اور وہ محروم ہوگی۔ مثلاً:

مسئلہ: ۴

| جد | اخت (ع)   | اخت (عل) |
|----|-----------|----------|
| ۲  | ۲ = ۱ + ۱ | محروم    |



## مقاسمۃ الہجد کی دوسری صورت کا بیان

وَإِنْ اخْتَلَطَ بِهِمْ ذُو سَهْمٍ، فَلِلْجَدِّ هُنَا أَفْضَلُ الْأُمُورِ الثَّلَاثَةِ بَعْدَ فَرْضِ ذِي سَهْمٍ، إِمَّا الْمُقَاسِمَةَ كَزَوْجٍ وَ جَدٍّ وَأَخٍ، وَإِمَّا ثُلُثَ مَا بَقِيَ، كَجَدٍّ وَ جَدَّةٍ وَ أَخَوَيْنِ وَأُخْتٍ، وَإِمَّا سُدُسَ جَمِيعِ الْمَالِ، كَجَدٍّ وَ جَدَّةٍ وَ بِنْتٍ وَ أَخَوَيْنِ. وَإِذَا كَانَ ثُلُثُ الْبَاقِي خَيْرًا لِلْجَدِّ، وَلَيْسَ لِلْبَاقِي ثُلُثٌ صَحِيحٌ، فَاضْرِبْ مَخْرَجَ الثُّلُثِ فِي أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ، فَإِنْ تَرَكَتْ جَدًّا وَ زَوْجًا وَ بِنْتًا وَأُمًّا وَأُخْتًا لِأَبٍ وَأُمٍّ أَوْ لِأَبٍ، فَالْسُّدُسُ خَيْرٌ لِلْجَدِّ، وَتَعُولُ الْمَسْئَلَةُ إِلَى ثَلَاثَةِ عَشَرَ وَ لَا شَيْءَ لِلْأُخْتِ.

ترجمہ: اور اگر ان کے ساتھ کوئی ذو سہم مل جائے، تو یہاں دادا کے لیے ذوی الفروض کا حصہ دینے کے بعد تین چیزوں (مقاسمہ، ثلث الباقی، سدس) میں سے افضل ہے، یا تو مقاسمہ، جیسے: شوہر، دادا اور بھائی، یا ماہقی کا ثلث، جیسے: دادا، دادی، دو بھائی اور ایک بہن، یا پورے مال کا سدس، جیسے: دادا، دادی، بیٹی اور دو بھائی۔ اور جب ثلث الباقی دادا کے لیے بہتر ہو، اور باقی کے لیے ثلث صحیح نہ ہو تو ثلث کے مخرج کو اصل مسئلہ میں ضرب دے دو؛ پس اگر کسی عورت نے دادا، شوہر، بیٹی، ماں اور حقیقی یا علاتی بہن چھوڑے ہوں، تو یہاں

دادا کے لیے سدس بہتر ہے، اور مسئلہ تیرہ کی جانب عول ہوگا، اور بہن کو کچھ نہیں ملے گا۔

تشریح و توضیح: یہاں تین بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) مقاسمۃ الجہد کی دوسری صورت کی وضاحت مع امثلہ

(۲) اگر ثلث الباقی کے عدد میں کسر واقع ہو تو کیا کریں گے؟

(۳) زید بن ثابتؓ کے مذہب کے خلاف مقاسمہ کی ایک صورت

**بحث اول: مقاسمۃ الجہد کی دوسری صورت کی وضاحت مع امثلہ:**

مقاسمۃ الحج کی دوسری صورت یہ کہ دادا کے ساتھ حقیقی وعلاتی بھائی بہن ہوں، اور ان کے ساتھ ذوی الفروض میں سے کوئی ہو۔ اس صورت میں دادا کو مقاسمہ، ثلث ما باقی اور سدس کل میں سے جو بہتر ہو گا وہ ملے گا، اگر مقاسمہ کے طور پر زیادہ ملتا ہے تو مقاسمہ دیا جائے گا، اور اگر ذوی الفروض کو دینے کے بعد مال کا تہائی زیادہ ہے تو ثلث باقی دیا جائے گا اگر پورے مال کا سدس زیادہ ہے تو سدس دیا جائے گا۔

## مقاسمہ کے زیادہ ہونے کی مثال

|   |            |      |    |     |            |      |   |   |   |  |      |    |    |     |   |   |                        |  |  |
|---|------------|------|----|-----|------------|------|---|---|---|--|------|----|----|-----|---|---|------------------------|--|--|
| <p>مسئله: ۶ (ثلث الباقي)</p> <hr style="border: 1px solid black;"/> <table style="width: 100%; border-collapse: collapse;"> <tr> <td style="width: 33%; text-align: center;">زواج</td> <td style="width: 33%; text-align: center;">جد</td> <td style="width: 33%; text-align: center;">أخ</td> </tr> <tr> <td style="text-align: center;">نصف</td> <td style="text-align: center;">ثلث الباقي</td> <td style="text-align: center;">عصبة</td> </tr> <tr> <td style="text-align: center;">۳</td> <td style="text-align: center;">۱</td> <td style="text-align: center;">۲</td> </tr> </table> | زواج       | جد   | أخ | نصف | ثلث الباقي | عصبة | ۳ | ۱ | ۲ | <p>مسئله: ۲=۲×۲ (مقاسمه اولی)</p> <hr style="border: 1px solid black;"/> <table style="width: 100%; border-collapse: collapse;"> <tr> <td style="width: 33%; text-align: center;">زواج</td> <td style="width: 33%; text-align: center;">جد</td> <td style="width: 33%; text-align: center;">أخ</td> </tr> <tr> <td style="text-align: center;">نصف</td> <td style="text-align: center;">۱</td> <td style="text-align: center;">۱</td> </tr> <tr> <td style="text-align: center;"><math>\frac{۲ \times ۱}{۲}</math></td> <td></td> <td></td> </tr> </table> | زواج | جد | أخ | نصف | ۱ | ۱ | $\frac{۲ \times ۱}{۲}$ |  |  |
| زواج  | جد         | أخ   |    |     |            |      |   |   |   |  |      |    |    |     |   |   |                        |  |  |
| نصف   | ثلث الباقي | عصبة |    |     |            |      |   |   |   |  |      |    |    |     |   |   |                        |  |  |
| ۳   | ۱          | ۲    |    |     |            |      |   |   |   |  |      |    |    |     |   |   |                        |  |  |
| زواج  | جد         | أخ   |    |     |            |      |   |   |   |  |      |    |    |     |   |   |                        |  |  |
| نصف   | ۱          | ۱    |    |     |            |      |   |   |   |  |      |    |    |     |   |   |                        |  |  |
| $\frac{۲ \times ۱}{۲}$  |            |      |    |     |            |      |   |   |   |  |      |    |    |     |   |   |                        |  |  |

مسئلہ: ۶ (سدس)

وضاحت: اس مثال میں ”مقاسمۃ“ کے طریقہ پر

ترکہ تقسیم کیا جائے تو دادا کو پورے مال کا ربع ملے

گا، اور ثلث باقی اور سدس دیا جائے گا تو پورے

ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا ظاہر ہے کہ چوتھا حصہ،

زوج جد اخ

نصف سدس عصبہ

۳ ۱ ۲

چھٹے حصہ سے زیادہ ہے، اس لیے دادا کو مقاسمۃ کے طریقہ پر ترکہ دیا جائے گا یعنی دو سے

مسئلہ بنا کر شوہر کو نصف (ایک) اور دوسرا نصف (ایک) دادا اور بھائی کو مشترکہ طور پر

دیا جائے گا پھر ایک چونکہ دو پر برابر تقسیم نہیں ہو سکتا، اس لیے دو کو دو میں ضرب دیں گے

تو چار سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔

ثلث باقی کے زیادہ ہونے کی مثال

(ثلث باقی)

مسئلہ: ۶ × ۳ = ۱۸

|            |                        |            |             |
|------------|------------------------|------------|-------------|
| جد         | جدہ                    | ۲/اخ       | اُخت        |
| ثلث الباقی | سدس                    | عصبہ بنفسہ | عصبہ بالغیر |
| ۵          | $\frac{۳ \times ۱}{۳}$ | ۸          | ۲           |

(سدس)

مسئلہ: ۶ × ۵ = ۳۰

مسئلہ: ۶ × ۷ = ۴۲ (مقاسمۃ)

|                        |     |      |            |                        |     |      |            |
|------------------------|-----|------|------------|------------------------|-----|------|------------|
| جدہ                    | جد  | ۲/اخ | اُخت       | جدہ                    | جد  | ۲/اخ | اُخت       |
| سدس                    | سدس | سدس  | ۲۰ = ۵ × ۴ | سدس                    | سدس | سدس  | ۲۰ = ۵ × ۴ |
| $\frac{۷ \times ۱}{۷}$ | ۱۰  | ۲۰   | ۵          | $\frac{۷ \times ۱}{۷}$ | ۱۰  | ۲۰   | ۵          |

وضاحت:

مقاسمہ کی صورت میں دادا کو (۴۲) میں سے دس اور سدس کی صورت میں (۳۰) میں سے (۵) اور ”ثلث الباقی“ کی صورت میں (۱۸) میں سے (۵) سہام ملیں گے۔ ظاہر ہے کہ ثلث الباقی ہی دادا کے لیے بہتر ہے؛ پس تقسیم ترکہ کے لیے یہی صورت اختیار کی جائے گی۔ اس صورت میں مسئلہ ”۶“ سے بنا، دادی کو ایک دیا گیا، باقیہ پانچ کا ثلث کوئی کامل عدد نہیں، اس لیے ثلث کے ہمنام عدد تین کو اصل مسئلہ ”۶“ میں ضرب دیا، حاصل ضرب اٹھارہ ہوئے، اس میں سے دادی کو تین دیئے، اور باقی ماندہ پندرہ کی تہائی (۵) دادا کو اور چار چار حصے دونوں بھائی کو اور دو حصے بہن کو دیئے۔

سدس کے زیادہ ہونے کی مثال

| مسئلہ: ۱۲ = ۲ × ۶ (سدس اولیٰ) |                        |                        |                        | مسئلہ: ۱۸ = ۳ × ۶ (مقاسمہ) |                        |            |           |
|-------------------------------|------------------------|------------------------|------------------------|----------------------------|------------------------|------------|-----------|
| جد                            | جدہ                    | بنت                    | ۲/۲ رخ                 | جدہ                        | بنت                    | جد         | ۲/۲ رخ    |
| سدس                           | سدس                    | نصف                    | عصبہ                   | سدس                        | نصف                    | سدس        | ۶ = ۳ × ۲ |
| $\frac{۲ \times ۱}{۲}$        | $\frac{۲ \times ۱}{۲}$ | $\frac{۳ \times ۲}{۶}$ | $\frac{۲ \times ۱}{۲}$ | $\frac{۳ \times ۱}{۳}$     | $\frac{۳ \times ۳}{۹}$ | ۲          | ۴         |
| مسئلہ: ۱۸ = ۳ × ۶             |                        |                        |                        | (ثلث الباقی)               |                        |            |           |
| جدہ                           | بنت                    | جد                     | ۲/۲ رخ                 | جدہ                        | بنت                    | جد         | ۲/۲ رخ    |
| سدس                           | نصف                    | ثلث الباقی             | عصبہ                   | سدس                        | نصف                    | ثلث الباقی | عصبہ      |
| $\frac{۳ \times ۱}{۳}$        | $\frac{۳ \times ۳}{۹}$ | ۲                      | ۴                      | $\frac{۳ \times ۱}{۳}$     | $\frac{۳ \times ۳}{۹}$ | ۲          | ۴         |

وضاحت:

مقاسمہ اور ثلث الباقی کی صورت میں (۱۸) سے تصحیح ہوئی اور دو حصے دادا کو ملیں گے جب کہ ”سدس“ کی صورت صرف بارہ سے تصحیح ہو رہی ہے اور دادا کو دو حصے مل رہے ہیں، یہی دادا کے لیے بہتر ہے اس لیے تقسیم کے لیے یہی صورت اختیار کی جائے گی، اس صورت میں مسئلہ ”۶“ سے بنا اور دونوں بھائیوں کو مشترکہ طور پر ایک ملنے کی وجہ سے کسر واقع ہوگئی، اس لیے عددِ رؤس ”۲“ کو ۶ میں ضرب دیا گیا، حاصل ضرب بارہ سے تصحیح ہوگی۔

بحثِ ثانی: اگر ثلث الباقی کے عدد میں کسر واقع ہو:

اگر کسی مسئلہ میں ذوی الفروض کا حصہ دینے کے بعد باقیہ کا ثلث کوئی کامل عدد نہ ہو تو ثلث کے ہم نام عدد یعنی تین کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا۔ حاصل ضرب سے تمام ورثہ کے حصے نکلیں گے، جیسا کہ مذکورہ بالا مسئلوں کی تخریج میں کیا گیا ہے۔

بحثِ ثالث: زید بن ثابت کے مذہب کے خلاف مقاسمہ کی ایک صورت:

زید بن ثابتؓ کے مسلک کے مطابق بھی ایک صورت میں بہن کو ترکہ نہیں ملتا: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مسلک کے مطابق حقیقی اور علاتی بہنیں دادا کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتیں، لیکن ایک صورت میں حقیقی اور علاتی بہنیں دادا کی وجہ سے ساقط نہ ہونے کے باوجود ترکہ نہیں پاتیں۔ مثلاً: کسی کے ورثہ میں دادا، شوہر، لڑکی، ماں اور ایک حقیقی یا علاتی بہن ہو تو اس صورت میں سدس دادا کے لیے بہتر ہوگا، اور تیرہ سے مسئلہ عائلہ

ہو جائے گا لیکن بہن ترکہ نہیں پائے گی۔ تخریج مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ: ۱۲/۱۳ع (سدس اولیٰ)

|     |     |     |     |                       |
|-----|-----|-----|-----|-----------------------|
| زوج | بنت | اُم | جد  | اُخت (حقیقی یا علاتی) |
| ربع | نصف | سدس | سدس | عصبہ مع الغیر         |
| ۳   | ۶   | ۲   | ۲   | ساقط                  |

وضاحت:

مذکورہ مسئلہ دادا کے لیے سدس بہتر ہے، مقاسمہ اور ثلث الباقی کی صورت میں کم ملے گا، کیوں کہ دو میں نوں صورتوں میں مسئلہ کی تصحیح ۳۶/ سے ہوگی، اور مقاسمہ کی صورت میں دادا کو دو حصہ اور ثلث الباقی کی صورت میں ایک ملے گا، اور سدس کی صورت میں مسئلہ کی تصحیح ۱۳/ سے ہوگی، اور دادا کو دو ملے گا، اور ظاہر ہے کہ تقسیم ترکہ کی یہی صورت دادا کے لیے بہتر ہے۔

## مسئلہ اکدریہ کا بیان

وَاعْلَمُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَا يَجْعَلُ الْأُخْتَ لِأَبٍ وَ أُمٍّ، أَوْ  
لِأَبٍ صَاحِبَةٍ فَرَضٍ مَعَ الْجَدِّ إِلَّا فِي الْمَسْئَلَةِ الْأَكْدَرِيَّةِ وَهِيَ: زَوْجٌ،  
وَأُمٌّ، وَجَدٌّ، وَأُخْتُ لِأَبٍ وَ أُمٍّ، أَوْ لِأَبٍ، فَلِلزَّوْجِ النِّصْفُ، وَلِلْأُمِّ  
الثُّلُثُ، وَلِلْجَدِّ السُّدُسُ، وَلِلْأُخْتِ النِّصْفُ، ثُمَّ يَضُمُّ الْجَدُّ نَصِيبَهُ إِلَى  
نَصِيبِ الْأُخْتِ فَيُقْسَمَانِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ، لِأَنَّ الْمُقَاسِمَةَ  
خَيْرٌ لِلْجَدِّ، أَصْلُهَا مِنْ سِتَّةٍ وَتَعُولُ إِلَى تِسْعَةٍ، وَتَصِحُّ مِنْ سَبْعَةٍ وَ  
عِشْرَيْنَ - وَ سُمِّيَتْ أَكْدَرِيَّةً، لِأَنَّهَا وَقَعَتْ أُمْرَأَةً مِنْ "بَنِي أَكْدَر" وَقَالَ  
بَعْضُهُمْ: سُمِّيَتْ أَكْدَرِيَّةً، لِأَنَّهَا كَدَّرَتْ عَلَى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ مَذْهَبَهُ،  
وَلَوْ كَانَ مَكَانَ الْأُخْتِ أَخٌ أَوْ أُخْتَانِ فَلَا عَوْلَ وَلَا أَكْدَرِيَّةَ.

ترجمہ: اور جان لیں کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حقیقی یا علاتی بہن کو دادا کے ساتھ ”مسئلہ  
اکدریہ“ کے علاوہ میں ذوالفروض (متعین حصہ والی) نہیں گردانتے اور مسئلہ اکدریہ یہ ہے:  
شوہر، ماں، دادا اور حقیقی یا علاتی بہن ہوں؛ پس شوہر کے لیے نصف، ماں کے لیے ثلث،  
دادا کے لیے سدس اور بہن کے لیے نصف ہے، پھر دادا اپنا حصہ بہن کے حصے کے ساتھ

ملائے گا؛ پس دونوں (اس طرح) تقسیم کرتے ہیں، کہ مذکر کے لیے دو مؤنث کے حصوں کے برابر ہو اس لیے کہ ”مقاسمہ“ دادا کے لیے بہتر ہے، مسئلہ اکدریہ کی اصل (۶) سے ہوتی ہے اور عول (۹) سے اور تصحیح (۲۷) سے۔

اور (اس مسئلہ) کا نام ”اکدریہ“ اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ قبیلہ ”بنی اکدر“ کی ایک خاتون کا واقعہ ہے۔ اور بعض فقہاء نے فرمایا کہ (اس مسئلہ) کا نام ”اکدریہ“ اس لیے رکھا گیا کہ اس نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پر ان کے مسلک کو مشتبہ کر دیا ہے، اگر بہن کے بجائے بھائی یا دو بہنیں ہوں تو نہ عول ہوگا اور نہ ”اکدریہ“۔

توضیح و تشریح: یہاں چار بحثیں ذکر جائیں گی۔

(۱) مسئلہ اکدریہ کی وضاحت (۲) مسئلہ اکدریہ کی وجہ تسمیہ

(۳) مسئلہ اکدریہ کی شرط (۴) دواہم فائدے

بحث اول: مسئلہ اکدریہ کی وضاحت:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ دادا کے ساتھ حقیقی اور علاقہ بہنوں کو کوئی متعین حصہ نہیں دیتے وہ جو کچھ بھی دیتے ہیں اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

(۱) یا تو بہنوں کو دادا کے ساتھ بطور ”مقاسمہ“ دادا کے حصے کا آدھا دیتے ہیں۔

(۲) یا ذوی الفروض سے ”بچا ہوا“ دیتے ہیں۔

البتہ ایک مسئلہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے ضابطہ سے ہٹ کر وراثت تقسیم کی ہے، اسی مسئلہ کو ”مسئلہ اکدریہ“ کہا جاتا ہے، وہ مسئلہ یہ ہے کہ میت



نے شوہر ماں، دادا اور بہن (حقیقی یا علاتی) چھوڑی ہو، اس مسئلہ میں اگر بہن کو صاحب فرض نہیں بنایا جائے گا تو وہ محروم ہو جائے گی، اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نزدیک بہن دادا کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتی، اس لیے زید بن ثابتؓ نے بہن کو صاحب فرض بنا کر نصف ترکہ دیا، لیکن نصف ترکہ دینے میں بہن کا حصہ دادا سے زیادہ ہو جاتا ہے، اس لیے بالآخر دادا اور بہن کا حصہ ملا دیا، اور مجموعہ میں سے مذکر کو مؤنث کا دو گنا دیا اس طرح دونوں کی رعایت ہو گئی، بہن بالکلیہ محروم بھی نہیں ہوئی اور مؤنث کو مذکر سے زیادہ بھی نہیں ملا۔

مسئلے کی تخریج اس طرح ہوگی:

مسئلہ اکدریہ: مسئلہ ۶/ع ۳×۹=۲۷

بہن ساقط: مسئلہ ۶/ع ۷

| زوج    | ام  | جد  | اخت | زوج | ام  | جد  | اخت           |
|--------|-----|-----|-----|-----|-----|-----|---------------|
| نصف    | ثلث | سدس | نصف | نصف | ثلث | سدس | عصبہ مع الغیر |
| ۳      | ۲   | ۳   | ۳   | ۳   | ۲   | ۳   | محروم         |
| ۱۲=۹+۳ | ۶   | ۹   | ۱۲  | ۱۲  | ۶   | ۹   | ۱۲            |
| ۸      | ۸   | ۸   | ۸   | ۸   | ۸   | ۸   | ۸             |

وضاحت: مسئلہ ”۶“ سے بنا، اور ”۹“ سے عائکہ ہوا، پھر دادا اور بہن کے حصے جمع کئے، مجموعہ چار ہوا، اور دادا ایک بھائی کے بمنزلہ ہے اور ایک بھائی دو بہنوں کے قائم مقام ہوتا ہے، پس عدد رؤس تین اور ان کے سہام چار میں بتاؤں کی نسبت ہے، اس لیے کل رؤس (۳) کو مسئلہ عائکہ میں ضرب دیا تو (۲۷) حاصل ہوئے، اسی سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی، تصحیح میں سے دادا کو (۳) اور بہن کو (۹) ملے، ان کو جمع کیا تو بارہ ہوئے، ان میں سے آٹھ دادا کو اور چار بہن کو دیئے۔

## بحثِ ثانی: مسئلہ اکدریہ کی وجہ تسمیہ:

(۱) یہ مسئلہ قبیلہ ”بنو اکدر“ کی کسی عورت کا تھا، اس لیے اسی قبیلہ کی طرف منسوب کر کے اسے ”اکدریہ“ کہا جاتا ہے۔ (۱)

(۲) کدّر (از تفعیل) کے معنی ہیں: مشتبه کرنا، چوں کہ اس مسئلہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پر ان کے مسلک کو مشتبه کر دیا ہے یعنی اس صورت میں بہن محروم رہتی ہے، اس لیے اس کو ”اکدریہ“ کہا جاتا ہے۔ (۲)

(۳) تیسری وجہ تسمیہ: قبیلہ ”بنو اکدر“ کا ایک شخص علم فرائض میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مسلک کو پسند کرتا تھا، ایک دن عبدالملک بن مروان نے یہ مسئلہ اس سے پوچھا، تو اس سے غلطی ہو گئی، اس کی غلطی اتنی مشہور ہوئی کہ اس مسئلہ کو اسی آدمی کے قبیلہ کی طرف منسوب کر کے ”اکدریہ“ کہا جانے لگا۔ (۳)

(۱) و انما سمیت هذه المسئلة أكدرية، لأنها واقعة إمراة من بنى أكدر، فإنها ماتت و خلفت أولئك الورثة المذكورة. (الشریفة: ص ۹۰)

(۲) و سمیت بالأكدرية لتكديرها على زيد صفو أصول مذهبه في الجدمع الإخوة، لأنه لا يفرض للأخت مع الجدمع ابتداءً في غيرها حيث أن الإخوة يسقطون إذا لم يفضل شيء من التركة، ثم أنه جمع الفرضين فقسمهما على جهة التعصيب فخالفت هذه قواعد مذهبه، و عكرت باله حيث أرقته فسميت بذلك و أركانها زوج و أم و جد و أخت. (الجداول الإلكترونية: ص ۱۷۷)

(۳) و قيل إن شخصاً من هذه القبيلة كان يحسن مذهب زيد في الفرائض، فسأله عبد الملك بن مروان عن هذه المسئلة فأخطأ في جوابها فنسبت إلى قبيلته. (الشریفة: ص ۹۰)

### بحثِ ثالث: مسئلہ اکدریہ کے لیے ضروری شرط:

جتنے ورثاء اس مسئلہ میں ذکر کئے گئے ہیں، اس میں اگر کمی بیشی ہوگی، یا کسی وارث کی جگہ کوئی دوسرا وارث ہوگا تو مسئلہ میں نہ عول ہوگا نہ وہ مسئلہ اکدریہ ہوگا۔ مثلاً: اگر بہن کی جگہ بھائی ہوگا تو بھائی چوں کہ صرف عصبہ ہوتا ہے، ذوالفرض نہیں، اس لیے ذوی الفروض کو دینے کے بعد کچھ نہ بچنے کی وجہ سے بھائی ساقط ہو جائے گا، اور مسئلہ میں نہ عول ہوگا اور نہ مسئلہ اکدریہ ہوگا۔ اور اگر ایک بہن کے بجائے مسئلہ میں دو بہنیں ہوں، تو وہ دادا کے ساتھ عصبہ مع الغیر ہوں گی اور مسئلہ ”۶“ سے بنے گا اور ذوی الفروض کو دینے کے بعد ایک بچے کا جو بہنوں کو مل جائے گا اور مسئلہ کی تصحیح بارہ سے ہوگی۔ بہر حال اس صورت میں بھی نہ عول ہوگا نہ مسئلہ اکدریہ بنے گا۔ دونوں تخریجات یہ ہیں:

#### مسئلہ ۶ (ایک بھائی کی مثال)

|     |     |     |            |
|-----|-----|-----|------------|
| زوج | ام  | جد  | اخ         |
| نصف | ثلث | سدس | عصبہ بنفسہ |
| ۳   | ۲   | ۱   | ساقط       |

مسئلہ ۶ = ۲ × ۱۲ (دو بہنوں کی مثال) وضاحت: مذکورہ بالا دونوں مسئلوں

|           |           |           |           |
|-----------|-----------|-----------|-----------|
| زوج       | ام        | جد        | ۲/اُخت    |
| نصف       | سدس       | سدس       | عصبہ      |
| ۳ = ۲ × ۶ | ۲ = ۲ × ۱ | ۲ = ۲ × ۱ | ۲ = ۲ × ۱ |

میں ایک اُخت کی جگہ اخ ہے اور دو اُخت ہیں، اسی لیے مسئلہ میں نہ عول ہوا اور نہ ہی مسئلہ اکدریہ ہوا۔

بحثِ رابع: دواہم فائدے:

فائدہ اولیٰ: بھائی بہنوں کی اولاد میں مقاسمہ کا حکم:

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ مقاسمہ کے قواعد صرف بھائی بہنوں میں جاری ہوتے

ہیں، ان کے لڑکے، لڑکیاں دادا کی وجہ سے ساقط ہوتے ہیں ان میں مقاسمہ نہیں ہوتا۔ (۱)

فائدہ ثانیہ: دنیا میراث میں چند پیش آمدہ مسائل کے اسماء مع وجہ تسمیہ:

(۱) مسئلہ اکدریہ: اس مسئلہ کے ارکان زوج، ام، جد، اُخت ع/عل ہیں۔

مثلاً: مسئلہ ۶

|     |     |      |           |
|-----|-----|------|-----------|
| زوج | ام  | جد   | اُخت ع/عل |
| نصف | ثلث | عصبہ | م         |
| ۳   | ۲   | ۱    |           |

اس مسئلہ کو اکدریہ اس لیے کہتے ہیں کہ زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ جد کے ساتھ اُخت عینی وعلاتی کو ساقط نہیں کرتے بل کہ اُخت عینی وعلیٰ کو (مقاسمہ ثلث الباقی سدس) میں سے جو بہتر ہوتا ہے دیتے ہیں، لیکن اس مسئلہ اکدریہ میں انہوں نے اپنے ضابطہ سے ہٹ کر وراثت تقسیم کی ہے، اسی وجہ سے اس مسئلہ نے زید بن ثابت پر ان کے مسلک کو

(۱) أبناء الإخوة الأشقاء وأبناء الإخوة لأب لا يرثون مع وجود الجد أصلاً وهذا مما اتفق عليه الأئمة والفقهاء فلو مات عن جد وابن أخ شقيق مثلاً أخذ الجد كل المال ولا شيء لابن الأخ الشقيق وكذلك حكم ابن الأخ لأب مع الجد. (المواريث للصابوني: ۱۱۰)

مشتبہ کر دیا ہے، اسی لیے اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں۔ (پوری تفصیل باب مقاسمۃ الجد کے تحت گزر چکی ہے)؛ نیز اس مسئلہ کو ”مسئلہ خرقاء“ اور مسئلہ ”غراء“ بھی کہتے ہیں کیوں کہ اس مسئلہ میں صحابہ کے مختلف اقوال وارد ہوئے ہیں۔ (۱)

اور مسئلہ ”غراء“ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ”الأغر“ کا مؤنث ہے، ”أغر“ گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی اور کسی بھی نمایاں چیز کو کہتے ہیں۔ مسئلہ اکدریہ چوں کہ مقاسمۃ الجد کے باب کا مشہور اور نمایاں مسئلہ ہے، اس لیے اس کو ”مسئلہ غراء“ بھی کہا جاتا ہے۔ (۲)

(۲) مسئلہ مروانیہ: اس مسئلہ کے ارکان ”زوج، ۲/اخت (ع)، ۲/اخت (عل) ۲/اخت (خ)“ ہیں۔ مثلاً:

مسئلہ: ۹۶/۶

|     |           |            |           |
|-----|-----------|------------|-----------|
| زوج | ۲/اخت (ع) | ۲/اخت (عل) | ۲/اخت (خ) |
| نصف | ثلثان     | م          | ثلث       |
| ۳   | ۴         |            | ۲         |

(۱) و سمیت بالأکدریۃ لتکدیرھا علی زید صفو أصول مذهبه في الجد مع الاخوة، لأنه لايفرض للأخت مع الجد ابتداء في غيرها، حيث أن الإخوة يسقطون إذا لم يفضل منه شيء من التركة، ثم أنه جمع الفرضين فقسمهما على جهة التعصيب فخالفت هذه قواعد مذهبه، وعكرت باله حيث أرقته فسميت بذلك وأركانها زوج و ام و جدو أخت و سميت هذا المسئلة الخرقاء لأن أقوال الصحابة خرقتها أو أنها خرقت إتفاقهم. (الجداول الإلكترونية: ص ۱۷۷، ۱۹۵)

(۲) و أهل العراق سموها الغراء لشهرتها فيما بينهم. (الشريفية: ص ۹۰)

اس مسئلہ کو مروانیہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ مروان بن حکم کے زمانہ میں پیش آیا تھا اور زوج بن مروان کے اقارب میں سے تھا، تو انہوں نے پوچھا کہ اس مسئلہ میں زوج کو بجائے نصف کے ثلث کیوں مل رہا ہے، نیز اس مسئلہ کو غراء بھی کہتے ہیں کیوں کہ اس مسئلہ نے علما میں خوب شہرت اختیار کر لی تھی۔ (۱)

(۳) مسئلہ منبریہ: اس مسئلہ کے ارکان ”زوجہ، بنت، اب اور ام“ ہیں۔ مثلاً:

مسئلہ: ۲۴/ع ۲۷

|     |       |           |     |
|-----|-------|-----------|-----|
| زوج | بنت   | اب        | ام  |
| ثمن | ثلثان | سدس وعصبہ | سدس |
| ۳   | ۱۶    | ۴         | ۴   |

اس مسئلہ کو ”تسعیہ، بخیلیہ“ بھی کہتے ہیں، ہر ایک کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے اس مسئلہ کے متعلق ایسی حالت میں سوال کیا تھا، جب آپ کوفہ کی مسجد میں منبر پر تشریف فرما تھے اور خطبہ پڑھ رہے تھے، آپ نے اسی وقت برجستہ سائل کو جواب سے سرفراز فرمایا، اس لیے یہ مسئلہ منبریہ کہلاتا ہے، اس کے بعد سائل نے ازراہ تعنت یہ کہا کہ ”أليس للزوجة الثمن“ یعنی مذکورہ مسئلہ میں زوجہ کو جو (۲۷) میں

(۱) و سمیت هذه المسئلة مروانية، وهي زوج و ست أخوات متفرقات أصلها من ستة، و تعول إلى تسعة و سقط الأختان لأب، و وجه التسمية بذلك أنها وقعت في أيام بني أمية، و كان الزوج من أقارب بني مروان فأراد أن يستبد أي يستقل بنصف المال فسألوا عنها فقالوا له ثلث المال.

(حاشیہ شریفیہ: رقم ۶/ص ۵۶)

وتسمى الغراء لاشتجارها بين العلماء. (الجداول الإلكترونية: ص ۱۹۷)

سے (۳) ملا ہے وہ تو ثمن نہیں ہے، تو آپ نے جواباً عرض کیا ”صار ثمنها تسعا“ یعنی اس کا آٹھواں حصہ ہی عول کی وجہ سے نواں ہو گیا، اس لیے اس مسئلہ کا نام تسعیہ بھی رکھا گیا ہے، اور تخیلیہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کے عول میں بخل سے کام لیا گیا ہے کہ اس کا عول صرف ایک ۲۷ ہی آتا ہے۔ (۱)

(۴) مباہلہ: اس مسئلہ کے ارکان ”زوج، ام، اخت عینی“ ہیں۔ مثلاً:

مسئلہ: ۶/۸ع

زوج ام اخت (ع)

نصف ثلث نصف

۳ ۲ ۳

یہ مسئلہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں پیش آیا، تو حضرت عمرؓ نے صحابہ سے مشورہ لیا کہ اس مسئلہ میں کیا کرنا چاہیے، کیوں کہ مخرج تو چھ ہے، اور سہام تقسیم ہو رہے ہیں آٹھ، تو حضرت عباسؓ نے فرمایا ”إعيلوا الفرائض“ اہل سہام پر ان کے سہام نقص کے ساتھ لوٹا دیئے جائیں، صحابہ کا اس پر اجماع ہو گیا، پھر زمانہ عمری کے بعد ابن عباس نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا اور انہوں نے عول کا انکار کیا، تو لوگوں نے جب ان سے اس رائے

(۱) وأركانها زوجة، وبتان، أب، أم، وسميت هذه المسئلة بالمنبرية، لأن علياً كان يخطب على المنبر ساعة أن سئل عنها، و كان قد ابتدأ خطبته بقوله ”الحمد لله الذي يجزى كل نفس بما تسعى، ثم سئل عن هذه المسئلة فأجاب من فورهِ والمرأة قد صار ثمنها تسعا، ثم استقر في خطبته فكان ذلك من نباهته و هو حضور بديهته. (الجداول الإلكترونية في الفرائض الربانية: ص ۱۹۴)

میں مناقشہ کیا تو انہوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی تھی: ”ثم نبتهل فنجعل لعنت الله على الكاذبين“۔ اس لیے اس مسئلہ عائکہ کو مباہلہ کہتے ہیں۔ (۱)

(۵) مسئلہ مشرکہ: اس مسئلہ کے ارکان ”زوج، ام یا جدہ، اولاد الاام اور اخ

عینی“ ہیں۔ مثلاً:

مسئلہ ۶

|     |     |           |            |
|-----|-----|-----------|------------|
| زوج | ام  | ۲/اخ عینی | ۴/اخ خیانی |
| نصف | سدس | عصبہ      | ثلث        |
| ۳   | ۱   | x         | ۲          |

حضرات حنفیہ کے نزدیک اولاد الاام ذی فرض ہیں اس لیے وہ اپنا حصہ لے رہے ہیں اور اخ عینی عصبہ ہے اور عصبہ کو اس وقت ملتا ہے جب ذوی الفروض سے بچے اور یہاں کچھ نہیں بچا اس لیے وہ عصبہ ہونے کے باوجود کچھ بھی نہیں پارہے ہیں۔

برخلاف امام مالک و امام شافعی کے، ان کے نزدیک اخ عینی کو اولاد الاام پر قوت حاصل ہونے کی وجہ سے دونوں کو اولاد الاام کے حصہ میں شریک کیا جائے گا، اسی لیے اس مسئلہ کو ”مشرکہ“ کہا جاتا ہے۔ مثلاً:

(۱) المباہلة و أركانها زوج، ام، أخت شقيقة، فاستشار الصحابة، فأشار العباس أن يقسم عليهم بقدر فروضهم و يدخل عليهم بالعول نقصا بحسب حسابهم، فصاروا إلى ذالك و لكن لما ولي الخلافة عثمان أظهر ابن عباس فخالفته لما فعل عمر ..... فلما ناقشوه في هذا الرأي قال ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكاذبين. (الجداول الإلكترونية في الفرائض الربانية: ص ۱۹۳)



مسئلہ: ۶

|     |     |           |             |
|-----|-----|-----------|-------------|
| زوج | ام  | ۱۲ خ عینی | ۱۲ خ اخیانی |
| نصف | سدس | ثلث       |             |
| ۳   | ۱   | ۲         |             |

نیز اس مسئلہ کو یمیہ اور حمار یہ بھی کہتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اخوہ عینی کو حضرت عمرؓ نے ساقط کر دیا، تو کچھ لوگ اخوہ عینی و اخوہ حنفی کو شریک کرنے کی درخواست لے کر حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور کہا: ”هَبْ أَنْ أَبَانَ حَمَارًا مُلْقًى فِي الْيَمِّ“ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ انہوں نے کہا: ”إِنَّ أَبَانَ حَمَارًا أَلْيَسَتْ أُمَّنَا نَحْنُ الْإِخْوَةُ وَاحِدَةً“۔ یعنی اے امیر المومنین کیا ہم یعنی عینی اور اخیانی بھائی ایک ماں کی اولاد نہیں ہیں، پھر عینی کیوں محروم ہو رہا ہے؟ (۱)

(۶) ام الفروض خ: اس مسئلہ کے ارکان زوج، ۲/راخت حنفی، ۲/راخت عینی،

ام، ہیں۔ مثلاً: مسئلہ: ۶/ع ۱۰

|     |     |            |            |
|-----|-----|------------|------------|
| زوج | ام  | ۲/راخت (ع) | ۲/راخت (خ) |
| نصف | سدس | ثلثان      | ثلث        |
| ۳   | ۱   | ۲          | ۲          |

اس مسئلہ کو ام فروخ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس مسئلہ کے مخرج (۶) کا عول سب

(۱) إذا استغرقت الفروض التركة سقطوا جميعاً العاصب بنفسه وبغيره و مع غيره إلا الإخوة =

سے بڑے عدد (۱۰) کے ساتھ ہے، نیز اس مسئلہ کو ”شُرّیحیہ“ بھی کہتے ہیں، اس لیے کہ قاضی شریح نے اس مسئلہ میں سب سے پہلے فیصلہ کیا، اور زوج کو دس میں سے تین دیا، وہ شہر میں علما سے پوچھتا پھرتا کہ ایک عورت کا انتقال ہوا، اس نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی تو شوہر کو کیا ملے گا، علما نے جواب دیا نصف، تو وہ اس جواب پر قاضی شریح کے متعلق کہتا کہ انہوں نے نہ مجھے نصف دیا اور نہ ہی ثلث یعنی جو تین دیا ہے وہ دس کا نہ تو نصف ہے اور نہ ہی ثلث تو اس پر قاضی شریح نے بلا کر خوب ڈانٹا۔ (۱)

(۷) اُم الارامل: اس مسئلہ کے ارکان: ۳/زوجہ، ۲/جدہ، ۴/اخوات لام،

= الأشقاء في مسألة المشرّكة عند من شرّكهم ..... لكن الورثة راجعوا عمر في خلافته معترضين وقالوا له يا أمير المؤمنين هب أن أبانا حجراً ملقى في اليم وفي رواية: حماراً أليست أمانة نحن الإخوة واحدة يقصدون بذلك أنهم وإخوتهم من الأم يشتركون في أم والدّة واحدة يدلون بها. (الجدول الالكتروني: ص ۹۰، ۱۱۲) --- وتسمى هذه المسئلة بالعمرية لقضاء عمر رضي الله عنه وتسمى بالحمارية والحجرية واليمية، ووجه تسميتها بذلك ما روي أن عمر رفعت إليه هذه المسئلة، فقضى في المرة الأولى بأنه لا شيء للأخ الشقيق ثم وقعت في العام الذي بعده، فأراد أن يقضى بما قضى به أولاً فقال له أحد الورثة يا أمير المؤمنين هب إن أبانا كان حماراً، أو حجراً ملقى في اليم، ألسنا أولاد أم واحدة، فرأى عمر في كلامه السواد والصواب، فقضى بالتشريك بينهم جميعاً. (الموارث للصابوني: ص ۹۰)

(۱) عن ابن سيرين عن شريح في أختين لأب وأم، أختين لأم وزوج وأم، قال من عشرة للأختين من الأب والأم أربعة، وللأختين من الأم سهمان، وللزوج ثلاثة أسهم، وللأم سهم، وقال وكيع والناس على هذا وهذه قسمة ابن الفروع.

(مصنف لابن أبي شيبة: ۲۵۸/۱۶، كتاب الفرائض، الرقم: ۳۱۸۴۱، الشريفة: ص ۵۶)

۸/ اخوات لاب وام، ہیں۔ مثلاً: مسئلہ: ۱۲/ع ۱۷

|         |        |              |                  |
|---------|--------|--------------|------------------|
| ۳/ زوجہ | ۲/ جدہ | ۴/ اخوات لام | ۸/ اخوات لاب وام |
| ربع     | سدس    | ثلث          | ثلثان            |
| ۳       | ۲      | ۴            | ۸                |

اس مسئلہ کو ام الارامل اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں سارے ورثاء مؤنث ہیں۔

نوٹ: اس مسئلہ میں بطور لطیفہ کے ایک مزے کی بات یہ ہے کہ اس میں عورتوں کی تعداد ۱۷ ہے اور ان کے سهام بھی ۱۷، اگر ترکہ بھی ۱۷ روپیہ ہو تو ہر ایک کو ایک ایک روپیہ ملے گا۔ (۱)

(۸) مسئلہ دیناریہ: اس مسئلہ کے ارکان: زوجہ، جدہ، بنت، ۱۲/ اخوہ لاب

اور ترکہ ۶۰۰ دینار ہے۔ مثلاً:

مسئلہ ۲۵ × ۲۲ = ۶۰۰ (ترکہ ۶۰۰ دینار)

|                          |                           |                            |                          |         |
|--------------------------|---------------------------|----------------------------|--------------------------|---------|
| زوجہ                     | جدہ                       | ۲/ بنت                     | ۱۲/ اخ لاب               | اخت لاب |
| ثمن                      | سدس                       | ثلثان                      | عصب                      | ہ       |
| $\frac{۲۵ \times ۳}{۷۵}$ | $\frac{۲۵ \times ۲}{۱۰۰}$ | $\frac{۲۵ \times ۱۶}{۴۰۰}$ | $\frac{۲۵ \times ۱}{۲۵}$ |         |

(۱) أم الأرامل وهي مات رجل عن ثلث زوجات، و جدتين، و أربع أخوات لأم، و ثمان أخوات لأب وأم، و سميت هذه المسئلة بام الأرامل، لأن الورثة فيها كلهن إناث، وفي المسئلة يلغز أيضا فيقال مات رجل و ترك سبعة عشر ديناراً و سبع عشرة امرأة أصاب كل امرأة ديناراً واحداً.

(الجداول الالكترونية: ص ۱۹۶)

اس مسئلہ کو ”دیناریہ“ اس لیے کہتے ہیں کہ ترکہ ۶۰۰ ہے اور مسئلہ کی تصحیح بھی ۶۰۰ سے ہوئی ہے۔ (۱)

(۹) مسئلہ یتیمان: اس مسئلہ کے ارکان: زوج، اخت (ع/عل) ہیں۔ مثلاً:

| مسئلہ: ۲ |            |
|----------|------------|
| زوج      | اخت (ع/عل) |
| نصف      | نصف        |
| ۱        | ۱          |

فرائض میں اس مسئلہ کے علاوہ اور کوئی مسئلہ نہیں ہے جس میں دو متساوی فرض جمع ہو جائیں اسی لیے اس مسئلہ کو ”یتیمان“ کہتے ہیں۔ (۲)

---

(۱) الدیناریہ سمیت بالدیناریہ، لأن تصحیح المسئلة وافق تركة المیت، و كانت ست مائة دينار وصحت المسئلة من ۶۰۰، و أركانها هي زوجة، جدة ۲/ بنت ۲، ۱۲/ إخوه لأب، أخت لأب.

(الجداول الإلكترونية: ص ۱۹۸)

(۲) الیتیمان وهما مسألتان نصفیتان، و أركانها من زوج وأخت (ع/عل)، لكل واحد منهما يأخذ نصف التركة، وليس فی الفرائض یورث فیها المال بفرضیتین متساویتین إلا فی هاتین المسألتین لذلك سمیت الیتیمتین. (الجداول الإلكترونية: ص ۱۹۵)

---

## مناسخه كإعلان

بَابُ الْمُنَاسَخَةِ: وَلَوْ صَارَ بَعْضُ الْأَنْصِبَاءِ مِيرَاثًا قَبْلَ الْقِسْمَةِ، كَزَوْجٍ وَبِنْتٍ وَأُمٍّ، فَمَاتَ الزَّوْجُ قَبْلَ الْقِسْمَةِ عَنْ إِمْرَأَةٍ وَأَبَوَيْنِ، ثُمَّ مَاتَتِ الْبِنْتُ عَنْ ابْنَيْنِ وَبِنْتٍ وَجَدَّةٍ، ثُمَّ مَاتَتِ الْجَدَّةُ عَنْ زَوْجٍ وَأَخَوَيْنِ، فَلَا ضَلَّ فِيهِ: أَنْ تُصَحَّحَ مَسْئَلَةُ الْمَيِّتِ الْأَوَّلِ، وَتُعْطَى سِهَامُ كُلِّ وَارِثٍ مِنَ التَّصْحِيحِ، ثُمَّ تُصَحَّحَ مَسْئَلَةُ الْمَيِّتِ الثَّانِي، وَتُنْظَرُ بَيْنَ مَا فِي يَدِهِ مِنَ التَّصْحِيحِ الْأَوَّلِ وَبَيْنَ التَّصْحِيحِ الثَّانِي ثَلَاثَةُ أَحْوَالٍ: فَإِنْ اسْتَقَامَ مَا فِي يَدِهِ مِنَ التَّصْحِيحِ الْأَوَّلِ عَلَى الثَّانِي، فَلَا حَاجَةَ إِلَى الضَّرْبِ. وَإِنْ لَمْ يَسْتَقِمْ، فَانْظُرْ إِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا مُوَافَقَةٌ، فَاضْرِبْ وَفْقَ التَّصْحِيحِ الثَّانِي فِي التَّصْحِيحِ الْأَوَّلِ. وَإِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا مُبَايَنَةٌ، فَاضْرِبْ كُلَّ التَّصْحِيحِ الثَّانِي فِي كُلِّ التَّصْحِيحِ الْأَوَّلِ. فَالْمَبْلُغُ مَخْرَجُ الْمَسْئَلَتَيْنِ، فَسِهَامُ وَرَثَةِ الْمَيِّتِ الْأَوَّلِ تُضْرَبُ فِي الْمَضْرُوبِ، أَعْنِي فِي التَّصْحِيحِ الثَّانِي أَوْ فِي وَفْقِهِ، وَسِهَامُ وَرَثَةِ الْمَيِّتِ الثَّانِي تُضْرَبُ فِي كُلِّ مَا فِي يَدِهِ أَوْ فِي وَفْقِهِ. وَإِنْ مَاتَ ثَالِثٌ أَوْ رَابِعٌ أَوْ

خَامِسٌ، فَاجْعَلِ الْمُبْلَغَ مَقَامَ الْأُولَى وَالثَّلَاثَةَ مَقَامَ الثَّانِيَةِ فِي الْعَمَلِ، ثُمَّ فِي الرَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ، كَذَلِكَ إِلَى غَيْرِ النَّهَايَةِ.

ترجمہ: یہ باب مناسخہ کے احکام کے بیان میں ہے۔ اور اگر بعض حصے تقسیم سے پہلے ہی میراث بن جائیں، جیسے (ایک عورت) شوہر اور لڑکی اور ماں (چھوڑ کر مری)، پھر شوہر تقسیم سے پہلے ہی اپنی دوسری بیوی اور والدین کو چھوڑ کر مر گیا، پھر بیٹی دولڑ کے اور ایک لڑکی اور نانی کو چھوڑ کر مر گئی، پھر نانی شوہر اور دو بھائیوں کو چھوڑ کر مر گئی۔ تو قانون اس میں یہ ہے کہ پہلے میت اول کے مسئلہ کی تصحیح کر لی جائے، اور اس تصحیح میں سے ہر وارث کے سہام دے دیئے جائیں، پھر میت ثانی کے مسئلہ کی تصحیح کر لی جائے، اور تصحیح اول کے مافی الید اور تصحیح ثانی کے درمیان تین نسبتیں (تمائل، توافق، تباین) دیکھی جائیں۔ پس اگر تصحیح اول کا مافی الید تصحیح ثانی پر بلا کسر منقسم ہو جائے (یعنی دونوں میں تماثل ہو) تو ضرب کی کوئی حاجت نہیں ہے، اور اگر بلا کسر تقسیم نہ ہو، تو پھر غور کرو، اگر ان دونوں کے درمیان توافق ہو، تو تصحیح ثانی کے وفق کو تصحیح اول میں ضرب دے دو، اور اگر ان دونوں کے درمیان تباین ہو، تو کل تصحیح ثانی کو کل تصحیح اول میں ضرب دے دو، حاصل ضرب دونوں مسئلوں کا مخرج ہوگا، پھر میت اول کے سہام کو مضروب میں ضرب دے دو، یعنی تصحیح ثانی یا اس کے وفق میں، اور میت ثانی کے سہام کو تصحیح ثانی کے کل مافی الید یا اس کے وفق میں ضرب دے دو، اور اگر تیسرا یا چوتھا یا پانچواں مرجائے تو مبلغ کو (یعنی وہ مقدار جس سے مسئلہ اولی اور ثانیہ کی تصحیح ہوئی تھی) پہلے مسئلہ کے قائم مقام کرو، اور تیسرے میں ثانی کے مطابق عمل کرو، پھر چوتھے اور پانچویں میں، اسی طرح اخیر تک۔

## تشریح و توضیح: یہاں تیرہ بحثیں ذکر کی جائیں گی:

- (۱) مناسخہ کے لغوی و اصطلاحی معنی (۲) مناسخہ کی وجہ تسمیہ (۳) مناسخہ کی اہمیت اور ضرورت (۴) اصطلاحات مناسخہ (۵) تنبیہات و ہدایات مناسخہ (۶) مناسخہ لکھنے کا طریقہ (۷) اصول مناسخہ (۸) ایک اہم فائدہ (۹) متن میں مذکور مسئلہ مناسخہ کی تخریج (۱۰) ہر نسبت کی الگ الگ مثالیں (۱۱) مناسخہ کی صورتیں (۱۲) مناسخہ سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب (۱۳) باب مناسخہ کا خلاصہ بصورت نقشہ

## بحث اول: مناسخہ کے لغوی و اصطلاحی معنی:

لغاً: المناسخة مأخوذة من النسخ سے جس کے معنی ہیں نقل کرنا، جیسے ارشاد ہے: ”إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ - أَيُّ نَنْقُلُ وَنُسَجِّلُ“ اور ختم کرنا جیسے ارشاد ہے: ”مَا نَنْسَخُ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلَهَا - أَيُّ نُبَدِّلُهَا“ اسی سے کہا جاتا ہے ”نسخت الكتاب“ میں نے کتاب کے ایک نسخہ سے دوسرے نسخہ کو نقل کیا ”نسخت الشمس“ آفتاب کا سایہ ختم ہو گیا۔ (۱)

اصطلاحاً: تقسیم ترکہ سے پہلے کسی وارث کے مرجانے کی وجہ سے اس کا حصہ اس کے وارثوں کی طرف منتقل کرنا۔ بالفاظ دیگر نصیب وارث قبل القسمت ترکہ ہو جائے۔ (۲)

(۱) المناسخة لغة بمعنى النقل والإزالة يقال: نسخ الكتاب أي نقلته إلى نسخة أخرى و نسخت الشمس الظل أي أزالته، ومن المعنى الأول قوله تعالى ”إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ“ أي نقل ونسجل، ومن المعنى الثاني قوله تعالى ”مَا نَنْسَخُ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلَهَا“ أي نبدلها أو نزل تلاوتها ونغير حكمها. (المواريث للصابوني: ص ۱۵۹)

(۲) وإصطلاحاً أن يموت بعض الورثة قبل قسمة التركة فينتقل نصيبه إلى الورثة الآخرين. (أيضاً: ۱۵۹)

## بحثِ ثانی: مناسخہ کی وجہ تسمیہ:

مناسخہ میں دراصل میتِ ثانی کا حصہ ختم ہو جاتا ہے یعنی اس کے ورثاء میں منتقل ہو جاتا ہے، یا میتِ ثانی کے مرنے کی وجہ سے مسئلہ مناسخہ کے حصے ختم ہو جاتے ہیں، یعنی پہلے مخرج سے جو سہام وارثین کو دیئے گئے تھے، وہ مخرج دوسرے عدد سے بدل جاتا ہے، جس کی وجہ سے اب ہر وارث کے سہام میں تبدیلی واقع ہوتی ہے، اسی وجہ سے اس کا نام ”مناسخہ“ رکھا گیا ہے۔ (۱)

## بحثِ ثالث: مناسخہ کی اہمیت اور ضرورت:

علم فرائض میں ”باب المناسخہ“ اہم الابواب کی حیثیت رکھتا ہے، کیوں کہ اس میں پچھلے ابواب میں مذکورہ سارے ہی قواعد کا اجراء ہو جاتا ہے، اسی لیے اس کو سمجھنے کے لیے سراجی کے ماقبل کے اسباق موقوف علیہ کا درجہ رکھتے ہیں، اس کا مدار ماقبل کے ابواب کا یاد ہونا اور سمجھنا ہے، اس باب کے پڑھنے میں اور خصوصیت سے عملی جامہ پہنانے کے لیے ضروری ہے کہ اس وقت تکان اور سستی وغیرہ نہ ہو، طبیعت ہشاش بشاش اور دماغ حاضر ہو، اس باب کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب کہ کوئی جائداد (Property) برہا برس سے ورثاء کے درمیان مشترک طور پر استعمال ہوتی چلی آئی ہو، جو ان کے

(۱) وسمیت مناسخۃ لأن نصیب المیت الثانی ینسخ أي ینتقل من المورث إلی ورثته، أو لأن الأنصباء بموت المیت الثانی ینسخ أي ینتقل من عدد إلی عدد، وكذلك التصحیح وعدد مجموع الورثۃ بفوت واحد منهم، لأن المجموع ینتفی یا ینتفاء جزئہ.

(حاشیہ شریفیہ: رقم ۶/ص ۹۰، العذب الفائض: ۱/۲۵۷)



آباء و اجداد کا ترکہ تھی اور بعض ورثہ کا تقسیم سے قبل ہی انتقال بھی ہو گیا، اب باقی ورثہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس کو شرعی طور پر تقسیم کریں، اور اپنے اپنے حصہ پر قابض ہو کر استعمال کریں، اگر مورث اعلیٰ کے بعد ہی اس کو تقسیم کیا جاتا تو بہت آسان تھا، ماقبل کے ابواب کے مطابق اس کو تقسیم کر دیا جاتا، لیکن اب بہت سے ورثاء دنیا سے رخصت ہو گئے تو ان کے حصوں کو ان کے ورثہ کے مابین کیسے تقسیم کریں گے، اس باب کے ذریعہ قدرت حاصل ہوگی اس قسم کے مسائل کو حل کرنے میں اس باب کے اصول و قواعد کی ضرورت پیش آئے گی۔

خلاصہ یہ کہ تقسیم ترکہ سے پہلے جن ورثہ کا انتقال ہو گیا ہے ان کے حصوں کو ان کے ورثہ کی طرف منتقل کرنے کے لیے اس باب کی ضرورت پیش آتی ہے۔

### بحثِ رابع: اصطلاحاتِ مناسخہ:

(۱) مورث اعلیٰ: مناسخہ میں سب سے پہلے مرنے والا وہ شخص جس سے تقسیم وراثت کا سلسلہ چلتا ہے۔

(۲) بطن: ہر میت کے الگ مسئلہ کو کہتے ہیں، پہلی میت کے مسئلہ کو بطنِ اوّل دوسری کو بطنِ ثانی، علیٰ ہذا القیاس!

(۳) ”U“ قبر کا نشان: جو وارث ایک یا چند بار حصہ پانے کے بعد مر جائے تو اس کے نام اور حصہ کے ارد گرد ہر جگہ یہ نشان بنا دیتے ہیں جو قبر کی نشانی ہے، تاکہ دوبارہ اسے زندہ سمجھ کر اس کے حصہ میں مزید اضافہ کرنے کی غلطی نہ ہو۔

(۴) مافی الید: اس کا مختصر ”مم“ ہے (یعنی میم اور بے نقطہ کی فا) آگے

کے بطون یعنی دوسری تیسری چوتھی وغیرہ میت کو گذشتہ مسئلوں کی تصحیح سے جو حصے ملے ہیں، اور اب اس کے ورثاء میں تقسیم ہونے ہیں، وہ ”مافی الید“ کہلاتا ہے، اس حصے کو میت کی لمبی لکیر کی بائیں جانب ”مف“ کا نشان بنا کر اُس کے اوپر لکھ دیا جاتا ہے۔

(۵) المبلغ: مناسخہ کی تکمیل پر جو آخری سب سے بڑی تصحیح کا عدد ہوتا ہے، اسے ”المبلغ“ کہتے ہیں۔ اور مسئلہ پورا بنا لینے کے بعد اخیر میں اس کی باء کو لمبا کر کے اس طرح ”المبلغ“ لکھتے ہیں اور اس کے اوپر وہ بڑی تصحیح کا عدد لکھتے ہیں۔

(۶) الاحیاء: مناسخہ میں مورث اعلیٰ کا ترکہ پانے والے تمام زندہ ورثہ کو ”الاحیاء“ کہتے ہیں۔ مناسخہ کے اخیر میں اسے لمبائی میں اس طرح ”الاحیاء“ لکھ کر اس کے نیچے تمام زندہ ورثاء کے نام کے ساتھ ان کے جملہ حصص لکھے جاتے ہیں۔

بحثِ خامس: تنبیہات و ہدایاتِ مناسخہ:

(۱) مناسخہ سے متعلق جب بھی کوئی استفتاء سامنے آئے تو سب سے پہلے اموات کی ترتیب کی تحقیق ضرور کر لینی چاہیے کہ پہلے کس کا انتقال ہوا اور اس کے بعد کس کا پھر کس کا ورنہ مسئلہ غلط اور محنت ضائع ہو جائے گی۔

(۲) مناسخہ میں موجود تمام ورثاء کے ناموں کی تحقیق کے ساتھ، میت سے ان کے رشتوں کی بھی تحقیق کر لی جائے، کیوں کہ متعدد میتیں ہونے کی وجہ سے ایک نام کے متعدد وراثت ہوتے ہیں جس کی وجہ سے رشتہ کی وضاحت کے بغیر حصوں کو وضاحت کے ساتھ ذکر کرنا انتہائی دشوار ہو جاتا ہے۔

(۳) تصحیح ثانی اور مافی الید کے عدد کے مابین جو بھی نسبت ہو، میت کی لمبی لکیر کے درمیان لکھ لینا چاہیے تاکہ عمل ضرب میں غلطی نہ ہو۔

(۴) اگر میت کو اوپر کے بطون سے مختلف جگہوں سے حصے ملے ہیں، تو مافی الید لکھتے وقت متعدد حصوں کو اور ”الاحیاء“ لکھتے وقت ہر وارث کے متعدد حصوں کو جوڑ کر لکھنا چاہیے؛ ورنہ مسئلہ غلط ہو جائے گا اور محنت ضائع ہو جائے گی۔

(۵) مناسخہ کے اختتام پر ہر وارث کے حتمی حصے کو لکھتے وقت سهام پر گول نشان (O) بنا دیا جائے تاکہ ”الاحیاء“ کے تحت ورثہ کے جب سهام لکھے جائیں تو ان کے سهام میں عدد کی غلطی سے بچنا ممکن ہو۔

بحث سادس: مناسخہ لکھنے کا طریقہ:

سب سے پہلے مورث اعلیٰ کا نام میت کی لمبی لکیر کھینچ کر اس کے بائیں جانب لکھئے اور اس کے ورثاء کو اس لکیر کے نیچے اس ترتیب سے لکھئے کہ پہلے اصحاب الفرائض اور ان میں احد الزوجین کو مقدم کر لیجئے، پھر عصبات کو لکھئے، اور ہر وارث کا نام بھی لکھا جائے، یہ بطن اول ہوا۔

اس کے بعد ان ورثہ میں جس شخص کا سب سے پہلے انتقال ہوا ہے میت کی، دوسری لکیر کھینچ کر لکیر کی بائیں جانب اس وارث کا نام اور ”مف“ (مافی الید) کے اس نشان میں اوپر سے ملے ہوئے سهام کو لکھ دیا جائے، اور پھر لکیر کے نیچے اس وارث کے سارے وارثین کو ان کے ناموں کے ساتھ لکھا جائے، یہ بطن ثانی ہوا۔

اسی طرح جو اس کے بعد مرا ہے اس کو تیسرے نمبر پر مع ورثہ و مافی الید کے لکھئے، پھر جس کا انتقال ہوا اس کو چوتھے نمبر پر لکھئے۔ غرض یہ کہ جتنے ورثہ مرچکے ہیں اسی ترتیب سے ان کو لکھا جائے۔

### بحثِ سابع: اصولِ مناسخہ:

پہلے میتِ اول کے مسئلے کی تصحیح گزشتہ قواعد کی روشنی میں کر لی جائے اور میتِ اول کے ورثہ کو سہام دیئے جائیں، پھر میتِ ثانی کے مسئلہ کی تصحیح کی جائے، اور میتِ ثانی کا حصہ جو میتِ اول سے ملا ہے اسے میت کی لمبی لکیر کی بائیں جانب مافی الید کا نشان بنا کر لکھ لیا جائے، پھر میتِ ثانی کی تصحیح اور مافی الید میں نسبت دیکھی جائے۔

(الف) اگر تماثل کی نسبت ہو تو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(ب) اگر توافق کی نسبت ہو تو تصحیح اور مافی الید میں دونوں کا وفق نکال کر دونوں عددوں کے اوپر ایک لکیر کھینچ کر لکھ دیا جائے، اور تصحیح کے وفق کو بطنِ اول کی تصحیح میں ضرب دے دیں، حاصلِ ضرب سے دونوں بطن کی تصحیح ہوگی، وہ اس طرح کہ تصحیحِ ثانی کے وفق کو پہلے مسئلہ کے وارثین کے سہام میں ضرب دیجیے، اور تصحیحِ ثانی کے مافی الید کے وفق کو اسی مسئلہ کے وارثین کے سہام میں ضرب دیجیے، حاصلِ ضرب ان ورثاء کا حصہ ہوگا۔

(ج) اگر بطنِ ثانی کی تصحیح اور اس کے مافی الید میں بتابین کی نسبت ہو تو تصحیح کے کل عدد کو بطنِ اول کی تصحیح میں ضرب دے دو، حاصلِ ضرب سے دونوں بطن کی تصحیح ہو جائے گی، وہ اس طرح کہ بطنِ ثانی کے کل عدد کو جس سے بطنِ اول کی تصحیح میں ضرب دیا گیا تھا (اس کو عدد مضروب بھی کہتے ہیں) بطنِ اول کے وارثین کے سہام میں ضرب دے دو اور

بطنِ ثانی کے مافی الید کے کل عدد کو اسی بطن کے وارثین کے سہام میں ضرب دے دو، حاصل ضرب ورثاء کا حصہ ہوگا۔

**نوٹ:** مذکورہ بالا اصول کو سمجھانے کے لیے دو بطنوں کا سہارا لیا گیا ہے، اگر تین بطنوں کا مناسخہ ہو تو تیسرے بطن کو میتِ ثانی کے قائم مقام بنایا جائے گا اور پہلے دو بطنوں کو میتِ اول کے درجے میں رکھ کر مذکورہ بالا اصول جاری کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر چار بطنوں کا مناسخہ ہو تو پہلے تینوں بطنوں کو میتِ اول اور چوتھے بطن کو میتِ ثانی قرار دیا جائے گا۔ لہذا الی غیر النہایہ!

**بحثِ ثامن:** ایک اہم فائدہ:

اگر تصحیحِ ثانی اور مافی الید میں تداخل کی نسبت ہو تو دو حال سے خالی نہیں ہوگا۔

(الف) یا تو تصحیحِ ثانی کا عدد مافی الید کے عدد سے بڑا ہوگا۔

(ب) یا مافی الید کا عدد تصحیحِ ثانی کے عدد سے بڑا ہوگا۔

پہلی صورت میں صرف تصحیحِ ثانی کے عددِ دخل کو تصحیحِ اول میں ضرب دیا جائے گا، اور صرف میتِ اول کے ورثہ کے سہام کو مضروب یعنی تصحیحِ ثانی کے دخل میں ضرب دیا جائے گا اور میتِ ثانی کے ورثہ کو مزید کچھ نہیں ملے گا، اس کو ”تداخل بحکم توافق“ کہتے ہیں۔

اور دوسری صورت میں جب کہ مافی الید کا عدد بڑا ہو تو میتِ ثانی کے ورثہ کے سہام کو مافی الید کے دخل میں ضرب دیا جائے گا اور بس، اس صورت کو ”تداخل بحکم تماثل“ کہتے ہیں؛ کیوں کہ یہاں تماثل کی طرح تصحیحِ اول میں ضرب دینے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔ مثلاً:

تداخل بحکم توافق کی مثال:

بطنِ اول: مسئلہ:  $۲۴ = ۴ \times ۶$  (مورث اعلیٰ: قاسم)

|                        |     |                        |                        |
|------------------------|-----|------------------------|------------------------|
| ابن                    | ابن | ابن                    | بنت                    |
| نعیم                   | زید | سمیہ                   | رقیہ                   |
| $\frac{۴ \times ۲}{۸}$ | ۲   | $\frac{۴ \times ۱}{۴}$ | $\frac{۴ \times ۱}{۴}$ |

بطنِ ثانی: مسئلہ:  $\frac{۴}{۸}$  (تداخل بحکم توافق) زید: مفہ

|       |       |      |      |      |
|-------|-------|------|------|------|
| زوجه  | بنت   | ابن  | ابن  | ابن  |
| ماریہ | ذکرئی | فہد  | ذکی  | حسان |
| عصبن  | عصبن  | عصبن | عصبن | عصبن |
| ۱     | ۱     | ۲    | ۲    | ۲    |
| ۲۴    |       |      |      |      |

المبلغ

الأحیاء

ابن (نعیم) بنت (سمیہ) بنت (رقیہ) زوجہ (ماریہ) بنت (ذکرئی) ابن (فہد) ابن (حسان) ابن (ذکی)

$$۲۴ = ۲ + ۲ + ۲ + ۱ + ۱ + ۲ + ۲ + ۸$$

وضاحت: پہلے دونوں مسئلوں کی تصحیح کر لی گئی، پھر دیکھا تو تصحیح ثانی آٹھ اور مانی الیدو میں تداخل کی نسبت ہے، آٹھ کا دخل چار ہے۔ چار کو تصحیح اول (۶) میں ضرب دیا، حاصل

ضرب (۲۴) ہوا، اس کے بعد میتِ اول کے ورثہ (نعیم، سمیہ، رقیہ) کے حصوں کو مضروب (۴) میں ضرب دیا، لہذا نعیم کو (۸) سمیہ کو (۴) اور رقیہ کو (۴) حصے ملے، میتِ ثانی کے ورثہ کو اس صورت میں مزید کچھ نہیں ملے گا۔

تداخل بحکم تماثل کی مثال:

بطنِ اول: مسئلہ:  $۷۲ = ۳ \times ۲۴$  (مورثِ اعلیٰ: فیاض) بطنِ ثانی: مسئلہ: ۵ عم سعد:  $۱۵۱ \frac{۳}{۴}$

| زوجہ                   | بنت                           | بنت             | بنت             | عم   | ابن (قاسم)             | ابن (حسن)              | بنت (ذکرئی)            |
|------------------------|-------------------------------|-----------------|-----------------|------|------------------------|------------------------|------------------------|
| ساجدہ                  | صدیقہ                         | صابرہ           | ماریہ           | سعد  |                        |                        |                        |
| ثمن                    | ثلث                           |                 |                 | عصبہ |                        |                        |                        |
| $\frac{۳ \times ۳}{۹}$ | $\frac{۲۸ = ۳ \times ۱۶}{۱۶}$ | $\frac{۱۶}{۱۶}$ | $\frac{۱۶}{۱۶}$ | ۱۵   | $\frac{۳ \times ۲}{۶}$ | $\frac{۳ \times ۲}{۶}$ | $\frac{۳ \times ۱}{۳}$ |
|                        |                               |                 |                 |      |                        |                        |                        |
|                        |                               |                 |                 |      |                        |                        |                        |

المبلغ

الأحیاء

زوجہ (ساجدہ) بنت (صدیقہ) بنت (صابرہ) بنت (ماریہ) ابن (قاسم) ابن (حسن) بنت (ذکرئی)

$$۷۲ = ۳ + ۶ + ۶ + ۱۶ + ۱۶ + ۱۶ + ۹$$

وضاحت:

میتِ ثانی کے مافی الید اور تصحیح مسئلہ میں تداخل کی نسبت ہے، اس لیے میتِ ثانی کے ورثہ کے سہام کو مافی الید کے دخل (۳) میں ضرب دیا اور کچھ بھی عمل نہیں کیا گیا۔

بحثِ تاسع: متن میں مذکور مسئلہ مناسخہ کی تخریج:

$$\text{مسئلہ: } ۱۲۸ = ۴ \times ۳۲ = ۲ \times ۱۶ = ۴ \times ۴$$

بطنِ اول: (باقی ۳) مسئلہ: ۴/۶ (مورث اعلیٰ ہندہ)

| زوج (قاسم)             | بنت (سمیہ)             | ام (زینب)                       |
|------------------------|------------------------|---------------------------------|
| ربع                    | نصف                    | سدس                             |
| $\frac{۴ \times ۱}{۴}$ | $\frac{۳ \times ۳}{۹}$ | $\frac{۳ \times ۱}{۲ \times ۳}$ |
|                        | ۹                      | ۶                               |

بطنِ ثانی: مسئلہ: ۴ (تمثل) زوج قاسم (مف۴)

| زوجہ (رقیہ)                     | اب (فہد)                        | ام (ساجدہ)                      |
|---------------------------------|---------------------------------|---------------------------------|
| ربع                             | عصبہ                            | ثلثِ باقی                       |
| $\frac{۲ \times ۱}{۴ \times ۲}$ | $\frac{۲ \times ۲}{۴ \times ۴}$ | $\frac{۲ \times ۱}{۴ \times ۲}$ |
| ۸                               | ۱۶                              | ۸                               |

بطنِ ثالث: مسئلہ: ۲/۱۶ (توافق بالثلث) بنت سمیہ (مف۹۳)

جدہ (نانی) ابن (زید) ابن (سلمان) بنت (ذکریٰ)

| عصبہ                   | ابن (زید)                       | ابن (سلمان)                     | بنت (ذکریٰ)                     |
|------------------------|---------------------------------|---------------------------------|---------------------------------|
| سدس                    |                                 |                                 |                                 |
| $\frac{۳ \times ۱}{۳}$ | $\frac{۳ \times ۲}{۴ \times ۶}$ | $\frac{۳ \times ۲}{۴ \times ۶}$ | $\frac{۳ \times ۱}{۴ \times ۳}$ |
|                        | ۲۴                              | ۲۴                              | ۱۲                              |



بطنِ رابع: مسئلہ:  $۴ = ۲ \times ۲$  (تباين) اُم زینب (مہ ۹)

زوج (سلیم)      اَخ (نعیم)      اَخ (جمیل)  
 $۲ = ۲ \times ۱$

|                                 |                        |                        |
|---------------------------------|------------------------|------------------------|
| نصف                             | عصب                    | ۴                      |
| $\frac{۲ \times ۱}{۹ \times ۲}$ | $\frac{۹ \times ۱}{۹}$ | $\frac{۹ \times ۱}{۹}$ |
| ۱۸                              |                        |                        |

۱۲۸

المبلغ

الأحـياء

زوجہ (رقیہ) اب (فہد) اُم (ساجدہ) ابن (زید) ابن (سلمان) بنت (ذکرئی) زوج (سلیم) اَخ (نعیم) اَخ (جمیل)

۱۲۸ = ۹ + ۹ + ۱۸ + ۱۲ + ۲۲ + ۲۲ + ۸ + ۱۶ + ۸

وضاحت:

پہلا مسئلہ ردیہ ہے، اس لیے کہ جب مسئلہ ”۱۲“ سے بنایا جائے گا تو ایک بچہ جائے گا، اس لیے زوج کا مسئلہ ”۴“ سے الگ بنایا اور اس کو ایک دیا باقی (۳) بچے، اور لڑکی اور ماں کا مسئلہ ”۶“ سے الگ بنایا اور وہ ”۴“ سے رد ہوا، اور چوں کہ من لا یرد علیہ (زوج) سے بچے ہوئے (۳) میں اور من یرد علیہ کے مسئلہ ”۴“ میں مماثل نہیں ہے، اس لیے مسئلہ ردیہ کو مسئلہ غیر ردیہ میں ضرب دیا، حاصل ضرب (۱۶) سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی، اس میں سے (۴) شوہر کو، (۹) لڑکی کو اور (۳) ماں کو دیئے۔ اور دوسرا مسئلہ ”۴“ سے بنا اور اس میں قاسم کے مافی الید (جو اوپر سے ملا ہے) میں مماثل کی نسبت ہے، اس لیے مزید کسی عمل کی ضرورت نہیں، اور سمیہ کا مسئلہ ”۶“ سے بنا ہے اور اس کا مافی الید (۹) ہے اور

دونوں میں توافق بالٹٹ ہے، اس لیے مسئلہ کے وفق (۲) کو تصحیح اول (۱۶) میں ضرب دیا، حاصل ضرب (۳۲) آیا، اور بطن اول و ثانی کے زندہ ورثاء کے سہام کو بھی مضروب (۲) میں ضرب دیا، اور رسمیه کے ورثاء کے سہام کو مافی الید کے وفق (۳) میں ضرب دیا۔

اور زینب کا چوتھا مسئلہ ”۲“ سے بنا اور چار سے اس کی تصحیح ہوئی اور اس کا مافی الید (۹) ہے، اور دونوں میں بتاین ہے، اس لیے کل تصحیح یعنی چار کو پہلی تصحیح (۳۲) میں ضرب دیا، حاصل ضرب (۱۲۸) آیا، اور مضروب (۴) سے سابقہ بطنوں کے ورثاء کے سهام کو ضرب دیا، اور مافی الید (۹) سے آخری بطن کے ورثاء کے سهام کو ضرب دیا تو سب کا حصہ نکل آیا، پھر المبلغ لکھ کر آخری تصحیح لکھ دی تاکہ احياء کے سهام جمع کرنے میں سہولت ہو، اور الا حياء کے نیچے تمام زندہ ورثاء کو لکھ کر ان کو جو جو سهام ملے ہیں وہ لکھ دیئے۔

بحثِ عاشق: ہر نسبت کی الگ الگ مثالیں:

## تماثل کی مثال

| مسئله ۳: (مورث اعلیٰ فہد) |            | مسئله ۲: ابن زید مہ ۲ |            |
|---------------------------|------------|-----------------------|------------|
| ابن (زید)                 | بنت (سمیہ) | ابن (سلیم)            | ابن (نعیم) |
| ۲                         | ۱          | ۱                     | ۱          |

۳

المبلغ

الأحیاء

|            |            |            |
|------------|------------|------------|
| بنت (سمیہ) | ابن (سلیم) | ابن (نعیم) |
| ۱          | ۱          | ۱          |

وضاحت: تصحیح ثانی اور مافی الید میں تماثل کی نسبت ہے، اس لیے مزید کچھ نہیں کیا گیا، زید کا ترکہ تین حصوں میں تقسیم ہوا اور ہر زندہ وارث کو ایک ایک ملا۔

توافق کی مثال

بطن اول: مسئلہ:  $۴ \times ۴ = ۲ \times ۱۶ = ۳۲$  باقی ۳ مسئلہ:  $۶/۲$  (مورث اعلیٰ: رقیہ)

زوج (ریحان) بنت (سمیہ) ام (زاہدہ)

|                                 |                        |                                 |
|---------------------------------|------------------------|---------------------------------|
| ربع                             | نصف                    | سدس                             |
| $\frac{۴ \times ۱}{۲ \times ۴}$ | $\frac{۳ \times ۳}{۹}$ | $\frac{۳ \times ۱}{۲ \times ۳}$ |
| ۸                               | ۹                      | ۶                               |

بطن ثانی: مسئلہ:  $۲/۱۶$  (توافق بالثلث) (بنت سمیہ: مفقۃ ۹۱۳)

اب (ریحان) ابن (عمران) جدہ (زاہدہ)

|                        |                         |                        |
|------------------------|-------------------------|------------------------|
| سدس                    | عصبہ                    | سدس                    |
| $\frac{۳ \times ۱}{۳}$ | $\frac{۳ \times ۴}{۱۲}$ | $\frac{۳ \times ۱}{۳}$ |
| ۳                      | ۱۲                      | ۳                      |

۳۲

المبلغ

الأحیاء

زوج (ریحان) ام (زاہدہ) ابن (عمران)

۱۱ + ۹ + ۱۲ = ۳۲

وضاحت:

پہلا مسئلہ ردیہ ہے، اس کی (۱۶) سے تصحیح ہوئی ہے۔ اور میت ثانی سمیہ کے مانی الید (۹) اور تصحیح ثانی (۶) میں توافق بالثلث کی نسبت ہے (تصحیح ثانی کا وفق دو اور مانی الید کا وفق تین ہے) اس لیے تصحیح ثانی کے وفق دو کو تصحیح اول سولہ میں ضرب دیا، حاصل ضرب (۳۲) ہوا۔ پھر میت اول کے ورثہ کے سہام کو مضروب دو میں ضرب دیا تو شوہر ریحان کو آٹھ، اور ماں زاہدہ کو چھ ملے۔ اور میت ثانی کے ورثہ کے سہام کو مانی الید کے وفق تین میں ضرب دیا تو ریحان کو تین، عمران کو بارہ اور زاہدہ کو تین حصے ملے۔ ریحان اور زاہدہ کو دونوں مورثوں سے وراثت ملی ہے، ریحان کے کل حصے گیارہ، عمران کے بارہ اور زاہدہ کے نو ہوئے۔

تباین کی مثال:

بطن اول: مسئلہ ۱۲/ع ۱۳ع × ۷ = ۹۱ (مورث اعلیٰ: قاسم)

| زوجہ                    | اخت   | اخت لاب                 | اخت لام                 |
|-------------------------|-------|-------------------------|-------------------------|
| حامدہ                   | نعیمہ | سمیہ                    | ساجدہ                   |
| ربع                     | نصف   | سدس                     | سدس                     |
| $\frac{۷ \times ۳}{۲۱}$ | ۶     | $\frac{۷ \times ۲}{۱۴}$ | $\frac{۷ \times ۲}{۱۴}$ |

بطنِ ثانی: مسئلہ: ۶/ع ۷ (تباين) (اخت نعيمہ: ۶)

| زواج                    | اخت لاب                 | اخت الام               |
|-------------------------|-------------------------|------------------------|
| حماد                    | سمیہ                    | ساجدہ                  |
| نصف                     | نصف                     | سدس                    |
| $\frac{۶ \times ۳}{۱۸}$ | $\frac{۶ \times ۳}{۱۸}$ | $\frac{۶ \times ۱}{۶}$ |

۹۱

المبلغ

الأحیاء

زوجہ (حامدہ)      اخت لاب (سمیہ) اخت لام (ساجدہ) زوج (حماد)  
۲۱ + ۳۲ + ۲۰ + ۱۸ = ۹۱

وضاحت:

پہلا مسئلہ ”۱۲“ سے بنا اور ”۱۳“ سے عائلہ ہو گیا، اور دوسرا مسئلہ ”۶“ سے بنا اور ”۷“ سے عائلہ ہو گیا، تصحیح ثانی (۷) اور مافی الید (۶) میں تباين ہے اس لیے کل تصحیح ثانی (۷) کو تصحیح اول (۱۳) میں ضرب دیا، حاصل ضرب (مبلغ: ۹۱) دونوں مسئلوں کا مخرج ہے۔ میت اول کے ورثاء (حامدہ، سمیہ اور ساجدہ) کے سہام کو سات میں ضرب دیا تو حامدہ کو (۲۱) سمیہ اور ساجدہ کو (۱۴، ۱۴) ملے۔ اور میت ثانی کے ورثاء (حماد، سمیہ اور ساجدہ) کے سہام کو مافی الید (۶) میں ضرب دیا تو حماد کو (۱۸) اور سمیہ اور ساجدہ کو دونوں مورثوں سے حصے ملے ہیں، اس طرح سمیہ کو (۳۲) اور ساجدہ کو (۲۰) سہام ملے۔

## بحثِ حادی عشر: مناسخہ کی صورتیں:

مناسخہ کی دو صورتیں ہیں: (الف) متاولہ (ب) متناقضہ

(الف): مناسخہ متاولہ تو یہ ہے کہ میتِ ثانی کے ورثہ میتِ اول کے ورثہ کے علاوہ ہوں، یا وہی وارث ہوں لیکن ان کے وارث ہونے کی جہت (رشتہ) مختلف ہو، اس صورت کا حکم یہ ہے کہ اس میں ہر میت کے مسئلہ کی تصحیح اور مذکورہ عمل کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، متن میں جو مثال ذکر کی گئی ہے وہ اسی مناسخہ متاولہ کی ہے۔

(ب) مناسخہ متناقضہ یہ ہے کہ میتِ ثانی کے ورثہ وہی ہوں جو میتِ اول کے تھے، اور ان کے وارث ہونے کی جہت بھی متفق ہو، اس صورت کا حکم یہ ہے کہ اس میں میتِ ثانی کا مسئلہ وغیرہ بنانے کی حاجت نہیں ہوتی بل کہ بطنِ اول میں میتِ ثانی کو کالعدم قرار دیا جاتا ہے، گویا وہ موجود ہی نہیں ہے، اور باقی ورثہ پر ترکہ تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً فہد کا انتقال ہوا اس کے پسماندگان میں چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، اس کے بعد ایک لڑکے کا انتقال ہو گیا، اس کے وارثین یہی مذکورہ بھائی بہن ہیں، پھر ایک لڑکی کا انتقال ہو گیا، اس کے وارثین بھی یہی مذکورہ بھائی بہن ہیں، تو اس صورت میں مرنے والے لڑکے اور لڑکی کو کالعدم قرار دے کر تین لڑکے اور ایک لڑکی پر ترکہ تقسیم کر دیں گے۔ مثلاً: مسئلہ: ۸ مورث اعلیٰ: فہد

|     |     |     |     |     |     |     |
|-----|-----|-----|-----|-----|-----|-----|
| ابن | ابن | ابن | ابن | ابن | بنت | بنت |
| ۲   | ۲   | ۲   | ۲   | ۱   | ۱   | ۱   |

وضاحت:

صورت مذکورہ میں فہد کا کل ترکہ ”۸“ سہام پر تقسیم ہو کر دو دو حصہ ہر لڑکے کو اور ایک ایک حصہ لڑکی کو شرعاً ملے گا، اور مرنے والے لڑکے اور لڑکی کو حساب میں تخفیف کے پیش نظر کا عدم قرار دیا جائے گا، کیوں کہ ان کے انتقال کے بعد یہی تین لڑکے اور ایک لڑکی عصبہ ہونے کی حیثیت سے وارث ہیں، اور ان کے علاوہ کوئی دوسرا وارث نہیں ہے۔ (۱)

مسائل مناسخہ میں طریقہ تقسیم کی صورتِ ثلاثہ مع مثال:

اگر کسی مسئلہ میں مناسخہ کی ضرورت ہو یعنی جب وارثین میں سے کسی کا تقسیم ترکہ سے پہلے انتقال ہو جائے، تو وہاں بطور مناسخہ تقسیم ترکہ کی تین صورتیں بنتی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں: (۲)

(۱) المناسخۃ لا تخلوا عن حالتین : الحالة الأولى أن يكون ورثة المتوفى الثاني هم ورثة المتوفى الأول، بلا تغيير في صفاتهم التي اكتسبوا بها الحق في الميراث، ولا في كيفية توريثهم ففي هذه الحالة يجعل المتوفى الثاني كأنه غير موجود أصلاً، وتقسم التركة على الورثة الموجودين الأحياء، وتقسم التركة قسمة واحدة. والحالة الثانية أن يكون للميت الثاني من الورثة من لا يرثون من الميت الأول أو يتغير التقسيم بموت الثاني، فإذا كان ورثة الميت الثاني غير ورثة الميت الأول أو هم وغيرهم وتغيرت بموت الثاني كيفية ميراثهم ففي هذه الحالة تقسم تركة الميت الأول على ورثته، ثم يقسم نصيب الميت الثاني على ورثته حسب قواعد الميراث.

(الوجيز في الميراث: ص ۲۱۶، الشريفة: ص ۹۰)

(۲) كيف تقسم التركة في مسائل المناسخات: إذا مات شخص ثم مات من ورثته شخص آخر قبل قسمة تركته، فهناك ثلاث صور في كيفية تقسيم التركة، ولكل صورة أحوال تختص بها كالآتي. (الجدوال الإلكترونية: ص ۲۱۲)

صورتِ اولیٰ: میت ثانی کے ورثہ بعینہ میت اول کے ہی وارثین ہوں، اور وہ بھی میت اول کے ورثہ کی طرح وارث ہو رہے ہوں۔

- یہ صورتِ اولیٰ کے وارثین احوالِ ثلاثہ میں سے کسی حالت سے متعلق ہوں گے:
- (الف) دونوں میتوں کے وارثین کی جہت ارث صرف تعصیب (عصبہ ہونا) ہوگی۔
- (ب) دونوں میتوں کے وارثین کی جہت ارث صرف فرضیت ہوگی۔
- (ج) دونوں میتوں کے وارثین کی جہت ارث تعصیب و فرضیت دونوں ہوگی۔ (۱)

جہتِ ارث تعصیب محض کی مثال:

ایک شخص نے اپنے پیچھے دس بھائیوں کو چھوڑا ان میں سے ایک کے بعد ایک سات بھائیوں کا تقسیم ترکہ سے پہلے انتقال ہو گیا، تو اب مسئلہ مناسخہ میں سات بھائیوں کو کالعدم مان کر پورا ترکہ تین حصوں میں تقسیم کر کے ہر بھائی کو ایک ایک حصہ دے دیں گے۔ (۲) مثلاً:

(۱) الصورة الأولى ولها ثلاثة أحوال: إذا كان ورثة الميت الثاني هم بقية ورثة الميت الأول، ويرثونه كما يرثون الأول، وأحوال الورثة في هذه الصور تشمل على ثلاث حالات أيضاً.

الأولى: أن يرثوا من الميتين بالتعصيب وحده. الثانية: أن يرثوا منها بالتعصيب والفرض معاً.

الثالثة: أن يرثوا منها بالفرض فقط. (الجداول الإلكترونية: ص ۲۱۳)

(۲) المثال الأول: إذا كان إرثهم بالتعصيب المحض مات عن عشرة إخوة وأخوات، ثم مات منهم جمع من الإخوة والأخوات قبل قسمة التركة حتى بقي ثلاثة إخوة بنين. والعمل في هذه المسئلة أن تقسم مسئلة أول ميت على من بقي وتفرض من مات بعده كان لم يكونوا أصلاً وتصح المسئلة بالإختصار إلى ثلاثة من عدد الرووس لكل واحد ثلث التركة.

(الجداول الإلكترونية: ص ۲۱۳)



مسئلہ: ۳

اخ اخ اخ اخ اخ اخ اخ اخ اخ  
 کالہ دم ا ا ا

جہت ارث تعصیب و فرض کی مثال:

زید کے باپ قاسم کا انتقال ہوا، اور زید کے چچا نے زید کی ماں سے نکاح کیا، جس سے دس لڑکے پیدا ہوئے جو زید کے اخیانی بھائی ہونے کے ساتھ ابن العم ہونے کی وجہ سے عصبہ بھی ہیں، اب زید کا انتقال ہوا، اور اس نے ان ہی دس اخیانی بھائیوں کو چھوڑا، پھر تقسیم ترکہ سے پہلے ان میں سے ایک کے بعد ایک سات بھائیوں کا انتقال ہو گیا، اور صرف تین بھائی باقی رہے، تو ان میں فرضیت (اخیانی بھائی ہونے کی وجہ سے) اور عصبیت (ابن العم ہونے کی وجہ سے) دونوں معنی کا لحاظ کرتے ہوئے مرے ہوئے سات بھائیوں کو کالہ دم قرار دے کر بحیثیت فرض ثلث دے دیں گے، اور باقی مال بحیثیت عصوبت ان ہی پر رد کر دیں گے، مسئلہ تین سے بنے گا، اور ہر بھائی کو ایک ایک حصہ ملے گا۔ (۱) مثلاً:

(۱) المثال الثاني: إن كان إرثهم بالفرض والتعصيب، كما ولو هلك هالك عن سبعة إخوة لأُم هم في الوقت ذاته بنو عم لغير أم (أي أن عمهم تزوج أمهم وله منها أولاد) فماتوا قبل قسمة التركة واحداً بعد واحد، ولم يبق إلا ثلاثة فكل واحد منهم يرث بقرايتين: أي يرث بالفرض لأنه أخ لام ويرث بالتعصيب لكونه ابن عم وعليه نفرض في هذه المسئلة أيضاً أن الميت الأول قد مات عن من بقي فقد فللإخوة لأُم الثلث فرضاً والباقي تعصيباً. (الجداول الإلكترونية: ص ۲۱۴)

مسئلہ: ۳

مورث اعلیٰ (قاسم)

اخراج لام اخلام اخلام اخلام اخلام اخلام اخلام اخلام اخلام

$$۳ = ۲ + ۱$$

کالہ دم ثلث

فرضیت و عصیت

۱ ۱ ۱

جہت ارث، تعصیب محض اور تعصیب و فرض کی شرطیں:

وہ وارثین جو صرف عصبہ ہونے کی حیثیت سے وارث ہوتے ہیں، یا عصبہ و فرض دونوں معنی ارث کے پائے جانے کی وجہ سے وارث ہوتے ہیں، ان میں مذکورہ بالا عمل مناسخہ جاری ہونے کی دو شرطیں ہیں:

شرط اول: میت ثانی کے ورثاء میت اول کے ہی وارثین میں سے ہوں۔

شرط ثانی: دونوں مسئلوں میں ان کے سہام کی مقدار میں اختلاف نہ ہو۔ (۱)

جہت ارث فرض محض کی مثال:

ایک عورت کا انتقال ہوا، اس کے وارثین میں شوہر ایک عینی اور ایک علاقائی بہن تھیں، پھر شوہر نے اخت علاقائی سے نکاح کر لیا، اور نکاح کے بعد اخت علاقائی (بیوی) کا

(۱) ولہذہ الصور بحالاتہا الثلاثة شروط: إذا كان الورثة يرثون بالتعصیب المحض أو بالتعصیب والفرض معاً فلہذہ الحالة شرطان: الأول: أن يكون ورثة الميت الثاني هم بقية ورثة الميت الأول. الثاني: أن لا يختلف قدر استحقاقهم في المسئلتين. (الجداول الإلكتروني: ص ۲۱۳)

بھی تقسیم ترکہ سے پہلے انتقال ہو گیا، اب ہر دو مسئلوں میں موجود سارے ذوی الفروض کے مابین فرضیت محض کے اعتبار سے ترکہ تقسیم ہوگا، میتِ اول کا مسئلہ ۷ سے عائلہ ہوگا، اور مابقی ۶ سہام میتِ ثانی کے ورثاء کے مابین تقسیم ہو جائے گا۔ (۱) مثلاً:

مسئلہ: ۶/ع ۷ مورثِ اعلیٰ ہندہ

| زوج (قاسم) | اخت (ع) سمیہ | اخت (عل) رقیہ |
|------------|--------------|---------------|
| نصف        | نصف          | سدس           |
| ۳          | ۳            | ۱             |

جہتِ ارث فرض محض کی شرطیں:

وہ وارثین جو صرف فرضیت کی وجہ سے وارث ہوتے ہیں، ان میں مذکورہ بالا عملِ مناسخہ کے جاری ہونے کی تین شرطیں ہیں:

شرطِ اول: میتِ ثانی کے ورثہ میتِ اول کے ورثہ میں سے ہی ہوں۔

شرطِ ثانی: میتِ ثانی کے ورثہ کے سہام میتِ اول میں ملے ہوئے سہام کے علاوہ نہ ہو۔

شرطِ ثالث: میتِ اول کا مسئلہ میتِ ثانی کے ورثہ کے حصوں کے بقدر عائلہ ہو، یا میتِ ثانی کے ورثہ کے سہام کے زیادہ ہونے کی صورت میں عائلہ ہو، اور میتِ ثانی کا مسئلہ

(۱) أما إن كان إرثهم بالفرض المحض فلهم حالتان: الأولى: أن تكون مسألة الميت الأول عائلة بمثل نصيب الميت الثاني كمن مات عن زوج وأخت شقيقة وأخت لأب وقبل القسمة ماتت الأخت لأب بعد أن تزوجها الزوج. (الجداول الإلكترونية: ص ۲۱۴)

عائکہ نہ ہو۔ (۱)

صورتِ ثانیہ: میتِ اول کے بعد مرنے والے ورثاء میتِ اول کے علاوہ کسی

اور کے وارث نہ ہوں۔ (۲)

صورتِ ثانیہ میں عملِ مناسخہ کے جاری ہونے کے لیے مندرجہ ذیل شرطوں کا

پایا جانا ضروری ہے:

شرطِ اول: اموات (مرنے والے وارثین) کی تعداد دو سے زائد ہوں۔

شرطِ ثانی: میتِ اول کے بعد مرنے والے تمام افراد میتِ اول کے وارث ہوں۔

شرطِ ثالث: میتِ اول کے بعد مرنے والے افراد ایک دوسرے کے وارث نہ

ہوں۔ (۳)

(۱) والقسم الثاني: أن يكون الإرث في الجميع بالفر، وهذا القسم لا يتصور الاختصار فيه قبل العمل إلا في ميتين فقط، وله ثلاثة شروط: أحدها: إنحصار ورثة الميت الثاني في الباقيين من ورثة الأول. الثاني: أن لا تختلف أسماء الفروض في المسئلتين. الثالث: أن تكون مسألة الأولى منهما عائلة بقدر نصيب الثاني أو بأكثر ومسألة الثاني غير عائلة في الصورة الأولى، وعائلة في الثانية بقدر ما نقص نصيبه عن عول الأولى. (العذب الفاضل: ۲۶۰/۱)

(۲) ثانیہ ای ثانیۃ الطرق التي في عمل المناسخة، أن لا ترث وراث من قد مات بعد أي بعد الأول من خلافه أي إن ورثة كل ميت بعد الأول لا يرثون من غيره. (العذب الفاضل: ۲۶۱/۱)

(۳) الصورة الثانية أن يكون ورثة كل ميت لا يرثون غيره و لعمل حساب مسائل لهذا الحالة لابد من توافر الشروط التالية أن يكون الأموات فيها أكثر من اثنين، أن يكون من مات بعد الميت الأول كلهم من ورثته أن لا يرث بعض الأموات الذين ماتوا بعد الميت الأول من بعض.

(الجداول الإلكترونية: ص ۲۱۶)

## صورتِ ثانیہ کی مثال:

ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے چار لڑکے چھوڑے، تقسیمِ ترکہ سے پہلے ایک لڑکے کا انتقال ہو گیا، اس نے دو لڑکے چھوڑے، پھر میتِ اول کے چار لڑکوں میں سے دوسرے لڑکے کا انتقال ہو گیا، اس نے تین لڑکے چھوڑے، پھر تیسرے لڑکے کا انتقال ہوا اور اس نے چار لڑکے چھوڑے۔ مثلاً:

بطنِ اول: مسئلہ:  $۴۸ = ۲ \times ۲۴ = ۳ \times ۱۶ = ۴ \times ۱۲$  (مورثِ اعلیٰ فہد)

| ابن (قاسم)             | ابن (زاہد)             | ابن (ابراہیم)                   | ابن (ذاکر)                      |
|------------------------|------------------------|---------------------------------|---------------------------------|
| $\frac{۲ \times ۱}{۱}$ | $\frac{۲ \times ۱}{۲}$ | $\frac{۲ \times ۱}{۳ \times ۲}$ | $\frac{۲ \times ۱}{۳ \times ۲}$ |
|                        |                        | ۶                               | ۱۲                              |

بطنِ ثانی: مسئلہ: ۲ تباین قاسم: مفہم

| ابن (سلمان)                     | ابن (سلیمان)                    |
|---------------------------------|---------------------------------|
| $\frac{۳ \times ۱}{۲ \times ۳}$ | $\frac{۳ \times ۱}{۲ \times ۳}$ |
| ۶                               | ۶                               |

بطنِ ثالث: مسئلہ: ۳ تباین زاہد: مفہم

| ابن (ساجد)                      | ابن (رافع)                      | ابن (صادق)                      |
|---------------------------------|---------------------------------|---------------------------------|
| $\frac{۲ \times ۱}{۲ \times ۲}$ | $\frac{۲ \times ۱}{۲ \times ۲}$ | $\frac{۲ \times ۱}{۲ \times ۲}$ |
| ۴                               | ۴                               | ۴                               |

بطنِ رابع: مسئلہ: ۲/۱۴      توافق بالصف      ابراہیم: صفحہ ۶۱۳

ابن (جمیل)      ابن (جمال)      ابن (کمال)      ابن (نعیم)

$$\frac{۳ \times ۱}{۳}$$

$$\frac{۳ \times ۱}{۳}$$

$$\frac{۳ \times ۱}{۳}$$

$$\frac{۳ \times ۱}{۳}$$

وضاحت:

میتِ اول کا مسئلہ ”۴“ سے بناء اور میتِ ثانی کا مسئلہ ”۲“ سے اور اس کا مافی الید (۱) ہے، دونوں کے مابین تباین کی نسبت ہے، اس لیے مسئلہ کے کل عدد ”۲“ کو اصل مسئلہ ”۴“ میں ضرب دیا تو حاصل ضرب (۸) نکلا، پھر عدد مضروب (۲) کو اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام ایک ایک میں ضرب دیا تو میتِ اول کے تینوں لڑکوں کا حصہ (۲،۲) ہو گیا۔

پھر میتِ ثالث کے مسئلہ ”۳“ اور مافی الید (۲) میں بھی تباین کی نسبت ہے اس لیے کل عدد مسئلہ ”۳“ کو پہلے مسئلہ کے (۸) میں ضرب دیا تو حاصل ضرب (۲۴) نکلا، پھر عدد مضروب (۳) کو ہر وارث کے سہام میں ضرب دیا، تو میتِ اول کے دونوں لڑکوں کا حصہ (۶،۶) اور میتِ ثانی کے دونوں لڑکوں کا حصہ (۳،۳) ہوا، اور میتِ ثالث کے مافی الید (۲) کو اسی کے وارثین کے سہام میں ضرب دیا تو ہر وارث کا حصہ (۴،۴) ہوا۔

پھر میتِ رابع کے مسئلہ ”۴“ اور اس کے مافی الید (۶) کے مابین توافق بالصف کی نسبت ہے، اس لیے مسئلہ کے وفق (۲) کو پہلے مسئلہ کے (۲۴) میں ضرب دیا تو حاصل ضرب (۴۸) نکلا، پھر عدد مضروب (۲) کو ہر وارث کے سہام میں ضرب دے دیا گیا، تو میتِ اول کے لڑکے کا حصہ (۱۲) ہوا، اور میتِ ثانی کے دونوں لڑکوں کا حصہ (۶،۶) ہوا، اور

میتِ ثالث کے تینوں لڑکوں کا حصہ (۴،۴) ہوا، اور چوتھے مسئلہ کے مافی الید (۶) کے وفق (۳) کو اسی مسئلہ کے وارثین کے سہام میں ضرب دیا تو ہر وارث کا حصہ (۳،۳) ہو گیا۔  
صورتِ ثانیہ کے ذکر کردہ مثال میں عملِ مناسخہ کا ایک مختصر اور جامع طریقہ۔ مثلاً:  
بطنِ اول: مسئلہ:  $۲۸ = ۱۲ \times ۲$  مورث اعلیٰ فہد (اعداد محفوظہ:  $۲، ۳، ۴ = ۱۲$ )

|                          |                          |                          |                          |
|--------------------------|--------------------------|--------------------------|--------------------------|
| ابن (قاسم)               | ابن (زاہد)               | ابن (ابراہیم)            | ابن (ذاکر)               |
| $\frac{۱۲ \times ۱}{۱۲}$ | $\frac{۱۲ \times ۱}{۱۲}$ | $\frac{۱۲ \times ۱}{۱۲}$ | $\frac{۱۲ \times ۱}{۱۲}$ |

بطنِ ثانی: مسئلہ  $۶ = ۱۲ \div ۲$

|                        |                        |
|------------------------|------------------------|
| ابن (سلمان)            | ابن (سلیمان)           |
| $\frac{۶ \times ۱}{۶}$ | $\frac{۶ \times ۱}{۶}$ |

بطنِ ثالث: مسئلہ  $۴ = ۱۲ \div ۳$  زاہد

|                        |                        |                        |
|------------------------|------------------------|------------------------|
| ابن (فہد)              | ابن (رافع)             | ابن (صادق)             |
| $\frac{۴ \times ۱}{۴}$ | $\frac{۴ \times ۱}{۴}$ | $\frac{۴ \times ۱}{۴}$ |

بطنِ رابع: مسئلہ  $۳ = ۱۲ \div ۴$

|                        |                        |                        |                        |
|------------------------|------------------------|------------------------|------------------------|
| ابن (جمیل)             | ابن (جمال)             | ابن (کمال)             | ابن (نعیم)             |
| $\frac{۳ \times ۱}{۳}$ | $\frac{۳ \times ۱}{۳}$ | $\frac{۳ \times ۱}{۳}$ | $\frac{۳ \times ۱}{۳}$ |

وضاحت:

مسائل اربعہ میں تمام زندہ وارثوں کے سہام ایک ایک ہیں، بطنِ ثانی کے مسئلہ کا عدد (۲) ہے اور ثالث کا عدد (۳) ہے اور بطنِ رابع کے مسئلہ کا عدد (۴) ہے، تینوں مسئلوں کے کل عدد مسئلہ کو محفوظ کر لیا گیا، پھر محفوظ کردہ اعداد میں سے (۲) اور (۴) کے مابین تداخل کی نسبت ہے، اس لیے اکثر عدد (۴) کو لے کر (۳) سے نسبت دیکھی گئی تو ان کے درمیان بتاؤ کی نسبت ہے، اس لیے ایک کے کل کو دوسرے کے کل میں ضرب دے دیا گیا تو حاصل ضرب (۱۲) نکلا، اب اسی (۱۲) کو بطنِ اول کے مسئلہ (۴) میں ضرب دیا گیا، تو حاصل ضرب (۴۸) نکلا، پھر عددِ مضروب (۱۲) کو بطنِ اول کے ایک لڑکے ذاکر کے سہام ایک میں ضرب دیا گیا تو اس کا حصہ (۱۲) ہو گیا، اور اسی ۱۲ کو دوسرے مسئلہ کے عدد (۲) پر تقسیم کر دیا گیا، تو حاصل قسمت (۶) اس مسئلہ کے دو لڑکوں کافی نفر حصہ ہوا، اسی طرح (۱۲) عددِ مضروب کو بطنِ ثالث کے عددِ مسئلہ (۳) پر تقسیم کیا گیا تو حاصل قسمت (۴) اس مسئلہ کے تینوں لڑکوں کافی نفر حصہ ہوا، ایسے ہی (۱۲) عددِ مضروب کو چوتھے مسئلہ کے عددِ مسئلہ (۴) پر تقسیم کیا گیا تو خارج قسمت (۳) اس مسئلہ کے چاروں لڑکوں کافی نفر حصہ ہوا۔ (۱)

(۱) مات رجل عن أربعة بنين فلم تقسم تركته حتى مات الأول عن ابنين والثاني عن ثلاث بنين والثالث عن أربع بنين. البيان: مسألة الميت الأول من (۴) لكل ابن سهم واحد و مسألة الميت الثاني من (۲) أي توفي عن ابنين لكل ابن (۱) و مسألة الميت الثالث من (۳) حيث توفي عن ثلاث أبناء لكل ابن (۱) سهم. مسألة الميت الرابع وهو الابن الثالث من أبناء الميت الأول، ومسئلته من (۴) حيث توفي عن أربع أبناء لكل ابن (۱) سهم واحد و بقي ابن واحد من أبناء الميت الأول. وإذا نظرت في سهام كل ميت بعد الميت الأول ومسئلته وجدتها مباينة لمسئلته، =



سوال: صورتِ اولی (میتِ ثانی کے ورثہ بعینہ میتِ اول کے ہی وارثین ہوں) اور صورتِ ثانیہ (میتِ اول کے بعد مرنے والے ورثہ میتِ اول کے علاوہ کسی اور کے وارث نہ ہوں) کے درمیان بظاہر کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا، کیوں کہ میتِ ثانی کا ہر وہ وارث جو میتِ اول کے وارثین میں سے ہوگا وہ میتِ اول کا ہی وارث ہوگا، پھر دونوں کو الگ الگ کیوں بیان کیا گیا؟۔

جواب: پہلا فرق: صورتِ اولیٰ میں میتِ اول کے بعد ہر مرنے والا وارث ایک دوسرے کا وارث ہوتا ہے اور صورتِ اولیٰ کی تینوں حالتوں میں وارثین ایک دوسرے کے

= فتعامل المسائل كأنها عدد الرؤوس فنحفظها في خانة المحفوظات على الترتيب (۲، ۳، ۴) ثم ننظر بين المحفوظات بالنسب الأربعة، فنجد أن بين محفوظ مسألة الميت الثاني (۲) و محفوظ مسألة الميت الرابع (۴) تداخلا، فنكتفي بالأكبر منهما (۴)، و بين هذا الأخير و محفوظ مسألة الميت الثالث (۳) تباينا، فنضرب كامل إحداهما وهو (۴) × كامل الآخر (۳) = (۱۲)، فجعله كجزء السهم فجعله فوق المسئلة الميت الأول، فنضربه (×) أصل المسئلة الأولى (۴) فتصح الجامعة (۴۸)، و هي الجامعة للمسائل كلها. ثم نضرب جزء السهم (۱۲) في أنصبة الأحياء و الأموات تحت المسئلة الأولى فللابن الحي (۱۲ × ۱) = (۱۲) نجعله تحت الجامعة (۴۸) و للميت الثاني من أبناء الميت في المسئلة الأولى، فنضرب جزء السهم (۱۲) × نصيبه (۱) = (۱۲) فما تحصل نقسمه على مسئلته (۲) و خارج القسمة هو جزء السهم (۶) فنضربه (×) أنصبة بنیه تحت مسئلته لكل واحد منهما (۱ × ۶) = (۶) أسهم نجعلهما تحت الجامعة ثم نضرب بجزء السهم (۱۲) نصيب الميت الثالث فما تحصل وهو (۱۲) نقسمه على مسئلته (۳) و خارج القسمة وهو (۴) نجعله كجزء السهم فنضربه في نصيب كل ابن من أبناء الثلاثة، و حاصل الضرب هو (۴) أسهم لكل واحد منهم، نضعها تحت الجامعة وهكذا الرابع.

(الجداول الإلكترونية: ص ۲۱۷)

وارث ہیں، مثلاً ایک شخص نے دس اخیانی بھائی کو چھوڑا، اور ایک کے بعد ایک کا انتقال ہوا، تو جب بھی کسی بھائی کا انتقال ہوگا، تو موجودہ بھائی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے؛ برخلاف صورت ثانیہ کہ اس میں میت اول کے وارثین میں سے جب کسی کا انتقال ہوتا ہے تو میت اول کا کوئی وارث، وارث نہیں ہوتا ہے، مثلاً: ایک شخص نے چار لڑکوں کو چھوڑا ایک کے بعد ایک لڑکے کا انتقال ہوا، اور ہر مرنے والے لڑکے نے اپنے کچھ بیٹوں کو چھوڑا، تو ان بیٹوں کے موجودگی میں میت اول کا کوئی بھی فرد وارث نہیں ہوتا ہے۔

دوسرا فرق: صورت اولیٰ میں میت صرف دو ہوتی ہیں برخلاف صورت ثانیہ کہ

اس میں میت دو سے زائد ہوتی ہیں۔ (مؤلف)

طریقہ تقسیم کی صورتِ ثالثہ: تیسری صورت میں تین صورتیں ہیں:

(۱) میت ثانی کے ورثہ میت اول کے علاوہ ہوں۔

(۲) میت ثانی کے ورثہ کچھ میت اول کے ہوں، کچھ میت اول کے علاوہ ہوں۔

(۳) میت ثانی کے ورثہ میں سے بعض وارث ایسے ہوں جو میت اول سے

متعلق ہوں اور انہیں وراثت متعدد جگہوں سے مل رہی ہو۔

مصنفؒ نے اسی تیسری صورت کو باب المناسخہ کے تحت بیان کیا ہے۔ (۱)

(۱) الصورة الثالثة من صور و أحوال المناسخات هي ما عد الصورتين السابقتين و للورثة فيها ثلاثة أحوال : الحالة الأولى: أن يكون ورثة الميت الثاني غير ورثة الميت الأول و لم يكن في المسئلة أكثر من ميتين. الحالة الثانية: أن يكون ورثة الميت الثاني مختلطين مع ورثة الميت الأول و من غير هم . الحالة الثالثة: أن يكون ورثة الميت الثاني هم بقية ورثة الميت الأول و لكن إختلط إرثهم من الميتين. (الجداول الإلكترونية: ص ۲۱۸)

بحثِ ثانی عشر: مناسخہ سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب:

حاجی نعیم کا انتقال ہوا، انہوں نے اپنے پس ماندگان میں بیوی مسماۃ (رقیہ) ماں (زینب)، دو لڑکے (اختر، امجد) کو چھوڑا۔ تقسیم میراث سے پہلے حاجی نعیم کے ایک لڑکے (اختر) کا انتقال ہو گیا، بوقتِ انتقال اس کے وارثین میں بیوی (ذکری) اور ایک لڑکا (جمیل)، ماں (رقیہ) حیات تھے؛ پھر حاجی نعیم کے دوسرے لڑکے (امجد) کا انتقال ہوا، بوقتِ انتقال اس کے وارثین میں بیوی (صدیقہ) ایک لڑکی (ساجدہ) اور ایک لڑکا (فیاض) اور ماں (رقیہ) موجود تھے۔

اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ حاجی نعیم کی جائداد کی شرعی تقسیم کیسے ہوگی؟

الجواب وباللہ التوفیق!

بشرطِ صحتِ سوال وعدمِ موانعِ ارثِ مرحوم حاجی نعیم کی کل متروکہ جائداد کو شرعاً (۳۴۵۶) حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، اور اس میں سے حاجی نعیم کی بیوی رقیہ کو (۸۴۰) حصے، حاجی نعیم کی ماں (زینب) کو (۵۷۶) حصے، دونوں لڑکوں (اختر، امجد) کی بیویوں میں سے ہر ایک کو (۱۵۳، ۱۵۳) حصے، اختر کے لڑکے (جمیل) کو (۸۶۷) حصے اور امجد کے لڑکے (فیاض) کو (۵۷۸) حصے، لڑکی (ساجدہ) کو (۲۸۹) حصے از روئے شرع دیئے جائیں گے۔ مثلاً:

مسئلہ:  $۳۴۵۶ = ۳ \times ۱۱۵۲ = ۲۴ \times ۱۴۸ = ۲ \times ۲۴$  (مورثہ اعلیٰ حاجی نعیم)

| زوجه (رقیہ)                        | ام (زینب)                          | ابن (اختر)                          | ابن (امجد)                          |
|------------------------------------|------------------------------------|-------------------------------------|-------------------------------------|
| شمن                                | سدس                                | عصب                                 | عصب                                 |
| $\frac{۲ \times ۳}{۲ \times ۳}$    | $\frac{۲ \times ۴}{۲ \times ۴}$    | $\frac{۲ \times ۱۷}{۲ \times ۱۷}$   | $\frac{۲ \times ۱۷}{۲ \times ۱۷}$   |
| $\frac{۲۴ \times ۶}{۳ \times ۱۴۴}$ | $\frac{۲۴ \times ۸}{۳ \times ۱۹۲}$ | $\frac{۲۴ \times ۱۷}{۳ \times ۴۰۸}$ | $\frac{۲۴ \times ۱۷}{۳ \times ۴۰۸}$ |
| ۲۲۳                                | ۵۷۶                                | ۱۷                                  | ۲۰۸                                 |

مسئلہ: ۲۴ تباین ابن اختر مہکے ۱

| زوجه (ذکری)                       | ابن (جمیل)                          | ام (رقیہ)                         |
|-----------------------------------|-------------------------------------|-----------------------------------|
| شمن                               | عصب                                 | سدس                               |
| $\frac{۱۷ \times ۳}{۳ \times ۵۱}$ | $\frac{۱۷ \times ۱۷}{۳ \times ۲۸۹}$ | $\frac{۱۷ \times ۴}{۳ \times ۶۸}$ |
| ۱۵۳                               | ۸۶۷                                 | ۲۰۴                               |

مسألة:  $3/12 = 3 \times 22 = 66$  (توافق بجزء من أربعة وعشرين) ابن المجدف  $2081^k$

زوجة (صديقه) ابن (فياض) بنت (ساجده) ام (رقية)

|               |                    |                |
|---------------|--------------------|----------------|
| شمن           | عصب                | سدس            |
| $3 \times 3$  | $51 = 3 \times 17$ | $3 \times 2$   |
| $12 \times 9$ | $12 \times 12$     | $12 \times 12$ |
| 153           | 289                | 204            |

3265

المبلغ

الأحياء

زوجة (رقية) ام (زينب) زوجة (ذكرى) ابن (جميل) زوجة (صديقه) ابن (فياض) بنت (ساجده)

$3256 = 289 + 528 + 153 + 862 + 153 + 526 + 820$

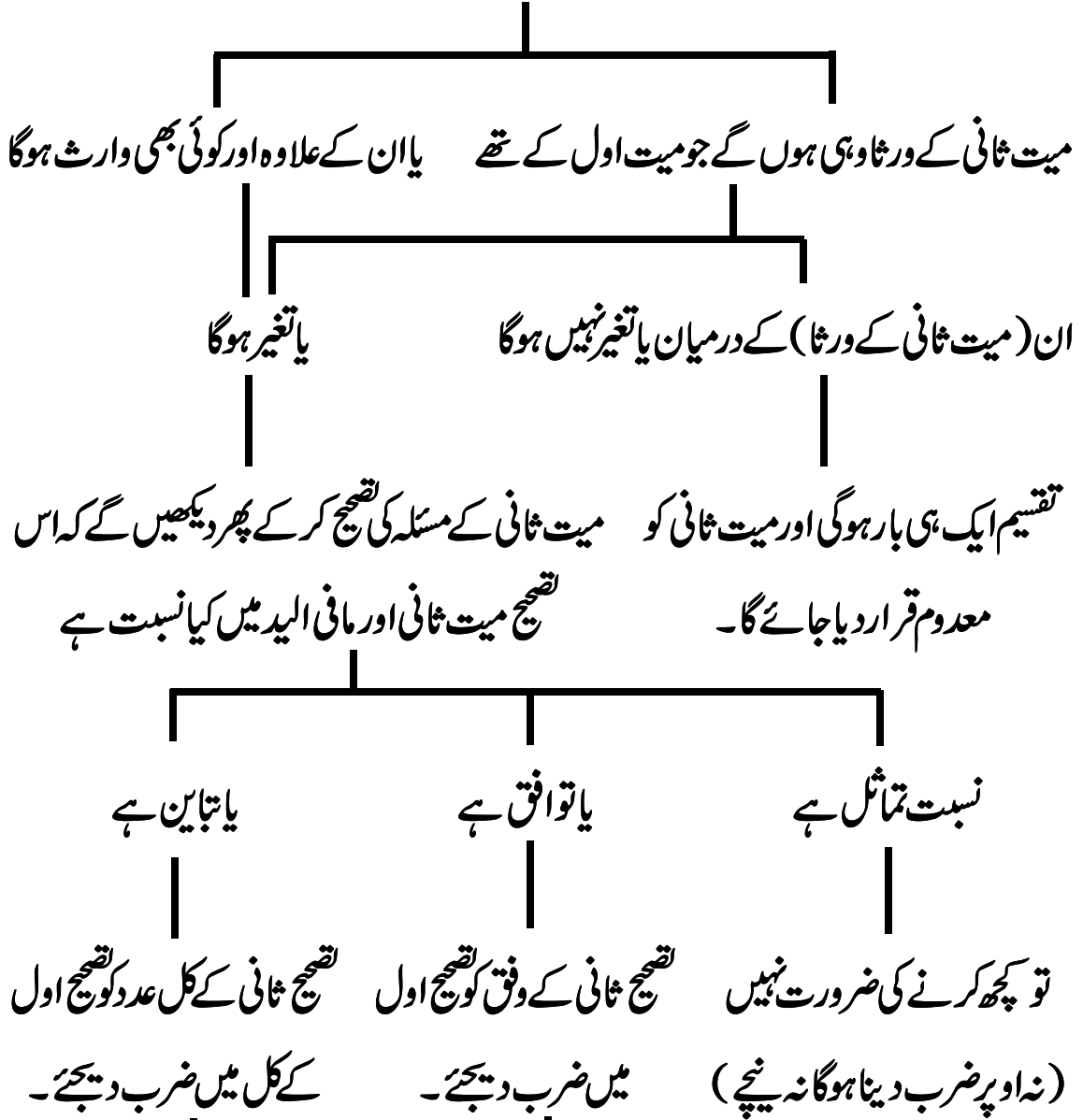
والحجة على ما قلنا!

ما في السراجي: ولو صار بعض الأنصاء ميراثا قبل القسمة --- الأصل أن تصحح مسألة الميت الأول، وتعطى سهام كل وارث من هذا التصحيح، ثم تصحح مسألة الميت الثاني، وتنظر بين ما في يده من التصحيح الأول وبين التصحيح الثاني ثلاثة أحوال، فإن استقام ما في يده من التصحيح الأول على التصحيح الثاني فلا حاجة إلى الضرب، وإن لم يستقم فانظر إن كانت بينهما موافقة، فاضرب وفق التصحيح الثاني في جميع التصحيح الأول على قياس ما مر، وإن كانت بينهما مباينة، فاضرب كل التصحيح الثاني في كل التصحيح الأول، فالمبلغ فخرج المسئلتين، فسهام ورثة الميت الأول تضرب في المضروب، أعني في التصحيح الثاني أو في وفاة، وسهام ورثة الميت الثاني تضرب في كل ما في يده أوفى وفاة. (ص.....، باب المناسخة)

والله أعلم بالصواب

## بحثِ ثالث عشر: باب مناسخہ کا خلاصہ بصورتِ نقشہ:

نصیب وارث قبل القسّم ترکہ بجائے یعنی تقسیم ترکہ سے قبل  
کوئی وارث مرجائے اور اس کا حصہ اس کے ورثا میں منتقل ہو



پھر سب کے سہام الگ کرنے کے لیے میت اول کے زندہ ورثا کے سہام کو مضروب (میت ثانی کی تصحیح/یا اس کے وفق میں (اگر توافق ہو) ضرب دو اور میت ثانی کے کل مافی الید کو (یا وفق کو اگر توافق ہو) میت ثانی کے (نیچے کے) ورثا کے سہام میں ضرب دیجئے۔

# سراجی کا تیسرا جزء

ذوی الارحام کا بیان

اس کے تحت مباحثِ خمسہ بیان کئے جائیں گے:

☆ تمہید ذوی الارحام مع صفِ اول

☆ صفِ ثانی کا بیان

☆ صفِ ثالث کا بیان

☆ صفِ رابع کا بیان

☆ صفِ رابع کی اولاد کا بیان

## ذوي الارحام كايان

بَابُ ذَوِي الْأَرْحَامِ: ذُو الرَّحِمِ، هُوَ كُلُّ قَرِيبٍ لَيْسَ بِذِي سَهْمٍ وَلَا عَصْبَةٍ، وَكَانَتْ عَامَّةُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ يَرَوْنَ تَوْرِيثَ ذَوِي الْأَرْحَامِ، وَبِهِ قَالَ أَصْحَابُنَا رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى، وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، لَا مِيرَاثَ لِدَوِي الْأَرْحَامِ، وَيُوضَعُ الْمَالُ فِي بَيْتِ الْمَالِ، وَبِهِ قَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى: وَذَوُو الْأَرْحَامِ أَصْنَافٌ أَرْبَعَةٌ، الصَّنْفُ الْأَوَّلُ يَنْتَمِي إِلَى الْمَيِّتِ، وَهُمْ أَوْلَادُ الْبَنَاتِ وَأَوْلَادُ بَنَاتِ الْإِبْنِ. وَالصَّنْفُ الثَّانِي. يَنْتَمِي إِلَيْهِمُ الْمَيِّتُ، وَهُمْ الْأَجْدَادُ السَّاقِطُونَ وَالْجَدَّاتُ السَّاقِطَاتُ، وَالصَّنْفُ الثَّلَاثُ. يَنْتَمِي إِلَى أَبَوَيْ الْمَيِّتِ، وَهُمْ: أَوْلَادُ الْأَخَوَاتِ وَبَنَاتُ الْإِخْوَةِ وَبَنُو الْإِخْوَةِ لِأُمٍّ. وَالصَّنْفُ الرَّابِعُ يَنْتَمِي إِلَى جَدِّي الْمَيِّتِ أَوْ جَدَّتَيْهِ وَهُمْ الْعَمَّاتُ وَالْأَخَوَالُ وَالْخَالَاتُ.

فَهَؤُلَاءِ وَكُلُّ مَنْ يُدَلَّى بِهِمْ مِنْ ذَوِي الْأَرْحَامِ. وَرَوَى أَبُو سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى.



أَنَّ أَقْرَبَ الْأَصْنَافِ الصَّنْفُ الثَّانِي، وَإِنْ عَلَوْا، ثُمَّ الْأَوَّلُ، وَإِنْ سَفَلُوا، ثُمَّ الثَّالِثُ، وَإِنْ نَزَلُوا، ثُمَّ الرَّابِعُ، وَإِنْ بَعُدُوا. وَرَوَى أَبُو يُوسُفَ وَالْحَسَنُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَابْنُ سَمَاعَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى. أَنَّ أَقْرَبَ الْأَصْنَافِ الصَّنْفُ الْأَوَّلُ، ثُمَّ الثَّانِي، ثُمَّ الثَّالِثُ، ثُمَّ الرَّابِعُ، كَتَرْتِيبِ الْعَصَبَاتِ، وَهُوَ الْمَاخُودُ بِهِ. وَعِنْدَهُمَا الصَّنْفُ الثَّالِثُ مُقَدَّمٌ عَلَى الْجَدِّ أَبِ الْأُمِّ، لِأَنَّ عِنْدَهُمَا كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ أَوْلَى مِنْ فَرْعِهِ، وَفَرْعُهُ وَإِنْ سَفَلَ أَوْلَى مِنْ أَصْلِهِ.

ترجمہ: یہ ذوی الارحام کا باب ہے۔ ذی رحم ہر وہ رشتہ دار ہے جو نہ تو حصہ دار (ذی فرض) ہے اور نہ عصبہ، اور اکثر صحابہ کرامؓ کی رائے ذوی الارحام کے وارث بنانے کی تھی، اسی کے قائل ہمارے علمائے احناف ہیں، اور زید بن ثابتؓ نے ارشاد فرمایا کہ ذوی الارحام کے لیے وراثت نہیں ہے (ذوی الفروض و عصابات کی عدم موجودگی میں) سارا ترکہ بیت المال میں رکھا جائے گا۔ امام مالک و امام شافعی بھی اسی کے قائل ہیں۔

اور ذوی الارحام چار قسم کے ہیں۔ پہلی قسم میت کی جانب منسوب ہوتی ہے اور وہ لڑکیوں کی اولاد (نواسے، نواسیاں) اور پوتیوں کی اولاد ہیں، اور دوسری قسم وہ ہے جن کی طرف میت منسوب کی جاتی ہے، اور وہ تمام جد فاسد اور جدہ فاسدہ ہیں۔ اور تیسری قسم میت کے والدین کی طرف منسوب ہوتی ہے، اور وہ بہنوں کی اولاد (بھانجے، بھانجیاں) اور بھائی کی لڑکیاں (بھتیجیاں) اور اخیانی بھائیوں کے لڑکے ہیں، اور چوتھی قسم میت کے دادا (جد صحیح، جد فاسد) اور دونوں قسم کے دادیوں (جدہ صحیحہ اور جدہ فاسدہ) کی طرف

منسوب ہوتی ہے، اور وہ پھوپیاں، اخیا فی چچا، ماموں اور خالائیں ہیں؛ پس یہ سب (چاروں قسمیں) اور وہ تمام لوگ جو ان سب کے واسطے سے میت سے جڑتے ہیں، ذوی الارحام میں سے ہیں۔

اور ابوسلمان نے امام محمد بن حسن اور امام اعظم ابوحنیفہؒ سے نقل کیا ہے کہ (میت سے) سب سے زیادہ قریب (یعنی ترکہ کی سب سے زیادہ مستحق) دوسری صنف (کے افراد) ہیں، اگرچہ (رشتہ میں) اوپر ہو جائیں، پھر پہلی قسم (کے)، اگرچہ (رشتہ میں) نیچے ہو جائیں، پھر تیسری قسم (کے) اگرچہ (رشتہ میں) نیچے ہو جائیں، پھر چوتھی قسم اگرچہ (رشتہ میں) دور ہو جائیں۔ اور امام ابو یوسفؒ اور حسن بن زیادؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے؛ نیز ابن سماعہؒ نے محمد بن حسنؒ سے اور انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے نقل فرمایا ہے کہ قریب تر قسم پہلی قسم ہے، پھر دوسری، پھر تیسری، پھر چوتھی؛ جیسا کہ عصبات کی ترتیب ہے، اور یہی (روایت فتویٰ کے لیے) لی گئی ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک تیسری قسم نانا پر (یعنی دوسری قسم پر) مقدم ہے، اس لیے کہ ان کے نزدیک اس (تیسری قسم) میں سے ہر ایک اپنی فرع سے بہتر ہے، اور اس (دوسری قسم) کی فرع اگرچہ نیچے کی ہو، اپنی اصل سے بہتر ہے۔

توضیح و تشریح: یہاں چھ بحثیں ذکر کی جائیں گی:

- (۱) ذوی الارحام کے لغوی و اصطلاحی معنی (۲) ذوی الارحام کی توریث و عدم توریث کے سلسلے میں اختلافِ ائمہ مع دلائل و وجہ ترجیح (۳) ذوی الارحام کی اصنافِ اربعہ
- (۴) ذوی الارحام کا حکم (۵) ذوی الارحام کی اصنافِ اربعہ کے درمیان وجوہ ترجیح کے سلسلے میں اقوالِ ثلاثہ مع دلائل (۶) فہو لاء وکل من یدلی الخ عبارت کا مطلب۔

## بحث اول: ذوی الارحام کے لغوی واصطلاحی معنی:

لغتاً: الارحام رحم کی جمع ہے جس کے معنی ہیں منبتِ ولد، یعنی بچہ دانی؛ پھر اس کا اطلاق مطلقاً رشتہ داری کے لیے ہونے لگا، خواہ وہ رشتہ دار باپ کی طرف سے ہو، یا ماں کی طرف سے۔ (۱)

اصطلاحاً: میت کے ایسے رشتہ داروں کو کہتے ہیں جن کا شمار نہ ذوی الفروض میں ہو، اور نہ ہی عصبات میں ہو۔ جیسے ماموں، خالہ، نواسا، نواسی وغیرہ۔ (۲)

فوائدِ قیود: ذوی الارحام تمام کے تمام وہ افراد ہیں جو ذوی الفروض وعصبات کی تعریف میں موجود قیود سے خارج ہو گئے ہیں۔

پہلی قسم (اولاد البنات) ”نواسا، نواسی“ اولاد کی تعریف سے خارج ہو گئے؛ کیوں کہ اولاد کی تعریف میں ابن، بنت اور اولاد الابن (پوتا، پوتی) داخل ہیں، اولاد البنات (نواسا، نواسی) اور اولاد بنات الابن اولاد کی تعریف سے خارج ہیں۔ (۳)

(۱) الأرحام جمع رحم و أصل الرحم في اللغة، هو مكان تكوين الجنين في بطن أمه، ثم أصبح يطلق على القرابة مطلقاً، سواء كانوا أقارب من جهة الاب، أو من جهة الأم. (المواريث للصابوني: ص ۱۷۷) (۲) هم الذين ليس لهم فرض مقدر في الكتاب و السنة و ليسوا بعصبات. (المواريث للصابوني: ص ۱۷۷) (۳) قال الجصاص: ”يوصيكم الله في اولادكم... الخ“ قد أريد به اولاد الصلب و اولاد الابن إذا لم يكن و لد الصلب، إذ لا خلاف ان من ترك بني ابن و بنات ابن أن المال بينهم للذكر مثل حظ الانثيين بحكم الآية، واسم الولد يتناول اولاد الابن كما يتناول اولاد الصلب. (أحكام القرآن للجصاص: ۱۰۶/۲) --- قال الجرجاني: و لفظ الولد يتناول الذكر و الأنثى و لا قرينة تخصه بأحدهما، أو ولد الابن و إن سفل و ذلك اما لأن لفظ الولد يتناول ولد الابن أيضاً، و إما الإجماع على انه يقوم مقام ولد الصلب في توريث الأم. (الشريفية: ص ۲۹)

دوسری قسم (جد فاسد، جدۃ فاسدہ) جد صحیح کی تعریف سے خارج ہو گئے؛ کیوں کہ جد صحیح اس مذکر اصلِ بعید کو کہتے ہیں جس کی نسبت میت سے جوڑنے میں ماں کا واسطہ نہ آئے (۱) اور نانا، نانی کی نسبت میت سے جوڑنے میں ماں کا واسطہ آتا ہے، اسی وجہ سے وہ ذوی الارحام میں سے ہیں۔

تیسری قسم (اولاد الاخوات، بنات الاخوة، بنو الاخوة لام) یعنی بھانجے، بھانجیاں، بھتیجیاں، خنی بھتیجے۔ اور چوتھی قسم (بنات العم، عم خنی، عمت، اخوال، خالات) یعنی چچا زاد بہن، خنی چچا، پھوپھیاں، ماموں اور خالائیں عصبات کے تیسرے (جزء الاب) اور چوتھے (جزء الجد) درجہ کی تعریف سے خارج ہو گئے؛ کیوں کہ عصبات کی قسم ثالث میں ابن الاخ عینی وعلی کے الفاظ تھے، ان میں تین قیودِ احتراز یہ ہیں: ۱/ ابن، ۲/ اخ، ۳/ عینی وعلی۔ لفظ ابن سے بنات سے احتراز ہوا، لہذا بنات الاخوة ذوی الارحام ہونیں؛ لفظ اخ بول کر اخت سے احتراز ہوا، لہذا اولاد الاخوات (بھانجے بھانجیاں) ذوی الارحام ہوئے؛ لفظ عینی وعلی بول کر خنی سے احتراز ہے؛ لہذا ابن الاخ خنی ذوی الارحام میں سے ہوا۔ اسی طرح عصبات کی قسم رابع میں جزء الجد بول کر اخوال اور خالات سے احتراز ہے؛ کیوں کہ اخوال و خالات دادا کا جز نہیں ہیں۔ اور اعمام بول کر عمت سے اور ابن العم سے بنات العم مطلقاً (عینی علی خنی بھتیجیاں) سے، اور عم عینی وعلی بول کر عم خنی سے احتراز مقصود ہے۔ (مؤلف)

(۱) الجد الصحيح هو الذي لا تدخل في نسبته إلى الميت أم. (السراجی: ص ۱۰)

بحثِ ثانی: ذوی الارحام کی توریث و عدم توریث کے سلسلے میں اختلافِ ائمہ مع دلائل:

ذوی الارحام کو وارث بنانے یا نہ بنانے کے سلسلے میں کل دو مذاہب ہیں:

مذہبِ اول: حضرت زید ابن ثابتؓ اور تابعین میں سے سعید ابن المسیبؓ، سعید ابن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ ذوی الارحام وارث نہیں ہوں گے، اور یہی امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا مسلک ہے۔ (۱)

مذہبِ اول کے دلائل:

(الف) دلیل کتاب: کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ذوی الارحام کے لیے کسی حصہ کی صراحت نہیں کی گئی ہے، اور وارثوں کے لیے باب میراث میں حصے نصوصِ قطعی سے ہی ثابت ہوتے ہیں، اگر ذوی الارحام کے لیے ترکہ میں کوئی حق ہوتا تو اللہ اور رسول ضرور اس حصے کو بیان کرتے۔ پس قیاس کے ذریعہ ذوی الارحام کے لیے حصے بیان کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ مقادیرِ شرعیہ (وارثین کے سہام) قیاس سے ثابت نہیں ہوتے۔ (۲)

(۱) الرأي الأول عدم توريث ذوی الأرحام، وممن قال بهذا الرأي زيد بن ثابت وابن عباس في روايته شاذة، وتابعهما في ذلك من التابعين سعيد بن المسيب، وسعيد بن جبیر وبه قال مالک والشافعي. (الوجيز في الميراث: ص ۱۶۶)

(۲) أولاً إن القرآن والسنة لم يجعلوا لهم نصيباً من الموارث، وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله اعطى لكل ذی حق حقه فلا وصية لوارث، فدل على أن من لم يعطه الله شيئاً من =

(ب) دلیل سنت: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ عَنْ مِيرَاثِ الْعَمَّةِ وَالْخَالَةِ فَقَالَ: لَا أَذْرِي حَتَّى يَأْتِيَنِي جَبْرِئِيلُ ثُمَّ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ عَنْ مِيرَاثِ الْعَمَّةِ وَالْخَالَةِ فَأَتَى الرَّجُلُ فَقَالَ سَارَنِي جَبْرِئِيلُ أَنَّهُ لَا شَيْءَ لَهُمَا. (۱)

مفہوم حدیث و طریقہ استدلال:

حضرت ابو ہریرہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پھوپھی اور خالہ کی میراث کے سلسلے میں پوچھا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو لاعلمی کا اظہار کیا، پھر جبرئیلؑ جب وحی لے کر آئے تو آپ نے سائل کو بلا کر فرمایا کہ پھوپھی اور خالہ کے لیے میراث میں کوئی حصہ نہیں۔ حدیث پاک سے صاف ظاہر ہے کہ ذوی الارحام وارث نہیں ہوں گے، کیوں کہ پھوپھی اور خالہ ذوی الارحام میں سے ہیں، پھر بھی ان کی میراث کی نفی حدیث میں موجود ہے۔

(ج) دلیل معقول: ارمہ (پھوپھی) عم (چچا) کے ساتھ اور بنت الاخ (بھتیجی) ابن الاخ (بھتیجا) کے ساتھ وارث نہیں ہوتی ہیں، تو جب اپنے بھائیوں کے بغیر تنہا آئیں گے تو بدرجہ اولیٰ وارث نہیں ہوں گی کیوں کہ بھائیوں کا وجود بہنوں کے لیے وارث کو مؤکد کر دیتا ہے جیسے دو صلبی بیٹی کی موجودگی میں پوتیاں ”لا یزاد حق البنات علی“

= الميراث في القرآن أو على لسان رسوله فلاحق له، ولو كان لذوي الارحام حق في التركة لبينه الله ورسوله، ولا سبيل الى اعطائهم من الميراث عن طريق القياس، لان المقادير الشرعية لا تثبت بالقياس. (الوجيز في الميراث، ص ۱۶۶. الموارث للصابوني: ص ۱۷۸)

(۱) سنن الدارقطني: ۵۶/۴، کتاب الفرائض: الرقم: ۴۱۱۳

الثلثین “ قاعدے کی رؤ سے محروم ہوتی ہیں، لیکن اگر پوتیوں کے ساتھ ان کا بھائی پوتا آجائے تو ان محروم ہونے والی پوتیوں کو وہ وارث بنا لیتا ہے۔ (۱) مثلاً:

مسئلہ:  $9 = 3 \times 3$

\_\_\_\_\_ م

۲ بنات ۳ بنات الابن ابن الابن

ثلثان عصبہ

$6 = 2 \times 3$  ۱ (۳ = ۳ × ۱) ۲

(۲) اگر مال ذوی الارحام کو دینے کے بجائے بیت المال میں رکھا جائے گا، تو اس میں بہت سے فائدے ہیں اور ان فائدوں میں سارے مسلمان شریک ہوں گے؛ برخلاف ذوی الارحام کو مال دینا کہ اس صورت میں فائدہ ذوی الارحام کے ساتھ خاص ہو کر رہ جائے گا۔ اور قاعدہ فقہیہ ہے کہ مصالح عامہ کو مصالح خاصہ پر مقدم کیا جاتا ہے؛ پس بیت المال ذوی الارحام سے مقدم ہوگا۔ (۲)

مذہب ثانی: عام صحابہ، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ ابن مسعود،

(۱) ثالثا من المعقول أن العمة مع العم وابنة الاخ مع ابن الأخ لا ترثان، فإذا كانتا لا ترثان مع أخويهما فلا ترثان منفردتين كالأجنبيات، لأن انضمام الأخ إليهما يؤكدهما.

(الوجيز في الميراث: ص ۱۶۶)

(۲) إن المال إذا دفع لبیت مال المسلمين تتحقق منه منافع وفوائد كثيرة يشترك فيها جميع المسلمين بخلاف ما إذا أعطياه لذوي الأرحام فإن النفع يكون منه ضئيلا والفائدة تكون خاصة بهم لا يشاركهم فيها غيرهم والقاعدة الفقهية أن تقدم المصلحة العامة على المصلحة الخاصة وعليه يكون بيت مال المسلمين أحق بالتقديم من ذوي الأرحام. (الموارث للصابوني: ص ۱۷۹)

حضرت عبداللہ ابن عباس، ابو عبیدہ ابن جراح اور معاذ ابن جبل رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مشہور روایت یہ ہے کہ ذوی الارحام وارث ہوں گے، اور اسی کے قائل حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد ابن حنبلؒ ہیں۔ (۱)

مذہب ثانی کے دلائل:

(الف) دلیل کتاب: (۱) وَأُولُوا الْأَرْحَامَ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ. (۲) - بعض رشتہ دار بعض کے میراث میں زیادہ حقدار ہیں۔  
طریقہ استدلال:

اللہ رب العزت نے آیت کریمہ میں رشتہ داروں کا ذکر کیا ہے کہ ان میں سے بعض بعض سے زیادہ حقدار ہیں اور ”أُولُوا الْأَرْحَامَ“ کا لفظ عام ہے، جو تمام رشتہ داروں کو شامل ہے، خواہ وہ رشتہ دار اصحاب فرائض ہوں یا عصبات یا ان کے علاوہ ذوی الارحام ہی ہوں، ان میں سے اقرب اور اولیٰ کے ہوتے ہوئے دوسرے کو وراثت نہیں ملے گی اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ذوی الارحام، ذوی الفروض و عصبات کی عدم موجودگی میں بیت المال سے مقدم ہیں، اسی لیے ذوی الارحام کے ہوتے ہوئے مال بیت المال میں رکھنے کے بجائے ان کے مابین تقسیم کیا جائے گا۔ (۳)

(۱) الرأي الثاني توريث ذوي الأرحام و ذهب إلى هذا الرأي أبو حنيفة و أحمد بن حنبل و حكى ذلك عن علي بن طالب و عبد الله بن مسعود و عبد الله بن عباس و عمر بن الخطاب و أبي عبيدة بن الجراح و معاذ بن جبل. (الوجيز في الميراث: ص ۱۶۴) (۲) الانفال: ۷۵

(۳) أما الكتاب فقوله تعالى: و أولوا الأرحام بعضهم أولى ببعض في كتاب الله. ووجه الاستدلال =



(۲) لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ

مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا. (۱)

ترجمہ: مردوں کا بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ، اور قرابت والے اور عورتوں کا بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ، اور قرابت والے، تھوڑا ہو یا بہت ہو حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔

طریقہ استدلال:

اللہ رب العزت نے اس متروکہ مال میں جس کو والدین یا رشتہ دار چھوڑ گئے ہوں، مردوں اور عورتوں کے لیے حصہ وراثت کی صراحت کی ہے اور ذوی الارحام بالاتفاق رشتہ دار ہیں، کیوں کہ اس آیت کریمہ نے ابتدائے اسلام میں موالات و مواخات کی بنا پر ملنے والی وراثت کو منسوخ کر دیا اور رشتہ داروں کی وراثت کی صراحت کی اور اقارب کے عموم میں ذوی الارحام بھی داخل ہیں، اس بنا پر ذوی الارحام کی توریث بھی آیت کریمہ سے ثابت ہو گئی۔ (۲)

= فِي الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ أَنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ ذَكَرَ الْأَقْرَابَ بِأَنَّهُمْ أَحَقُّ بِمِيرَاثٍ بَعْضُهُمْ مِنْ غَيْرِهِمْ فَإِنْ لَفِظَ (أُولَوِا الْأَرْحَامَ) عَامٌ يَشْمَلُ جَمِيعَ الْأَقْرَابِ سِوَاءَ كَانُوا أَصْحَابَ فُرُوضٍ أَوْ عَصَبَاتٍ أَوْ غَيْرِهِمْ وَلَا مِنْ الْأَقْرَابِ فَالْإِشْمَالُ يَشْمَلُ الْجَمِيعَ دُونَ تَفْرِيقٍ بَيْنَ ذَوِي الْفُرُوضِ أَوْ الْعَصَبَاتِ أَوْ سِوَاهُمْ ..... فَكَأَنَّ الْآيَةَ الْكَرِيمَةَ تَقُولُ الْأَقْرَابُ أَيَا كَانُوا فَهَمَّ أَحَقُّ بِمِيرَاثٍ بَعْضُهُمْ مِنْ غَيْرِهِمْ بِسَبَبِ الْقَرَابَةِ فَإِذَا وَجَدَ قَرِيبًا لِلْمِيتِ فَاعْطَوْهُ إِرْثَهُ وَلَا تَقُومُوا عَلَيْهِ أَحَدًا. وَلَا شَكَّ أَنَّ ذَوِي الْأَرْحَامِ يَدْخُلُونَ فِي عَمُومِ الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ ..... فَيَكُونُ ذَوُو الْأَرْحَامِ أَحَقُّ بِالمِيرَاثِ مِنْ بَيْتِ مَالِ

(۱) النساء: ۳۳

المسلمين. (الموارث للصابوني: ص ۱۸۰)

(۲) واستدلوا بقوله تعالى: للرجال نصيب مما ترك الخ، ووجه الاستدلال من الآية الكريمة =

(ب) دلیل سنت: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ، اللَّهُ مَوْلَى مَنْ لَا

مَوْلَى لَهُ وَالْخَالُ وَارِثٌ مَنِ لَا وَارِثَ لَهُ. (۱)

مفہوم حدیث و طریقہ استدلال:

مذکورہ حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماموں کو وارث بتایا بشرطیکہ مرنے والے شخص کا کوئی وارث ذی فرض و عصبہ میں سے نہ ہو، اس سے معلوم ہوا کہ ذوی الارحام وارث ہیں۔

(ج) دلیل معقول: ذوی الارحام بیت المال سے زیادہ وراثت کے حقدار ہیں، کیوں کہ بیت المال اور مرنے والے (مورث) کے درمیان صرف ایک وصف ہے، اور وہ اسلام ہے، جب کہ مرنے والے (مورث) اور ذوی الارحام (وارث) کے درمیان دو وصف ہیں ایک تو دونوں کا مسلمان ہونا، دوسرا دونوں کے درمیان قرابت و رشتہ داری کا ہونا۔ اور باب میراث میں یہ بات مخفی نہیں ہے کہ جس کو دو قوت حاصل ہو وہ ایک قوت

= أن الله قد ذكر أن لكل من الرجال والنساء نصيباً في تركة أهليهم وأقربائهم، وقد نصت الآية الكريمة صراحة على الأقرباء وبينت أن لهم حظاً في الميراث قل أم كثر، و ذوو الأرحام هم من الأقارب بالاتفاق. فيستحقون إذا بهذا الوصف أن يكون لهم نصيب في التركة، وهذه الآية الكريمة ناسخة لما كان عليه العمل في صدر الإسلام من التوارث بسبب الموالاة والمواخات في الدين أو بسبب الهجرة والنصرة، وقد استقرت الشريعة الغراء على توريث الأقرباء دون غيرهم في آيات الموارث، بل إن هذه الآية قد شرعت الارث لعموم الأقارب دون أيّ تفريق فتكون الآية التي ذكرناها واضحة الدلالة في توريث ذوي الأرحام. (الموارث للصابوني: ص ۱۸۰)

(۱) سنن الدار قطنی: ۴/۳۸ / کتاب الفرائض: الرقم: ۴۰۶۹

رکھنے والے سے مقدم ہوتا ہے، جیسے اخ عینی جب اخ علاقائی کے ساتھ جمع ہو جائے تو سارے مال کا مستحق اخ عینی ہوتا ہے کیوں کہ اس کو دو قوتیں (ماں، باپ) کی حاصل ہیں برخلاف اخ علاقائی کہ اس کو صرف ایک (باپ) کی قوت حاصل ہے۔

ایسے ہی یہاں ذوی الارحام میں اور بیت المال میں تقابل کرنے سے معلوم ہوا کہ ذوی الارحام کو دو قوتیں (اسلام و قرابت) حاصل ہیں اور بیت المال کو صرف ایک قوت (اسلام) حاصل ہے، اس لیے ذوی الارحام بیت المال سے مقدم ہوگا۔ (۱)

مد مقابل یعنی مذہب اول کے دلائل کے جوابات:

(۱) دلیل کتاب کا جواب:

مذہب اول والوں کا یہ کہنا کہ ذوی الارحام کے لیے قرآن وحدیث میں کسی حصے کی صراحت نہیں ہے، اس لیے ذوی الارحام وارث نہیں ہوں گے، درست نہیں ہے، کیوں کہ ذوی الارحام کا ذکر کتاب اللہ میں موجود ہے، جیسا کہ ہماری دلائل میں اس کا ذکر ہوا ”وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ“ — یعنی رشتہ دار بعض رشتہ دار سے زیادہ

---

(۱) واستدلوا بالمعقول أيضا فقالوا إن ذوي الأرحام أحق بالميراث من بيت مال المسلمين، وذلك لأن بيت مال المسلمين تربطه بالميت رابطة واحدة هي رابطة الإسلام، باعتبار أن الميت مسلم وأما ذوو الأرحام فتربطهم رابطتان رابطة الإسلام ورابطة، الرحم ومن كانت له قرابة من جهتين فإنه أقوى ممن له قرابة من جهة واحدة، ومثله كمثل الأخ الشقيق إذا اجتمع هو والأخ لأب كان المال كله للأخ الشقيق، لأن قرابته من جهتين جهة الأب وجهة الأم فكذلك ذوالأرحام . (الموارث الصابوني: ص ۱۸۲، الوجيز في الميراث: ص ۱۶۵)

حقدار ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذوی الارحام اپنے سے مقدم (ذوی الفروض اور عصباء) رشتہ داروں کی عدم موجودگی میں بیت المال سے مقدم ہوں گے، کیوں کہ بیت المال کو صفت قرابت کا معنی حاصل نہیں ہے۔ (مؤلف)

دلیل حدیث کا جواب:

(۱) امام علی ابن عمر دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث ”ألا شيء لهما“ ضعیف ہے، اور ضعیف حدیث سے استدلال درست نہیں ہے۔ (۱)

(۲) حدیث ”ألا شيء لهما“ مرسل ہے، اور حدیث مرسل قابلِ حجت نہیں ہوتی۔ (۲)

(۳) حدیث پاک ”أن لا شيء لهما“ کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اس کا حکم آیت

کریمہ ”وأولوا الأرحام بعضهم أولى ببعض“ کے نازل ہونے سے پہلے تھا، آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد ذوی الارحام کے عدمِ توریث والا حکم ختم ہو گیا۔ (۳)

(۴) حدیث پاک ”ألا شيء لهما“ کو ذوی الفروض یا عصباء کی موجودگی والی

حالت پر محمول کیا جائے گا، یعنی اگر وارثین میں کوئی ذی فرض یا عصبہ موجود ہو تو ان کے

(۱) لم یسندہ غیر مسعدة عن محمد بن عمرو و هو ضعیف. (السنن الدار القطنی: ۵۶/۴)

(۲) قال الإمام الدارقطني الصواب مرسل. (۵۶/۴، کتاب الفرائض) --- و من جملة ما استدلوا به على إبطال ميراث ذوي الأرحام حديث أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: سألت الله عز وجل عن ميراث العمة والخالة، فسا رني أن لا ميراث لهما أخرجه أبو داود في المراسيل و الدارقطني من طريق الدراوردي عن زيد بن أسلم عن عطاء بن يسار مرسلًا، و يجاب بأن المرسل لا تقوم به الحجة. (تحفة الأحوذى: ۲۲۷/۶)

(۳) الجواب عنه إنه محمول على ما قبل نزول الآية الكريمة. (المواريث للصابوني: ص ۱۸۲)

اقرب ہونے کی وجہ سے ذوی الارحام کو کچھ نہیں ملے گا۔ (۱)

### وجہ ترجیح:

دونوں مذاہب کے دلائل کا مقارنہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ احناف کا مذہب رائج ہے۔ اور وجہ ترجیح یہ ہے کہ مد مقابل (امام مالک، امام شافعی) ذوی الارحام کو وارث بنانے کے بجائے مال، بیت المال میں رکھنے کے قائل ہیں، اور انہوں نے بیت المال کے منظم ہونے کی شرط لگائی ہے، یعنی بیت المال میں مال اس وقت رکھا جائے گا جب بیت المال شرعی نقطہ نظر کے مطابق ہو، مستحقین فقراء و مساکین وغیرہ کے درمیان پورے عدل و انصاف سے مال تقسیم کیا جائے۔

اور اب یا تو بیت المال کا وجود ہی نہیں ہے، یا اگر ہے تو منظم نہیں ہے، نتیجتاً مد مقابل کی رائے پر عمل کرنے کی شرط ہی مفقود ہے، تو عمل کیسے ہوگا، اسی وجہ سے جب تیسری صدی کے بعد بیت المال کا نظم خراب ہو گیا، تو امام مالک و شافعی کے مسلک کے علما بھی تو ریث ذوی الارحام کے قائل ہو گئے، لہذا اب اختلاف ختم ہو گیا اور احناف کا مذہب رائج ہونے کی وجہ سے معمول بہا ہو گیا۔ (۲)

(۱) اھو محمول علی أن العمة والخالة لاشيء لهما مع وجود صاحب الفرض والعصبة، فان ذوی الأرحام لا یرثون إذا كان هناك من هو أقرب منهم من أصحاب الفروض أو العصابات.

(الموارث للصابونی: ص ۱۸۲)

(۲) الترجیح بین الأقوال والمذهب وبمقارنة الأدلة نجد أنّ ما ذهب إليه (الحنفية والحنابلة) أقوى دليلاً، وأظهر جحة وأوضح بياناً، لاسيما وأنّ هذا هو رأي الأكثرين من جمهور الصحابة والتابعين حيث ذهب إليه جمع كبير من الصحابة، وهو مع قوة الدليل أعدل وأسلم وأقرب إلى =

### بحث ثالث: ذوی الارحام کی اصنافِ اربعہ:

عصبات کی طرح ذوی الارحام کی چار اصناف (درجات) ہیں، اصنافِ اربعہ میں میراث ترتیب وار جاری ہوتی ہے، پہلے صفِ اول کو پھر ثانی کو پھر ثالث کو پھر رابع کو۔  
 صفِ اول: وہ افراد ہیں جو میت کی طرف منسوب ہوتے ہیں؛ یعنی اولاد البنات (نواسے، نواسیاں) اولاد بنات الابن (پوتیوں کی اولاد) وان سفلوا (نیچے تک)۔

صفِ ثانی: وہ افراد ہیں جن کی طرف میت منسوب ہوتی ہے، یعنی جد فاسد (نانا) جدہ فاسدہ (نانی کی ماں) وان علوا (اوپر تک)۔

صفِ ثالث: وہ افراد ہیں جو میت کے ماں باپ کی طرف منسوب ہوتے ہیں، یعنی اولاد الاخوات مطلقاً (بھانجے، بھانجیاں خواہ عینی ہوں یا علاتی یا اخینانی) بنات الاخوة مطلقاً (عینی، علی، حنفی بھتیجیاں) بنو الاخوة لام (حنفی بھتیجا) وان نزولوا (تاسلسلہ اخیر)۔

صفِ رابع: وہ افراد ہیں جو میت کے دادا اور دادی کی طرف منسوب ہوں؛ یعنی بنات العم مطلقاً (تینوں قرابتوں والی چچا کی لڑکیاں) عم حنفی (اخینانی چچا) عمات مطلقاً

---

= الواقع، ذالک لأنّ القائلین بأنّ المال يجعل في بيت مال المسلمين، وهم الفريق الأول قد اشترطوا في بيت المال، ان يكون منتظماً وأن يكون المشرف عليه عدلاً يعطى الحق إلى ذويه، ويصرف أموال بيت المال في مصارفها المخصصة لها، وأين هو بيت مال المسلمين المنتظم الذي توضع فيه الأموال لمصالح المسلمين عامة؟ لقد ذهب وضاع ومن أجل هذا فقد أفتى متأخرو المالكية وتابعهم فقهاء الشافعية بعد أن فسد نظام بيت المال في المال في القرن الثالث الهجري، أفتوا بأنّ ذوي الأرحام يقدمون على بيت المال. (الموارث للصابوني: ص ۱۸۲)

---

(تینوں قرابتوں والی پھوپھیاں) خالات، اخوال (خالہ، ماموں) اور ان کی اولاد، و ان بعدوا (تاسلسلہ اخیر)۔

**نوٹ:** مصنف نے صفِ رابع کے تحت بناتِ العم کا ذکر ایک اہم وجہ سے نہیں کیا ہے جس کا ذکر ”فصل فی اولادہم“ میں آئے گا۔

**بحثِ رابع:** ذوی الارحام کا حکم:

ذوی الارحام کا حکم یہ ہے کہ اگر ذوی الفروض نسبی اور عصبات نسبی و سببی میں سے کوئی ایک بھی زندہ ہو تو یہ محبوب ہوں گے، اور اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو یہ چاروں اصنافِ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مفتی بہ قول کے مطابق عصبات کی ترتیب پر وارث ہوں گے، یعنی پہلے صفِ اول، پھر ثانی، پھر ثالث، پھر رابع۔ (۱)

**نوٹ:** اگر ذوی الفروض سببی (زوجین) میں سے کوئی موجود ہو تو یہ ذوی الارحام کے لیے مانعِ ارث نہیں ہے، کیوں کہ زوجین پر رد نہیں ہوتا ہے۔ (۲)

**فائدہ مہمہ:** ذوی الفروض کی دو قسمیں ہیں: نسبی، سببی۔ سببی سے مراد زوجین (میاں بیوی) ہیں، اور نسبی سے مراد بقیہ دس ورثہ ہیں، یہاں نسبی کی قید ہے، کیوں کہ اگر سببی یعنی

(۱) لتوریت ذوی الأرحام شروط وھی الأول: أن لا یوجد للمیت وارث بفرض أو تعصیب ما عدا الزوجین، فإذا کان له وارث من أصحاب الفروض أو العصبات، فهو مقدم علی ذوی الأرحام بالفرض أو التعصیب أو الرد. (الجداول الإلكترونية: ص ۲۸۲)

(۲) أما وجود أحد الزوجین فلا یمنع من توریت ذوی الأرحام، إذا لم یکن وارث غیره، لأنه لا یرد علی الزوجین کما أسلفنا. (الجداول الإلكترونية: ص ۲۸۲)

زوج زوجہ میں سے کوئی ہو تو ان کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام محجوب نہیں ہوتے، لہذا زوجین کو ان کا فرض دے کر باقی ذوی الارحام کو دیا جائے گا۔ (۱)

بحثِ خامس: ذوی الارحام کی اصنافِ اربعہ کے درمیان وجوہ ترجیح کے سلسلے میں اقوالِ ثلاثہ مع دلائل:

(الف) قول اول: وراثت کے لیے سب سے مقدم دوسری قسم (جد فاسد و جدۃ فاسدۃ) ہے، پھر پہلی قسم (اولاد البنات، اولاد بنات الابن) پھر تیسری قسم (اولاد الاخوات وغیرہ) ہے، پھر چوتھی قسم (عمات، اخوال وغیرہ) ہے۔ اس روایت کو ابو سلیمان موسیٰ بن سلیمان الجوز جانی نے امام محمدؒ کے واسطے امام ابو حنیفہؒ سے نقل کیا ہے۔

دلیل: جد فاسد (نانا) سبب میراث کے اعتبار سے پہلی قسم اولاد البنات (نواسے نواسیاں) سے زیادہ قوی ہے؛ کیوں کہ نانا کے درجہ میں نانی ہے جو صاحب فرض ہے، برخلاف اولاد البنات کہ ابن البنت (نواسا) کے درجہ میں بنت البنت (نواسی) ہے جو صاحب فرض نہیں ہے۔ نیز نانا میت سے حکماً قریب ہے اسی لیے اگر نانا اولاد البنات کو قتل کر دے تو نانا سے قصاص نہیں لیا جاتا؛ برخلاف نواسہ کہ اس سے نانا کے قتل پر قصاص لیا جاتا ہے۔ (۲)

(۱) قال الشامي: فيأخذ المنفرد أي الواحد منهم من أي صنف كان جميع المال، أو ما بقي بعد فرض أحد الزوجين. (رد المحتار: ۱۰/۵۴۷، كتاب الفرائض) (۲) ووجه رواية الأولى أن الجد أب الام أقوى سبباً من اولاد البنات، لأن الأنثى التي في درجته أعني أم الأم صاحبة فرض، دون الأنثى التي في درجة ابن البنت وهي بنت البنت، فإنها ليست بصاحبة فرض، ثم للجد زيادة قرب حكماً حتى قالوا لا يقتص هو بالميت بخلاف ولد البنت، فإنه يقتص به فيكون مقدماً عليه. (الشرقية: ص ۹۹)



(ب) قولِ ثانی: وراثت کے لیے سب سے مقدم پہلی قسم ہے، پھر دوسری، پھر تیسری، پھر چوتھی قسم، جیسا کہ عصبات میں ترجیح کی یہی ترتیب ہے، اس دوسری روایت کو امام ابو یوسفؒ اور حسن ابن زیادؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے اور امام محمدؒ اور ابن سماعہ نے امام ابو حنیفہؒ سے نقل کیا ہے، اور اسی روایت پر فتویٰ ہے۔

دلیل: ذوی الارحام کو وارث بنانے میں ایک اعتبار سے عصوبت کا معنی پایا جاتا ہے، اسی وجہ سے ان میں الاقرب فالاقرب کا قاعدہ جاری ہوتا ہے، مثلاً نواسے کی موجودگی میں نواسے کے بیٹے کو وراثت نہیں ملے گی۔ جیسے عصبات میں رشتہ بنوت رشتہ ابوت پر مقدم ہوتا ہے، ایسے ہی یہاں ذوی الارحام میں بھی معنی محصوبت کا اعتبار کرتے ہوئے صنفِ اول (اولاد البنات) کو صنفِ ثانی (جد فاسد، جدہ فاسدہ) پر مقدم کیا گیا ہے۔ جد فاسد میں عدم قصاص کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ جد صحیح پر بھی اپنے پوتے کے قتل پر قصاص واجب نہیں ہوتا ہے، پھر بھی وہ وراثت میں اپنے پوتے سے مؤخر ہے، ایسے ہی یہاں جد فاسد بھی اپنے نواسے سے وراثت میں مؤخر ہوگا۔ (۱)

(ج) قولِ ثالث: حضرات صاحبین ذوی الارحام کی تیسری قسم (اولاد الاخوات) کو دوسری قسم جد فاسد پر ترجیح دیتے ہیں۔

(۱) والوجه في الرواية الماخوذة للفتوى أن ذوي الأرحام يرثون على سبيل التعصيب من ووجه إذ يقدم منهم الأقرب فالأقرب فوجب أن يعتبروا في التوريث بالعصبات من كل وجه وقد قدم في العصبات من كل وجه بنو أبناء الميت على الجد أب الأب وسائر العصبات وإن كان هذا الجد لا يقتص به وابن الابن يقتص به فكذا في ذوي الأرحام يقدم أولاد البنت على الجد أب الأم.

(الشريفة: ص ۹۹)

دلیل: لأن عندهما كل واحد منهم أولى من فرعه، و فرعه وإن سفل أولى من أصله.

مذکورہ عبارت صاحبین کے دلیل میں نقل کی گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تیسری قسم کے ذوی الارحام کو جد فاسد (دوسری قسم) پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تیسری قسم کا ہر ایک فرد اپنی فرع سے وراثت کا زیادہ حقدار ہے، یعنی بھانجہ اور بھانجے کا لڑکا اگر جمع ہو جائیں تو بھانجے کے لڑکے کو کچھ نہیں ملے گا۔ اس لیے کہ یہ فرع ہے اور فرع کے مقابلے میں اصل کو ترجیح ہوتی ہے جو قاعدہ فقہیہ کے موافق ہے ”الأصل أن يكون الأصل أولى من فرعه“ یعنی اصول کو فرع کے مقابلے میں ترجیح ہوتی ہے۔ اور اس کے برعکس دوسری قسم کی فرع اپنی اصل کے مقابلے میں وراثت کی زیادہ حقدار ہے، جیسے اگر کسی مسئلہ میں نانا اور نانا کا باپ جمع ہوں تو نانا کا باپ اصل ہونے کے باوجود وراثت سے محروم ہوگا؛ پس معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ صرف تیسری قسم کے ذوی الارحام پر فٹ ہوتا ہے، دوسری قسم کے ذوی الارحام پر منطبق نہیں ہوتا، اس لیے تیسری کو دوسری قسم پر ترجیح ہوگی۔

**تنبیہ:** ذکر کردہ عبارت سے صحیح مطلب نکالنے کی کتنی ہی کوشش کی جائے، شاید طمأنینہ حاصل نہ ہو، اس لیے کہ یہ مصنفؒ کی عبارت نہیں ہے جیسا کہ علامہ جرجانی فرماتے ہیں کہ یہ عبارت بعض قاصر الفہم طلبہ نے بڑھادی ہے۔ (۱)

(۱) قال و لم يتحصل منهما معنى فهي من ملحقات بعض الطلبة القاصرين، لا من كلام الشيخ

ولهذا لم توجد في النسخ القديمة. (الشریفة: ص ۹۹)

**نوٹ :** صاحبین کے اس مذہب پر (کہ ذوی الارحام کی صنفِ ثالث صنفِ ثانی پر مقدم ہوگی) اعتراض ہوتا ہے کہ قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ صنفِ ثالث کو صنفِ ثانی پر مقدم نہ کیا جائے کیوں کہ صاحبین دادا کو اخوة و اخوات کے ساتھ محروم نہیں کرتے ہیں، اور اس تقدیم کی صورت میں جد فاسد (جو بمنزلہ جد صحیح ہے) کا محروم ہونا لازم آرہا ہے، اسی لیے فتویٰ امام ابوحنیفہ کے قول پر ہے۔ (۱)

**بحثِ سادس: فہؤلاء و کل من یدلی الخ عبارت کا مطلب:**

ذوی الارحام کی چاروں قسموں میں مصنف نے کوئی ایسا جملہ نہیں بڑھایا جس سے معلوم ہو کہ میت کی اولاد یا دادا پردادا اور چچا وغیرہ کی ساری قسمیں ذوی الارحام میں شامل ہیں، اس لیے اخیر میں فرمایا کہ چاروں قسمیں اور وہ رشتہ دار جو ان اصنافِ اربعہ کے ذریعہ منسوب ہوتے ہیں وہ سب ذوی الارحام میں داخل ہیں۔ (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ ذوی الارحام کی کل چودہ قسمیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہے (۳):

- (۱) وعندهما النصف الثالث مقدم علی الجد أب الأم، وإن کان قیاس مذہبہما فی الجد أب الأب ومقاسمة الإخوة والأخوات مادامت القسمة خیراً لہ من ثلث جمیع المال، یقتضی أن لا یقدم الصنف الثالث علی الجد أب الأم، لأن الصاحبین لا یحرمان الجد مع الإخوة والأخوات، وبتقدیمہ یلزم حرمان الجد الفاسد الذی ہو بمنزلة الجد الصحیح. (الشریفیہ مع الحاشیة: ص ۹۹)
- (۲) والمراد بمن یدلی بہم ما یتناول من أشرنا إلیہم بقولنا وإن علوا وإن سفلوا فی الأصناف الثلاثة یتناول اولاد الصنف الرابع. (الشریفیہ: ص ۹۸)

(۳) فعلم مما ذکرنا أن ذوی الأرحام أربعة عشر قسماً أولاد البنات و إن سفلوا، وأولاد بنات الابن و إن سفلوا والأجداد الساقطون و إن علوا، والجندات الساقطة و إن علت، وأولاد =

- ۱- اولاد البنات (نواسے نواسیاں) نیچے تک
- ۲- اولاد بنات الابن (پوتی کی اولاد) نیچے تک
- ۳- جد فاسد (نانا) اوپر تک
- ۴- جدہ فاسدہ (نانی) اوپر تک
- ۵- اولاد الاخوات لاب و ام (یعنی بھانجے بھانجیاں) نیچے تک
- ۶- اولاد الاخوات لاب (علاقی بھانجے بھانجیاں) نیچے تک
- ۷- اولاد الاخوات لام (حنفی بھانجے بھانجیاں) نیچے تک
- ۸- بنات الاخوة لاب و ام (یعنی بھتیجیاں) نیچے تک
- ۹- بنات الاخوة لاب (علاقی بھتیجیاں) نیچے تک
- ۱۰- بنات الاخوة لام (حنفی بھتیجیاں) نیچے تک
- ۱۱- عمات (پھوپھیاں اور ان کی اولاد) نیچے تک
- ۱۲- اعمام لام (اخیا فی چچا اور اس کی اولاد) نیچے تک
- ۱۳- اخوال (ماموں اور ان کی اولاد) نیچے تک
- ۱۴- الخالات (خالائیں اور ان کی اولاد) نیچے تک

---

= الأخوات لأب و أم و إن نزلوا، وأولاد الأخوات لأب و إن نزلوا وأولاد الأخوات لأم و إن نزلوا، و بنات الإخوة لأب و أم و إن نزلت، و بنات الإخوة لأب و إن نزلت و أولاد الإخوة لأم و إن بعدوا، و العمات و أولادها و إن بعدوا، و الأعمام لأم و أولادهم و الأخوال و أولادهم و الخالات و أولادها. (حاشیہ شریفیہ: رقم: ۴/ص ۱۹۸)

---

## ذوی الارحام کی پہلی صنف کا بیان

فَصْلٌ فِي الصَّنْفِ الْأَوَّلِ: أَوْلَهُمْ بِالْمِيرَاثِ أَقْرَبُهُمْ إِلَى الْمَيِّتِ، كَبْنَتِ الْبِنْتِ: فَإِنَّهَا أَوْلَى مِنْ بِنْتِ بِنْتِ الْإِبْنِ.

وَإِنْ اسْتَوَوْا فِي الدَّرَجَةِ، فَوَلَدُ الْوَارِثِ أَوْلَى مِنْ وَلَدِ ذَوِي الْأَرْحَامِ، كَبْنَتِ بِنْتِ الْإِبْنِ: فَإِنَّهَا أَوْلَى مِنْ ابْنِ بِنْتِ الْبِنْتِ - وَإِنْ اسْتَوَتْ دَرَجَاتُهُمْ وَلَمْ يَكُنْ فِيهِمْ وَلَدُ الْوَارِثِ، أَوْ كَانَ كُلُّهُمْ يُدْلُونَ بِوَارِثٍ - فَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - وَالْحَسَنُ بْنُ زِيَادٍ يَعْتَبِرُ أَبْدَانَ الْفُرُوعِ وَيُقَسِّمُ الْمَالَ عَلَيْهِمْ، سَوَاءً اتَّفَقَتْ صِفَةُ الْأُصُولِ فِي الذُّكُورَةِ وَالْأُنثَى أَوْ اخْتَلَفَتْ -

وَمُحَمَّدٌ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - يَعْتَبِرُ أَبْدَانَ الْفُرُوعِ إِنْ اتَّفَقَتْ صِفَةُ الْأُصُولِ، مُوَافِقًا لَهُمَا، وَيَعْتَبِرُ الْأُصُولَ إِنْ اخْتَلَفَتْ صِفَاتُهُمْ، وَيُعْطَى الْفُرُوعَ مِيرَاثَ الْأُصُولِ مُخَالَفًا لَهُمَا. كَمَا إِذَا تَرَكَ ابْنُ بِنْتٍ، وَبِنْتُ بِنْتٍ، عِنْدَهُمَا يَكُونُ الْمَالُ بَيْنَهُمَا لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَى بِإِعْتِبَارِهِ

الْأَبْدَانِ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ كَذَلِكَ، لِأَنَّ صِفَةَ الْأُصُولِ مُتَّفِقَةٌ.  
وَلَوْ تَرَكَ بِنْتُ ابْنِ بِنْتٍ، وَابْنُ بِنْتِ بِنْتٍ، عِنْدَهُمَا الْمَالُ بَيْنَ الْفُرُوعِ أَثَلَاثًا  
بِاعْتِبَارِ الْأَبْدَانِ، ثُلَاثُهُ لِلذَّكَرِ وَثُلَاثُهُ لِلْأُنْثَى، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ - رَحِمَهُ اللَّهُ -  
الْمَالُ بَيْنَ الْأُصُولِ أَعْنَى فِي الْبَطْنِ الثَّانِي أَثَلَاثًا، ثُلَاثُهُ لِبِنْتِ ابْنِ الْبِنْتِ نَصِيبُ  
أَيُّهَا، وَثُلَاثُهُ لِابْنِ بِنْتِ الْبِنْتِ، نَصِيبُ أُمِّهِ.

ترجمہ: (یہ) فصل (ذوی الارحام کی) پہلی قسم (کے بیان) میں ہے، ان میں میراث کے  
زیادہ حقدار وہ ہیں جو میت سے (رشتے میں) زیادہ قریب ہیں، جیسے: نواسی، پس پیشک وہ  
پوتی کی لڑکی سے زیادہ حقدار ہے۔ اور اگر درجہ میں سب برابر ہوں تو وارث کی اولاد: ذوی  
الارحام کی اولاد سے (وراثت کی) زیادہ حقدار ہے، جیسے: پوتی کی لڑکی پس پیشک وہ نواسی  
کے لڑکے سے (وراثت کی) زیادہ حق دار ہے۔

اور اگر ان کے درجہ برابر ہوں اور ان میں (کوئی) وارث کی اولاد نہ ہو، یا سب  
کسی وارث کے توسط سے (میت کی طرف) منسوب ہوتے ہوں امام ابو یوسف اور حسن  
بن زیاد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک فروع کے بدنوں (تذکیر و تانیث) کا اعتبار ہوگا، اور ان  
پر مال تقسیم ہوگا، خواہ اصول کا وصف - مذکر و مؤنث ہونے میں - متفق ہو یا مختلف۔ اور امام  
محمدؒ کے نزدیک فروع کے بدنوں کا اعتبار (صرف اس وقت) ہوگا جب کہ اصول کی صفت  
(تذکیر و تانیث) متفق ہو، ان دونوں ائمہ (ابو یوسف، وابن زیاد) کے مطابق ..... اور اگر  
ان اصول کی صفتیں (ذکور و انوشت) الگ الگ ہوں تو صرف اصول کا اعتبار ہوگا، اور  
فروع کو اصول کا ترکہ دیا جائے گا۔ امام ابو یوسف اور حسن بن زیاد رحمہما اللہ کے قول کے

برخلاف؛ جیسے اگر کوئی شخص ایک نواسہ اور ایک نواسی چھوڑے تو امام ابو یوسف اور حسن بن زیاد رحمہما اللہ کے نزدیک ان دونوں کے درمیان ترکہ ہوگا مذکر کے لیے دو مؤنث کے حصے کے برابر۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی ایسا ہی ہے، اس لیے کہ اصول کی صفت (ذکور و مؤنث) ایک ہے (یعنی دونوں لڑکی کی اولاد ہیں)۔

اور اگر کوئی شخص نواسے کی لڑکی اور نواسی کا لڑکا چھوڑے تو امام ابو یوسف اور حسن بن زیاد رحمہما اللہ کے نزدیک ترکہ فروع کے درمیان، تین حصوں میں تقسیم ہوگا۔ بدنوں کے اعتبار سے اس کا دو ثلث مذکر کو اور اس کا ایک ثلث مؤنث کو ملے گا۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ کے نزدیک ترکہ اصول کے درمیان ہے۔ میری مراد ہے: دوسرے بطن میں تین حصوں میں تقسیم ہوگا، اس کا دو ثلث نواسے کی لڑکی کو۔ اس کے باپ کا حصہ۔ اور ایک ثلث نواسی کے لڑکے کو۔ اس کی ماں کا حصہ۔ ملے گا۔

توضیح و تشریح: یہاں سات بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) صنف اول میں تقسیم میراث کے لیے قواعد خمسہ مع امثلہ (۲) مصنف نے پہلا قاعدہ کیوں ذکر نہیں کیا (۳) فولد الوارث اولیٰ من ولد ذوی الارحام عبارت میں ولد وارث کی مراد (۴) ولد وارث سے متعلق ایک اہم تنبیہ (۵) قاعدہ نمبر ۲ (اقرب اولیٰ ہے اور البعد محجوب) میں اقرب والبعث کی توریث وعدم توریث کے سلسلہ میں مذاہب ثلاثہ مع دلائل (۶) قاعدہ خامسہ میں حضرات صاحبین کے اختلاف کی دلیلیں (۷) صنف اول سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب

بحث اول: صنف اول میں تقسیم میراث کے لیے قواعد خمسہ مع امثلہ:  
 پہلا قاعدہ: صنف اول کے افراد میں سے اگر کوئی ایک فرد ہو تو وہ کل مال کا مستحق ہوگا۔

| مسئلہ: ۱          | مسئلہ: ۱          |
|-------------------|-------------------|
| _____ م           | _____ م           |
| ابن البنت (نواسا) | بنت البنت (نواسی) |
| ۱                 | ۱                 |

دوسرا قاعدہ: صنف اول کے متعدد افراد جمع ہو جائیں اور سب عدم استواء میں ہوں یعنی درجہ میں متحد نہ ہوں، تو جو میت سے زیادہ قریب ہوگا وہ وراثت کا حق دار ہوگا اور دور والا محروم ہوگا جیسے بنت البنت (نواسی) اولیٰ ہوگی بنت بنت الابن (پوتی کے لڑکے) سے۔

| مسئلہ: ۱  | مسئلہ: ۱  |
|-----------|-----------|
| _____ م   | _____ م   |
| ابن البنت | ابن البنت |
| ابن       | ابن       |
| بنت       | بنت       |
| ۱         | ۱         |
| م         | م         |

تیسرا قاعدہ: صنف اول کے متعدد افراد ہوں اور سب درجہ استواء میں ہوں تو اس کی دو صورتیں ہیں، پہلی صورت بعض ولد وارث ہوں اور بعض ولد غیر وارث تو ولد وارث کو ترجیح ہوگی اور ولد غیر وارث محروم ہوں گے جیسے بنت بنت الابن (پوتی کی لڑکی) ذی فرض



وارث کی اولاد ہونے کی وجہ سے ابن بنت البنت نواسی کے لڑکے سے وراثت کی زیادہ حق دار ہوگی۔ مثلاً: مسئلہ: ۱

|            |  |
|------------|--|
| ابن        | البنت                                    |
| بنت (پوتی) | بنت (نواسی)                              |
| بنت        | ابن                                      |
| ۱          | محبوب لکونہ ولد غیر الوارث ولو کان ذکراً |

چوتھا قاعدہ: درجہ استواء کی دوسری صورت کل ولد وارث ہوں، یا کل ولد غیر وارث تو دیکھا جائے کہ اصول صفت ذکورت و انوشت میں متحد ہیں یا مختلف، اگر اصول صفت ذکورت و انوشت میں متحد ہوں تو مسئلہ بالاتفاق ابدان فروع سے بنے گا۔ جیسے ابن البنت اور بنت البنت۔

| مسئلہ: ۳ | کل ولد وارث کی مثال | مسئلہ: ۳ | کل ولد غیر وارث کی مثال |
|----------|---------------------|----------|-------------------------|
| البنت    | البنت               | البنت    | البنت                   |
| ابن      | بنت                 | بنت      | بنت                     |
| ۲        | ۱                   | ابن      | بنت                     |
|          |                     | ۲        | ۱                       |

وضاحت: مذکورہ بالا دونوں مثالوں میں سے پہلی مثال میں ابن البنت (نواسا) اور بنت البنت (نواسی) دونوں بنت (ذی فرض) وارث کی اولاد ہیں۔ اور دوسری مثال میں نواسی

کا بیٹا اور نواسی کی بیٹی دونوں بنت البنت (نواسی) غیر وارث کی اولاد ہیں۔ اسی لیے قاعدہ کی رو سے ہر دو مثال میں ابدان فروع فرع کی تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مسئلہ ”۳“ سے بنا اور مذکور کو دو گنا اور مؤنث کو ایک گنا ملا۔

پانچواں قاعدہ: اگر اصول صفت ذکورت و انوٹھ میں مختلف ہوں تو صاحبین کا طریقہ تقسیم میں اختلاف ہے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مسئلہ اب بھی ابدان فروع سے بنے گا، اور امام محمدؒ کے نزدیک جہاں سب سے پہلے ذکورت و انوٹھ کا اختلاف ہوا ہے، وہاں لہذا کر مثل حظ الانثیین قاعدہ کی روشنی میں مال تقسیم کر کے طائفہ ذکور و اناث کو الگ الگ کریں گے، اس تقسیم میں صفت اصول کی اور عدد سب سے آخری فروع کا معتبر ہوگا۔ پھر آگے فروع تک اگر اتفاق ہو تو ہر طائفہ کے فروع کو اس کے اصل والا حصہ دے دیں، اگر مزید اختلاف ہو تو جہاں جہاں اختلاف ہو وہاں ذکور و اناث دونوں طائفوں کو الگ الگ کر کے تقسیم کرتے چلے جائیں اگر کسر ہو تو تصحیح بھی کر لیں گے۔ مثلاً:

مسئلہ: ۳

| البنت   | البنت   |                        |
|---------|---------|------------------------|
| ابن (۲) | بنت (۱) |                        |
| بنت     | ابن     |                        |
| ۲       | ۱       | عند محمد رحمہ اللہ     |
| ۱       | ۱       | عند ابی یوسف رحمہ اللہ |

وضاحت: مذکورہ مثال میں بطنِ ثانی میں ذکورت و انوثت کا اختلاف ہے، اس لیے امام محمد رحمہ اللہ ترکہ اسی بطنِ ثانی پر تقسیم کر کے فروع میں منتقل کرتے ہیں اسی وجہ سے بنت کو دو حصہ ملا جو اس کے باپ کا حصہ ہے، اور ابن کو ایک حصہ ملا جو اس کی ماں کا حصہ ہے۔ برخلاف امام ابو یوسف رحمہ اللہ کہ وہ ذکورت و انوثت کے اختلاف کا اعتبار ہی نہیں کرتے ہیں اور ابدان فروع کا اعتبار کرتے ہوئے مال تقسیم کرتے ہیں، اسی وجہ سے ان کے نزدیک ابن کے نیچے والی بنت کو ایک حصہ ملا اور بنت کے نیچے والے ابن کو دو حصہ ملا۔

بحث ثانی: مصنف نے پہلا قاعدہ کیوں نہیں ذکر کیا:

مصنف نے پہلا قاعدہ یہاں ذکر نہیں کیا، اسے صنفِ رابع میں بیان کیا ہے:

”الْحُكْمُ فِيهِمْ أَنَّهُ إِذَا انفردَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ اسْتَحَقَّ الْمَالُ كُلَّهُ لِعَدَمِ الْمُزَاحِمِ“ اس کی وجہ اختصار اور فہم مخاطب پر اعتماد ہے کہ وہ خود سے متروک کو مذکور پر قیاس کر لے گا۔ (۱)

بحثِ ثالث: فولد الوارث الخ عبارت میں ولدِ وارث کی مراد:

ولدِ وارث سے مراد ذوی الفروض اور عصبات کی اولاد ہیں۔ اور ولدِ غیر وارث سے مراد ذوی الارحام کی اولاد ہیں، ان کو غیر وارث اس لیے کہا گیا کہ یہ بہت کم وارث ہوتے ہیں۔ (۲)

(۱) فان قيل هذا لحكم أعني استحقاق الواحد للكل عند الانفرد عن المزاحم مشترك بين الأصناف الأربعة، فما وجه تخصيص ذكره بهذا الصنف، قلنا لعلّه نظر إلى أنّ بيانه في أبعاد الأصناف، يفيد جريانه في سائرهما فسلک طريق الاختصار. (الشريفة: ص ۱۱۵)

(۲) فولد الوارث أعم من أن يكون صاحب فرض أو عصبه. (حاشیہ شریفیہ: رقم ۲ / ص ۱۰۱)

سوال: مصنف نے ولد وارث فرمایا جب کہ ولد عصبہ ولد ذوی الارحام میں متصور نہیں ہے کیوں کہ عصبہ کی اولاد تا سلسلہ اخیر عصبہ ہی ہے برخلاف ذی فرض کی اولاد کے، کہ وہ نیچے جا کر ذی رحم ہو جاتی ہیں جیسے بنت الابن پوتی ذی فرض ہے لیکن اس کے بیٹے اور بیٹی ذی رحم ہیں۔ اس لیے بہتر ہوتا کہ مصنف نے ولد الوارث کے بجائے ولد صاحب الفرض کہتے۔

جواب: یقیناً ولد عصبہ ولد ذوی الارحام میں متصور نہیں ہے؛ مگر پھر بھی ولد وارث عبارت لائے عبارت میں اختصار اور فہم مقصود کے سلسلے میں مخاطب پر اعتماد کی غرض سے۔ (۱)

بحثِ رابع: ولد وارث سے متعلق ایک اہم تنبیہ:

ولد وارث ولد غیر وارث سے اولیٰ ہوگا، یہ حکم اس وقت ہے جب کہ ولد وارث کسی وارث لنفسہ کے ذریعہ میت کی طرف منسوب ہو، جیسے بنت بنت الابن (پوتی کی لڑکی) پوتی لذاتہ وارث ہے اور اس کے ذریعہ لڑکی میت کی طرف منسوب ہو رہی ہے؛ تو یہ ولد وارث ہوئی۔ برخلاف وہ ولد وارث جو کسی واسطہ وارث کے ذریعہ میت کی طرف منسوب ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہے جیسے پوتی کی لڑکی کی لڑکی کہ یہ لڑکی پوتی کی لڑکی کے ذریعہ میت کی طرف منسوب ہو رہی ہے جو لذاتہ وارث نہیں ہے، بل کہ پوتی کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہو رہی ہے، اسی وجہ سے پوتی کی لڑکی کی لڑکی کو نو اسی کی لڑکی کی

(۱) ويشكل عليه ما قيل ان ولد العصبه لا يتصور في درجة ولد ذوي الأرحام فالأولى أن يقال فولد صاحب الفرض إلا أنه اختار لفظ الوارث للاختصار في العبارة اعتماداً على فهم المقصود منها.

(حاشیہ شریفیہ: رقم: ۲ ص ۱۰۱)

لڑکی پر تقدم حاصل نہیں ہوگا، اور دونوں کو وراثت ملے گی۔ (۱) مثلاً:

مسئلہ: ۳

بنت بنت بنت البنت (۱)

بنت بنت بنت الابن (۲)

۱

۲

بحثِ خامس: قاعدہ نمبر دو میں اقرب و البعد کی توریث و عدم توریث کے سلسلے میں مذاہبِ ثلاثہ مع دلائل:

(الف) مذہب اول اہل قرابت: امام ابوحنیفہ و صاحبہ وزفر رحمہم اللہ، یہ اقرب کو وارث اور البعد کو محروم کرتے ہیں؛ کیوں کہ ذوی الارحام کی توریث میں معنی عصوبت کا اعتبار کیا گیا ہے، اسی وجہ سے اصنافِ اربعہ میں اقرب کو مقدم کیا گیا اور منفرد ہونے کی صورت میں کل مال کا استحقاق دیا گیا ہے۔ اور جیسے عصوبت حقیقہ میں زیادتی قرب کبھی قلت درجہ اور کبھی قوت سبب سے حاصل ہوتی ہے جیسے کہ رشتہ بنوت کا رشتہ ابوت پر مقدم ہونا، ایسے ہی ذوی الارحام میں عصوبت کا معنی تقدیم کو ثابت کرے گا، قرب درجہ کی وجہ سے جیسا کہ قوت سبب کی وجہ سے تقدیم کو ثابت کرتا ہے۔ پس صورتِ مذکورہ میں قرب درجہ کی وجہ سے پورا مال نو اسی کو ملے گا، اور پوتی کی لڑکی محروم ہوگی۔ (۲)

(۱) قال الشامي: المراد بولد الوارث من يدلى بوارث بنفسه، فلا تعتبر الإدلاء بواسطة فلا تقدم بنت بنت بنت الابن على بنت بنت بنت البنت كما صرح به في سكب الأنهر. (رد المحتار: ۱۰/۵۵۴)

(۲) أولهم بالميراث أقر بهم كنبت البنت فإنها أولى من بنت بنت الابن، لأن الأولى تدلى إلى الميت بواسطة واحدة، والثانية بواسطة اثنتين وهذا قول أهل القرابة وهم أبوحنيفه وصاحباه وزفر =

(ب) مذہب ثانی: اہل تنزیل: علقمہ، شععی، مسروق رحمہم اللہ وغیرہ؛ یہ حضرات استحقاق میں مدّ لی (میت کی طرف منسوب ہونے والا) کو مدّ لی بہ (جس کے ذریعہ منسوب ہوا جائے) کے درجے میں رکھتے ہیں جیسے کسی نے بنت صلیبہ اور بنت الابن (پوتی) کو چھوڑا تو دونوں وارث ہوتی ہیں، باوجود کہ بنت الابن البعد ہے۔ پس اس مسئلہ میں بنت صلیبہ بنت البنت کے لیے مدّ لی بہ ہے اور بنت الابن، بنت بنت الابن کے لیے مدّ لی بہ ہے تو جیسے مدّ لی بہ (بنت صلیبہ بنت الابن) حالت اجتماع میں وارث ہوتی ہیں ایسے ہی ان دونوں کے ذریعے میت کی طرف منسوب ہونے والی (مدّ لی) بنت البنت اور بنت بنت الابن بھی وارث ہوں گی؛ البتہ کیفیت توریث میں دو قول ہیں:

قول اول: قول علیؑ کے قیاس کے مطابق مال ارباعاً (چار حصوں) تقسیم ہوگا، کیوں کہ حضرت علیؑ بنت صلیبہ کی موجودگی میں بنت الابن پر رد کے قائل ہیں۔ مثلاً:

| مسئلہ: ۶/۴ |       | وضاحت: مسئلہ ”۶“ سے بنایا گیا اور بنت       |  |
|------------|-------|---|--|
| البنت      | الابن | البنت کو (۳)، اور بنت بنت الابن کو (۱)      |  |
| بنت        | بنت   | حصہ دیا گیا، اور ما باقی دو حصہ قواعد رد کی |  |
| ۳          | بنت   | روشنی میں ان ہی پر رد کر دیا گیا۔           |  |
|            | ۱     |   |  |

= وعیسیٰ بن أبان قالوا إستحقاق ذوی الأرحام باعتبار معنى العصبية، ولهذا قدم في الأصناف الأربعة من هو أقرب، ويستحق الواحد منهم جميع المال، وفي العصبية الحقيقية تكون زيادة القرب تارة بقلّة الدرجة، وأخرى بقوة السبب، كما في تقديم البنوة على الأبوة، فكذلك فيما فيه معنى العصبية يثبت التقديم بقرب الدرجة، كما يثبت بقوة السبب، ففي الصورة المذكورة يكون المال كله لبنت البنت. (الشریفة: ص ۱۰۰)

قول ثانی: قول ابن مسعودؓ کے قیاس کے مطابق اسد اساً (چھ حصوں) مال تقسیم ہوگا کیوں کہ ابن مسعودؓ بنت صلیبہ کی موجودگی میں بنت الابن پر رد کے قائل نہیں ہیں، لہذا مسئلہ ”۶“ سے بن کر (۳) حصہ بنت الابن کو اور (ایک) حصہ بنت بنت الابن کو ملے گا اور ما باقی (۲) حصہ بنت البنت پر رد ہو کر اس کا مجموعی حصہ (۵) ہو جائے گا۔ (۱) مثلاً:

| مسئلہ: ۶ |       |
|----------|-------|
| البنت    | الابن |
| بنت      | بنت   |
| ۳+۲=۵    | بنت   |
| ۱        |       |

## اہل تنزیل کی دلیل:

ذوی الارحام کی نفس توریث تو نص سے ثابت ہے، لیکن کیت توریث یعنی مقدار توریث نص سے ثابت نہیں، اور اس کو رائے سے ثابت کرنا بھی ممکن نہیں ہے، اسے لیے یہاں اس کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہا کہ مدلی (میت کی طرف منسوب ہونے والا)

(۱) وأما أهل التنزيل وهم الذين ينزلون المدلي منزلة المدلي به في الاستحقاق، كعلقمة والشعبي ومسروق وأبي عبيدة والقاسم بن سلام فيجعلون المال بينهما، كأنه ترك بنتا وبنت ابن فيكون المال بينهما إما أرباعاً على قياس قول علي رضي الله عنه، ثلاثة أرباعه لبنت البنت، وربعه لبنت بنت الابن، لأنه يرى الرد على بنت الابن مع البنت الصلبية، وإما أسداساً على قياس قول ابن مسعود رضي الله عنه خمسة أسداسه لبنت البنت، وسدسه لبنت بنت الابن، لأنه لا يرى الرد على بنت الابن مع الصلبية. (الشريفية: ص ۱۰۰)

کو مدلی بہ (جس کے ذریعہ منسوب ہو جائے) کے قائم مقام کر دیا جائے، تاکہ مدلی کے لیے وہ استحقاق ثابت ہو جائے جو مدلی بہ کے لیے ثابت تھا، کیوں کہ ہر اصل کا حصہ اس کے فرع کی طرف منتقل ہوتا ہے، اور اس تنزیل کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اگر ذوی الارحام میں سے کوئی ولد وارث ہو، تو وہ اس سے اولی ہوتا ہے، جو ولد وارث نہ ہو، یہ اولیت کا معنی اس تنزیل (مدلی کو مدلی بہ کے قائم مقام بنانا) کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ (۱)

اہل تنزیل کے دلیل کا جواب:

جواب اول: ان کی اس دلیل پر کہ مدلی کو استحقاق میں مدلی بہ کے مقام کیا جائے کیوں کہ ہر اصل کا حصہ اس کے فرع کی طرف منتقل ہوتا ہے، ایک بڑی خرابی لازم آتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر مدلی بہ اپنی ذات میں موانع ارث (کفر، قتل وغیرہ) کے پائے جانے کی وجہ سے میراث سے محروم ہوگا، تو مدلی بھی محروم ہو جائے گا، کیوں کہ مدلی بہ کے قائم مقام ہے، اور مدلی کا یہ محروم ہونا معنی فی غیرہ کی وجہ سے ہوا جو قاعدہ میراث کے خلاف ہے، اسی لیے ضروری ہے کہ مدلی اس وصف کی وجہ سے مستحق میراث ہو، جو اس کی ذات میں پائی جائے، اور وہ وصف قرابت ہے، اور جب اس میں (ذوی الارحام) معنی عصوبت ہے تو اقرب کو مقدم کیا جائے گا۔ (۲)

(۱) ویستدلون علی التنزیل بأن الإستحقاق لا یمکن إثباته بالرأی، ولا نصّ ههنا من الكتاب، ولا من السنة والإجماع، فلا طریق سوى إقامة المدلی مقام المدلی به، لیثبت له الإستحقاق الذی کان ثابتاً للمدلی به، فنصیب کل أصل ینتقل إلی فرعه، ویؤیده أن من کان منهم ولداً لصاحب فرض أو لعصبة کان أولى ممن لیس کذاک، ولیس ذلک إلا باعتبار المدلی به. (الشریفة: ۱۰۰)

(۲) ویرد قولهم أنه یلزم منه أمر فاحش، وهو حرمان المیراث بكون المدلی به رقیقاً أو کافراً، =



جواب ثانی: اہل تنزیل کا بنت البنت کو بنت صلیبہ پر اور بنت بنت الابن کو بنت الابن پر قیاس کرنا کہ جب بنت صلیبہ اور بنت الابن میں اقرب و البعد کے اجتماع کے باوجود دونوں وارث ہو رہے ہیں، تو بنت البنت اور بنت بنت الابن بھی اقرب و البعد کے اجتماع کے باوجود وارث ہوں گے، کیوں کہ بنت البنت اور بنت بنت الابن مدلی ہیں، اور بنت صلیبہ، بنت الابن مدلی بہ، اور مدلی مدلی بہ کے قائم مقام ہے، درست نہیں ہے، اس لیے کہ انہوں نے وارث پر غیر وارث کو قیاس کیا ہے، جو قیاس مع الفارق ہے، کیوں کہ بنت صلیبہ اور بنت الابن دونوں وارث ہیں، اور حالت اجتماع میں بھی ان کا حصہ نص سے ثابت ہے اسی وجہ سے یہاں اقرب و البعد کا قاعدہ جاری نہیں ہوگا، برخلاف بنت البنت اور بنت بنت الابن کے، وہ وارث نہیں ہیں، یعنی ان کا حصہ حالت اجتماع میں نص سے ثابت نہیں ہے، اسی وجہ سے یہ قاعدہ غیر وارث میں جاری ہوتا ہے۔ (مؤلف)

(ج) مذہب ثالث: اہل رحم: نوح ابن دراج، حبیش ابن مبشر وغیرہ؛ یہ حضرات اقرب و البعد کے درمیان مال کو انصافاً (آدھا آدھا) تقسیم کرنے کے قائل ہیں، کیوں کہ ذوی الاحام کا استحقاق وصف عام کے اعتبار سے ہے اور وہ وصف عام آیت کریمہ: **وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ** لہذا اس وصف عام میں ذی رحم اقرب البعد سب برابر ہوں گے۔ (۱)

= فيكون الشخص محروماً عن الميراث لمعنى في غيره، فوجب أن يكون الاستحقاق باعتبار وصف فيه، وهو القرابة ولما كان فيه معنى العصبية قدم الأقرب. (الشريفة: ۱۰۰)

(۱) وذهب نوح ابن دراج وحبیش بن مبشر ومن تابعها، إلى أن المال بينهما أنصافاً لأن =

بحثِ سادس: قاعدہ خامسہ میں حضرات صاحبین کے اختلاف کی دلیلیں:  
 قاعدہ خامسہ کل ولد وارث ہوں یا کل ولد غیر وارث اور اصول کی صفتِ ذکورت  
 و انوثت میں اختلاف ہو تو عند ابی یوسف مسئلہ ابدان فروع سے بنے گا۔  
 دلیل:

فروع کا استحقاق اس معنی کی وجہ سے ہوتا ہے، جو لذاتہ ہو، استحقاقِ ارث میں  
 اس معنی کا اعتبار نہیں ہوتا جو غیرہ ہو، اور ابدان فروع میں لذاتہ معنی قرابت موجود ہے؛ اسی  
 لیے اس معنی کا اعتبار کرتے ہوئے مال تقسیم ہوگا۔ خواہ اصول کی ذکورت و انوثت میں اتحاد  
 ہو یا اختلاف ورنہ قاعدہ میراث کے خلاف ہوگا۔ جیسے اگر مدلی بہ میں موانعِ ارث (قتل کفر  
 وغیرہ) میں سے کوئی مانع ہو، تو مدلی میں اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا ہے، پس اسی طرح صفت  
 ذکورت و انوثت فروع کا معتبر ہوگا اصول کا نہیں (۱)۔ اور اصول کی صفتِ ذکورت و انوثت  
 کے اختلاف کی صورت میں عند محمد مال اصول میں للذکر مثل حظ الانثیین قاعدہ کی روشنی میں  
 تقسیم ہوگا۔

= استحقاقہما، إنما هو باعتبار الوصف العام الذي هو الرحم، والأقرب والأبعد متساويان فيه  
 وهؤلاء يسمون أهل الرحم. (الشريفية: ص ۱۰۰)

(۱) والدلیل علی القول الآخر لأبی یوسف، أن استحقاق الفروع إنما يكون لمعنى فيهم لا  
 لمعنى في غيرهم، وذلك المعنى هو القرابة التي هي في أبدان الفروع، وقد اتحدت الجهة أيضا  
 وهي الولاد في تساوي الإستحقاق فيما بينهم، وان اختلفت الصفة في الأصول، ألا ترى أن صفة  
 الكفر أو الرق غير معتبرة في المدلى به، إنما تعتبر في المدلى فكذا صفة الذكورة والأنوثة تعتبر  
 فيه فقط. (الشريفية: ص ۱۰۱)

دلیل: صحابہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی مورث پھوپھی اور خالہ کو چھوڑے تو مال علی السویہ تقسیم نہیں ہوگا، بل کہ اثلاثا (تین حصوں) تقسیم ہو کر دو ثلث عمہ کو جانب اب کا اعتبار کرتے ہوئے، اور جانب ام کا اعتبار کرتے ہوئے ایک ثلث خالہ کو ملے گا (۱)۔ ظاہر ہے کہ جانب اب و ام کا اعتبار مدلی بہ کا ہی اعتبار کرنا ہوا، کیوں کہ اگر ابدان فروع کا اعتبار کرتے تو مال پھوپھی اور خالہ کے درمیان انصافاً (آدھا آدھا) تقسیم ہوتا، پس یہ بات ظاہر ہوگئی کہ تقسیم میں مدلی بہ کا اعتبار ہوتا ہے (۲) بشرطیکہ سب وارث درجہ استواء میں ہوں۔ (۲)

نیز اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ ایک وارث، ولد وارث ہو، اور دوسرا غیر وارث تو ولد وارث اولیٰ ہوگا ولد غیر وارث سے یہ ترجیح بھی مدلی بہ کے اعتبار سے ہی ہوگی۔ (۳)

(۱) عن الحسن أن عمر بن الخطاب أعطى الخالة الثلث والعمه الثلثین. (سنن الدارمی: ۴۶۳/۲، باب فی میراث ذوی الأرحام: رقم: ۲۹۷۹) --- عن مسروق عن عبد الله قال الخالة بمنزلة الأم والعمه بمنزلة الأب وبنت الأخ بمنزلة الأخ وكل ذي رحم بمنزلة رحمه التي يدلی بها إذا لم یکن وارث ذوقرابة. (سنن الدارمی: ۴۶۳/۲، باب فی میراث ذوی الأرحام: الرقم: ۲۹۸۱)

(۲) إذا ترک رجل عمه وخالة فلا یقسم المال علی السویة بل یقسم أثلاثا ثلاثہ للعمه والثلث للخالة، وهذا إنما هو باعتبار المدلی به وهو الأب والأم، ولو کان الإعتبار بأبدان الفروع لکان المال بینهما نصفین، فظهر أن المعتبر فی القسمة هو المدلی به، فإنه الأب فی العمه والأم فی الخالة. (الشریفة مع الحاشیة: ۱۰۲)

(۳) وأیضا قد اتفقنا علی أنه إذا کان أحدهما ولد وارث کان أولى من الآخر فقد ترجح یاعتبا رمعنی فی المدلی به. (الشریفة: ۱۰۲)

بحثِ سابع: صنفِ اول سے متعلق ایک استفتاء اور اس کا جواب:

فہد کا انتقال ہوا اور اس نے اپنے پیچھے صرف نواسی کا ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑی ہے، ان کے درمیان فہد کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟  
الجواب باللہ التوفیق!

نواسی کی لڑکی اور لڑکا ذوی الارحام کی صنفِ اول سے متعلق ہیں، اور سب قرب (درجہ) میں مساوی ہیں، نہ تو بطون صنفِ ذکوریت و انوشت کے اعتبار سے مختلف ہے، اور نہ ہی ان میں سے کوئی وارث کی اولاد ہے، اس لیے فہد کا ترکہ نواسی کے لڑکے اور لڑکی کے مابین باتفاقِ صاحبین اثلاثاً (تین حصوں میں) تقسیم ہو کر لڑکے کو دوہرا اور لڑکی کو اکہرا ملے گا۔

مسئلہ: ۳  
کل ولد غیر وارث

|        |        |
|--------|--------|
| البنات | البنات |
| بنت    | بنت    |
| بنت    | ابن    |
| ۱      | ۲      |

والحجة على ما قلنا!

ما في السراجي في الميراث: وإن استوت درجاتهم ولم يكن فيهم ولد الوارث أو كان كلهم يدلون بوارث، فعند أبي يوسف والحسن بن زياد يعتبر أبدان الفروع، ويقسم المال عليهم سواء اتفقت صفة الأصول في الذكورة والأنوثة أو اختلفت، ومحمد رحمه الله تعالى يعتبر أبدان الفروع، إن اتفقت صفة الأصول موافقا لهما. (ص ۵۹، فصل في الصنف الأول)

والله أعلم بالصواب!

## اختلاف بطون کا حکم

وَكَذَٰلِكَ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى إِذَا كَانَ فِي أَوْلَادِ الْبَنَاتِ بُطُونٌ مُخْتَلِفَةٌ يُقَسَّمُ الْمَالُ عَلَى أَوَّلِ بَطْنٍ اخْتَلَفَ فِي الْأُصُولِ، ثُمَّ يُجْعَلُ الذُّكُورُ طَائِفَةً وَالْإِنَاثُ طَائِفَةً بَعْدَ الْقِسْمَةِ فَمَا أَصَابَ الذُّكُورَ يُجْمَعُ وَيُقَسَّمُ عَلَى أَعْلَى الْخِلَافِ الَّذِي وَقَعَ فِي أَوْلَادِهِمْ، وَكَذَٰلِكَ مَا أَصَابَ الْإِنَاثَ، وَهَكَذَا يُعْمَلُ إِلَى أَنْ يَنْتَهِيَ بِهَذِهِ الصُّورَةِ:

بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت  
بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت  
بنت بنت بنت بنت بنت ابن ابن ابن بنت بنت بنت ابن  
بنت بنت بنت ابن ابن ابن بنت بنت بنت ابن بنت  
بنت بنت ابن بنت بنت بنت ابن بنت بنت ابن بنت  
بنت ابن بنت ابن بنت بنت ابن بنت بنت بنت بنت

ترجمہ: اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اسی طرح ہے (یعنی گذشتہ قاعدے سے تقسیم ہوگی) جب کہ لڑکیوں کی اولاد میں (مذکر و مؤنث کے) اختلاف والے کئی بطون ہوں،

ترکہ ایسے پہلے بطن پر تقسیم ہوگا، جس کے اصول میں (مذکر و مؤنث کا) اختلاف ہوگا، پھر تقسیم کے بعد مذکر کی ایک جماعت اور مؤنث کی ایک جماعت بنائی جائے گی، پھر جو کچھ مذکر کو ملے گا، اسے جمع کر لیا جائے گا، اور ان (مذکر) کی اولاد میں جن میں پہلے اختلاف ہوا ہو تقسیم کیا جائے گا اور اس طرح جو مؤنث کی جماعت کو ملے گا (اسے بھی مؤنث کی اولاد پر تقسیم کیا جائے گا) اور ایسا ہی کیا جائے گا یہاں تک کہ عمل انتہا کو پہنچ جائے اس نقشہ کے مطابق۔

### توضیح و تشریح:

مصنفؒ نے مذکورہ بالا عبارت میں تذکیر و تانیث میں اختلافِ بطون کا حکم بیان فرما رہے ہیں کہ اگر ذوی الارحام کے کئی بطون ہوں یعنی وہ متعدد اصولوں (واسطوں) سے میت کے ساتھ جڑتے ہوں، اور ان اصولوں میں ذکورت و انوثت کا اختلاف ہو یعنی بعض اصول مذکر ہوں اور بعض مؤنث اور فروع و رشتہ کسی میں بھی تعدد نہ ہو، یعنی ہر اصل کی ایک ہی فرع ہو اور ایک ہی رشتہ سے ہو تو امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ترکہ اولاً پہلے اختلافِ بطن پر تقسیم ہوتا ہے۔ اور مذکر کو مؤنث کا دو گنا دیا جاتا ہے، پھر مذکر و مؤنث کے گروپ بنائے جاتے ہیں۔ اور ہر گروپ کے حصے جمع کئے جاتے ہیں، پھر اگر نیچے بھی اختلاف ہو تو وہ مجموعی حصے نیچے کے بطون میں صفتِ ذکورت و انوثت کے لحاظ سے تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح ترکہ تقسیم ہوتا ہوا فروع تک آتا ہے؛ البتہ جس بطن میں تذکیر و تانیث کا اختلاف نہ ہو اس کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، یعنی اس بطن میں تقسیم نہیں ہوتی، اور اگر کسی جگہ کسر واقع ہو تو قواعد تصحیح سے مسئلہ کی تصحیح کی جاتی ہے۔

اب مصنفؒ نے جو لمبی چوڑی صورت مسئلہ بیان کی ہے اس کی تخریج پیش کی جاتی ہے۔

(فہد)

مسئلہ ۱۵×۴=۶۰

بطن اول: بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت

$\frac{۴ \times ۶}{۲۴}$

$\frac{۴ \times ۹}{۳۶}$

بطن دوم: بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت

بطن سوم: بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت

۱۲

۱۲

۱۸

۱۸

بطن چہارم: بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت

۹

۹

۱۲

۶

بطن پنجم: بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت

۸

۴

۶

۶

۳

۳

بطن ششم: فاطمہ زید نسیم نسیم عائشہ نفیسہ خالدہ سلطانہ سمیہ زکیہ بشریٰ حسنیٰ

۱۲

۸

۴

۹

۳

۶

۶

۲

۲

۳

۳

۲

۱

وضاحت:

بطن اول میں ۹ مؤنث اور ۳ مذکر ہیں اس لیے مذکر و مؤنث کی الگ الگ

جماعتیں بنائیں (یعنی تمام مؤنث کے نیچے ایک لمبی لکیر کھینچ دی اور تمام مذکر کے نیچے بھی)

اور مسئلہ ”۱۵“ سے بنا، نو حصے لڑکیوں کو اور چھ حصے لڑکوں کو دیئے۔

دوسرے بطن میں چوں کہ سب ورثہ مؤنث ہیں، اس لیے اس بطن کو کا لعمدہ قرار دیا

گیا، اس میں تقسیم نہیں ہوئی۔ تیسرے بطن میں لڑکیوں کے گروپ کے نیچے چھ لڑکیاں اور

تین لڑکے ہیں اور ایک لڑکا دولڑکیوں کے برابر ہوتا ہے، اس لیے کل رؤس بارہ ہوئے اور ان کے حصے نو ہیں، پس رؤس اور سہام میں ”توافق بالثلث“ ہے رؤس کے وفق چار کو اصل مسئلہ پندرہ میں ضرب دیا، حاصل ضرب ساٹھ سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی پھر مذکر و مؤنث کے سہام کو مضروب چار میں ضرب دیا، مؤنث کے حصے چھتیس ہوئے، ان میں سے اس کی مؤنث فروع کو اٹھارہ اور مذکر فروع کو بھی اٹھارہ حصے دیئے۔ پھر ان تینوں مذکر کی فروع میں دونوں مؤنثوں کو مشترکہ طور پر نو حصے اور مذکر کو تنہا نو حصے ملے، پھر مذکر کے اس نو حصوں کو براہ راست چھٹے بطن کی مؤنث (سمیہ) کو دے دیا۔ اور مذکورہ دونوں مؤنثوں کی فرع (پانچویں بطن) میں اختلاف نہیں ہے، اس لیے دونوں مؤنثوں کے نو حصوں میں سے چھٹے بطن کے مذکر (خالد) کو چھ اور مؤنث (سلطانہ) کو تین دیا، پھر تیسرے بطن کی لڑکیوں کی فروع میں تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں اس لیے اٹھارہ میں سے چھ تین لڑکیوں کو اور بارہ تین لڑکوں کو دیا گیا۔

پھر پانچویں بطن میں (تینوں لڑکوں کے فروع میں) ایک لڑکا اور دولڑکیاں ہیں، چھ حصے دونوں لڑکیوں کو اور چھ تنہا لڑکے کو ملا، پھر اس لڑکے کا حصہ چھٹی بطن والی لڑکی (نفیسہ) کو دیا، پانچویں بطن کی دونوں لڑکیوں کے مشترکہ چھ حصوں میں سے چھٹے بطن والے مذکر (نسیم) کو چار اور مؤنث (عائشہ) کو دو دیا۔

پھر چوتھے بطن کی تین لڑکیاں جن کو مشترکہ طور پر چھ حصے ملے تھے، ان میں سے دونوں لڑکیوں کو تین اور لڑکوں کو تنہا تین دیا، پھر لڑکے کا حصہ اس کی فرع (نسیمہ) مؤنث کو دیا۔ پانچویں بطن کی دو مؤنث کے حصے تین میں سے چھٹے بطن کے مذکر (زید) کو دو اور



مؤنث (فاطمہ) کو ایک دیا۔

اب پھر پہلے بطن کی تین مذکر والی جماعت کو لیں، ان کو اصل مسئلہ سے چھ اور صحیح سے چوبیس حصے ملے تھے، اسی چوبیس کو ان کی فرع میں تقسیم کیا۔ دوسرے بطن میں کوئی اختلاف نہیں، اس لیے اس سے تعرض نہیں کیا، اور تیسرے بطن میں لڑکے کو بارہ اور دونوں لڑکیوں کو مشترکہ طور پر بارہ دیا۔

پھر لڑکے کا حصہ بارہ چھٹے بطن والی لڑکی (حسنیٰ) کو دیا، اور دونوں لڑکیوں کی فرع (چوتھے بطن) میں مذکر و مؤنث کا اختلاف نہیں ہے، اس لیے اس سے تعرض نہیں کیا بل کہ بارہ میں سے آٹھ پانچویں بطن کے لڑکے کو اور چار لڑکی کو دیا، پھر لڑکے کا حصہ اس کی فرع (بشریٰ) کو اور لڑکی کا حصہ اس کی فرع (زکیہ) کو دیا۔

## اختلاف بطون کے ساتھ بعض اصول کی متعدد فروغ کا حکم

وَكَذَلِكَ مُحَمَّدٌ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - يَأْخُذُ الصِّفَةَ مِنَ الْأَصْلِ حَالِ الْقِسْمَةِ عَلَيْهِ، وَالْعُدَدَ مِنَ الْفُرُوعِ، كَمَا إِذَا تَرَكَ: ابْنِي بِنْتِ بِنْتِ بِنْتِ، وَبِنْتِ ابْنِ بِنْتِ بِنْتِ، وَبَنَّتِي بِنْتِ ابْنِ بِنْتِ، بِهَذِهِ الصُّورَةِ:

ابني بنتِ بنتِ بنتِ بنتِ ابن بنت بنت بنت بنت بنت  
عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - يُقَسِّمُ الْمَالَ بَيْنَ الْفُرُوعِ  
أَسْبَاعًا بِاعْتِبَارِ أَبْدَانِهِمْ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - يُقَسِّمُ  
الْمَالَ عَلَى أَعْلَى الْخِلَافِ، أَعْنِي فِي الْبَطْنِ الثَّانِي أَسْبَاعًا  
بِاعْتِبَارِ عَدَدِ الْفُرُوعِ فِي الْأُصُولِ، أَرْبَعَةُ أَسْبَاعٍ لِبَنَّتِي بِنْتِ ابْنِ الْبِنْتِ:  
نَصِيبُ جَدِّهِمَا، وَثَلَاثَةُ أَسْبَاعٍ، وَهُوَ نَصِيبُ الْبَنَّتَيْنِ يُقَسَّمُ عَلَى  
وَلَدَيْهِمَا أَعْنِي فِي الْبَطْنِ الثَّالِثِ أَنْصَافًا، نِصْفُهُ لِبِنْتِ ابْنِ بِنْتِ الْبِنْتِ:  
نَصِيبُ أَبِيهَا، وَالنِّصْفُ الْآخَرُ لِابْنِي بِنْتِ بِنْتِ الْبِنْتِ، نَصِيبُ أُمِّهِمَا،  
وَتَصِحُّ الْمَسْأَلَةُ مِنْ ثَمَانِيَةِ وَعِشْرِينَ.

ترجمہ: اور ایسے ہی امام محمد رحمۃ اللہ، اصول پر ترکہ تقسیم کرتے وقت اصل کی صفت (ذکور ت)

وانوشت) اور فروع کی تعداد کا لحاظ کرتے ہیں، جیسے: (مرنے کے بعد) کوئی شخص نواسی کے دونو اسوں، اور نواسی کی ایک پوتی اور نواسے کی دونو سیویں کو چھوڑے، ذیل کے نقشہ کے مطابق تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ترکہ صرف فروع کے درمیان ان کی تعداد کے اعتبار سے سات حصوں میں تقسیم ہوگا، اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ترکہ سب سے پہلے والے اختلافی بطن میں یعنی دوسرے بطن میں (ان کے) اصول میں فروع کی تعداد کے اعتبار سے سات حصوں میں تقسیم ہوگا، اس سات میں سے چار حصے نواسے کی دونوں نواسیوں کو، ان کے جد (نانا) کا حصہ ملے گا، اور سات میں سے تین حصے جو (دوسرے بطن کی) دونوں لڑکیوں کا حصہ ہے، ان دونوں (لڑکیوں) کی اولاد پر یعنی تیسرے بطن میں آدھا آدھا تقسیم ہوگا، آدھا نواسی کی پوتی کو، اس کے والد کا حصہ، اور آدھا نواسی کے دونوں نواسوں کو، ان کی والدہ کا حصہ ملے گا، اور مسئلے کی تصحیح ”۲۸“ سے ہوگی۔

توضیح و تشریح:

مصنف نے مذکورہ بالا عبارت میں اختلاف بطون کے ساتھ بعض اصول کی متعدد فروع کا حکم بیان فرمایا ہے کہ: اگر ذوی الارحام کے تذکیر و تانیث میں مختلف بطون ہوں اور ساتھ ہی بعض اصول کی متعدد فروع ہوں تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اختلافی بطن میں تقسیم ترکہ کے وقت اصول کی صفت ذکور و انوشت کے اختلاف کا بھی اعتبار کرتے ہیں، اور فروع کی تعداد کا بھی۔ مثلاً: زید کی تین لڑکیاں تھیں، پہلی لڑکی کی لڑکی (نواسی) کی لڑکی (پرنواسی) کے دو لڑکے ہیں (یہ فروع کا تعدد ہے) اور دوسری لڑکی کی لڑکی (نواسی) کے لڑکے (پرنواسے) کی ایک لڑکی ہے۔

اور تیسری لڑکی کے لڑکے (نواسے) کی لڑکی (پرنواسی) کی دولڑکیاں ہیں (یہ بھی فرع کا تعدد ہے) تو ترکہ پہلے بطن دوم میں تقسیم ہوگا (بطن اول میں صفت ذکورت و انوشت میں اختلاف نہ ہونے کی وجہ سے اس کو نظر انداز کر دیا جائے گا) اور چوں کہ پہلی لڑکی کی فرع میں دولڑکے ہیں اس لیے بطن دوم سوم میں (اس کے نیچے کی) لڑکیوں کو دو دو فرض کیا جائے گا۔

اسی طرح تیسری لڑکی کی فرع میں بھی دولڑکیاں ہیں، اسی لیے اس کے نیچے بطن دوم و سوم کے لڑکے اور لڑکی کو دو دو فرض کیا جائے گا، اور اولاً بطن دوم میں ترکہ تقسیم کیا جائے گا، پھر بطن سوم میں پھر بطن چہارم میں زندہ ورثاء کے درمیان تقسیم ہوگا۔  
تخریج مسئلہ اس طرح ہے:

| مسئلہ: $۲۸ = ۴ \times ۷$ |  |  |  | زید |
|--------------------------|--|--|--|-----|
| بطن اول:                 |  |  |  | بنت |
| بطن دوم:                 |  |  |  | بنت |
|                          |  |  |  | ابن |
|                          |  |  |  | ۲   |
|                          |  |  |  | ۱   |
|                          |  |  |  | ۴   |
|                          |  |  |  | ۱۶  |
|                          |  |  |  | ۱۲  |
| بطن سوم:                 |  |  |  | بنت |
| بطن چہارم:               |  |  |  | ابن |
|                          |  |  |  | بنت |
|                          |  |  |  | ابن |
|                          |  |  |  | ۳   |
|                          |  |  |  | ۳   |
|                          |  |  |  | ۶   |
|                          |  |  |  | ۸   |
|                          |  |  |  | ۸   |

وضاحت:

پہلی لڑکی کی فرع میں دولڑ کے ہیں، لہذا اوپر کی (اس کے نیچے کی) تمام مؤنثوں کو دو دو فرض کیا گیا، اور تیسری لڑکی کی فرع میں دولڑ کیاں ہیں اس لیے اوپر کی لڑکی اور لڑکے کو دو دو فرض کیا گیا، اور دوسری لڑکی کے نیچے ایک ہی لڑکی ہے، اس لیے اس میں کوئی تعدد نہیں، پھر پہلے بطن میں اختلاف نہ ہونے کی وجہ سے اسے چھوڑ دیا گیا، دوسرے بطن کے نمبر ایک کی بنت کو دو بنت فرض کیا گیا تھا، اور نمبر دو کی ایک بنت ہے، کل تین بنات ہونیں، اور دوسرے بطن کا ابن دو ابن کے قائم مقام ہے، اور دو ابن چار بنات کے قائم مقام ہوتے ہیں، اس طرح رؤس کی تعداد سات ہوگئی، اس لیے سات سے مسئلہ بنایا، اور دوسرے بطن میں لڑکے کو چار اور تینوں لڑکیوں کو مشترکہ طور پر (۳) دیا، پھر دونوں لڑکیوں کا علاحدہ گروپ بنایا، اور لڑکے کا علاحدہ، ان دونوں لڑکیوں کا مشترکہ حصہ تین ان کے فروع کو دیا گیا، ان دونوں کے فروع میں ایک ابن اور ایک بنت (دو بنت کے قائم مقام) ہے، عدد رؤس (۴) اور سہام (۳) میں بتابین کی نسبت ہے، اس لیے کل عدد رؤس (۴) کو اصل مسئلہ (۷) میں ضرب دیا، حاصل ضرب (۲۸) ہوا۔

حصہ دینے کے لیے لڑکیوں کے مشترکہ حصے (۳) کو مضروب (۴) میں ضرب دیا، حاصل ضرب (۱۲) میں سے چھ حصے تیسرے بطن کی لڑکی کو دیا، اس لیے کہ وہ دو لڑکیوں کے قائم مقام ہے، اور (۶) حصے لڑکے کو دیئے، پھر لڑکے والے حصے کو اس کی فرع بنت کو دیا، اور لڑکی والے حصے کو اس کی فرع دو ابن کو دیا۔

پھر بطن دوم کے لڑکے کے اصل مسئلہ سے ملے ہوئے حصے چار کو مضروب چار میں ضرب دیا، حاصل ضرب (۱۶) ہوا، یہی سولہ اس کی آخری فرع یعنی بطن چہارم والی دونوں لڑکیوں کو دیا گیا۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے مسلک کے مطابق صرف بطن چہارم میں تقسیم ہوگی، مسئلہ ”۷“ سے بنے گا دونوں لڑکوں کو دو دو اور ہر لڑکی کو ایک ایک ملے گا۔

وَقَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى أَشْهُرُ الرَّوَايَتَيْنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ فِي جَمِيعِ ذَوِي الْأَرْحَامِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى۔

ترجمہ: اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول، ذوی الارحام کے تمام مسئلوں میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے (مروی) دو روایتوں میں مشہور تر (روایت) ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔  
توضیح و تشریح:

مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے ذوی الارحام کے ابواب میں حنفیہ کے یہاں قول مفتی بہ کی وضاحت کی ہے، کہ ذوی الارحام میں امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ ہے، اور یہی امام ابو حنیفہؒ کی مشہور تر روایت بھی ہے۔

لیکن ائمہ بخاریؒ نے ذوی الارحام کے باب اور حیض کے مسائل میں امام ابو یوسفؒ کا مسلک اختیار کیا ہے، کیوں کہ امام ابو یوسفؒ کے مسلک کے مطابق تخریج آسان ہے۔ (۱)

(۱) وذكر بعضهم أن مشائخ بخارى أخذوا بقول أبي يوسف في مسائل ذوي الأرحام والحیض

لأنه أيسر على المفتي. (الشریفة: ۱۰۷)

## تعدد رشتہ کا اعتبار

فَصُلُّ: عُلَمَائُنَا - رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى - يَعْتَبِرُونَ الْجِهَاتِ فِي التَّوْرِيثِ  
غَيْرَ أَنَّ أَبَايُوسُفَ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - يَعْتَبِرُ الْجِهَاتِ فِي أَبْدَانِ  
الْفُرُوعِ وَمُحَمَّدًا - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - يَعْتَبِرُ الْجِهَاتِ فِي الْأُصُولِ  
كَمَا إِذَا تَرَكَ بِنْتِي بِنْتِ بِنْتٍ، وَهُمَا أَيْضًا بِنْتَا ابْنِ بِنْتٍ، وَابْنُ بِنْتٍ  
بِنْتٍ بِهَذِهِ الصُّورَةِ م

بنت بنت بنت

بنت ابن بنت

بنتي ابن

عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - يَكُونُ الْمَالُ بَيْنَهُمْ ثَلَاثًا، وَ  
صَارَ كَأَنَّهُ تَرَكَ أَرْبَعَ بَنَاتٍ وَابْنًا، ثَلَاثُهُ لِلْبَنَتَيْنِ وَثُلَاثُهُ لِلْإِبْنِ. وَعِنْدَ  
مُحَمَّدٍ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - يُقَسَّمُ الْمَالُ بَيْنَهُمْ عَلَى ثَمَانِيَةٍ وَعِشْرِينَ  
سَهْمًا، لِلْبَنَتَيْنِ إِثْنَانِ وَعِشْرُونَ سَهْمًا، سِتَّةَ عَشَرَ سَهْمًا مِنْ قَبْلِ  
أَبِيهِمَا، وَسِتَّةَ أَشْهُمٍ مِنْ قَبْلِ أُمِّهِمَا، وَلِلْإِبْنِ سِتَّةَ أَشْهُمٍ مِنْ قَبْلِ أُمِّهِ.

ترجمہ: ہمارے علمائے احناف (ذوی الارحام کو) وارث بنانے میں (رشتوں کی) جہت کا اعتبار کرتے ہیں مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ علیہ فروع کے عدد رؤس میں تعدد جہت کا اعتبار کرتے ہیں اور محمد رحمہ اللہ اصول (یعنی اوپر کے رشتوں) میں تعدد جہت کا اعتبار کرتے ہیں، جیسے کوئی شخص اپنی نواسی کی دو لڑکیاں چھوڑے؛ نیز یہی دو لڑکیاں اس کے نواسے کی لڑکیاں بھی ہوں اور (دوسری) نواسی کا ایک لڑکا (چھوڑے) ذیل کے اس نقشے کے مطابق۔ تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک ان میں ترکہ تین حصوں میں تقسیم ہوگا اور ایسا ہوگا جیسے کہ میت نے چار لڑکیاں اور ایک لڑکا چھوڑا ہو ترکہ کا دو ثلث دونوں لڑکیوں کو اور ایک ثلث لڑکے کو ملے گا۔

اور امام محمد رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک ترکہ ان کے درمیان اٹھائیس حصوں میں تقسیم ہوگا دونوں لڑکیوں کو بائیس حصے ملیں گے سولہ حصے ان کے والد کی جانب سے اور چھ حصے ان کی والدہ کی طرف سے اور لڑکے کو اس کی ماں کی جانب سے چھ حصے ملیں گے۔  
توضیح و تشریح: مصنف اس فصل میں تذکیر و تانیث کے اختلاف کے ساتھ رشتوں کے تعدد کا حکم بیان فرما رہے ہیں کہ اگر ذوی الارحام کے کئی بطون ہوں اور ان میں تذکیر و تانیث کے اختلاف کے ساتھ رشتہ میں بھی تعدد ہو یعنی کسی فرع کا رشتہ متعدد اصول سے ہو تو احناف ذوی الارحام کی توریث میں رشتہ کے تعدد کا بھی لحاظ کرتے ہیں۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تو ابدان فروع میں ہی قرابات کا اعتبار کرتے ہیں۔ اور امام محمد رحمہ اللہ اصل کی تعداد فرع کے اعتبار سے متعین کرتے ہیں۔ مثلاً: زید کی تین لڑکیاں تھیں پہلی کا ایک بیٹا تھا اور دوسری لڑکی کی ایک بیٹی تھی، دونوں خالہ زادوں کا نکاح ہوا ان سے



دو لڑکیاں: زینب اور رقیہ ہیں، اور تیسری لڑکی کی ایک بیٹی تھی اس کا ایک لڑکا ایوب ہے؛ پس امام ابو یوسف رحمہ اللہ زینب اور رقیہ کو دو دو لڑکیاں فرض کرتے ہیں، کیوں کہ ان کا رشتہ دو اصلوں (ماں اور باپ) سے ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ زینب اور رقیہ کے ماں اور باپ کو دو دو فرض کر کے میراث تقسیم کرتے ہیں۔ تخریج مسئلہ یہ ہے:

| مسئلہ: ۶            | (عند ابی یوسف) | وضاحت: امام ابو یوسف رحمہ اللہ صرف       |
|---------------------|----------------|--|
| بنت                 | بنت بنت        | تیسرے بطن میں ترکہ تقسیم کرتے ہیں؛ وہ    |
| ابن — (زوجین) — بنت | بنت            | زینب اور رقیہ کو دو دو لڑکیاں مانتے ہیں: |
| بنت                 | بنت ابن        | باپ اور ماں کے اعتبار سے پس کل چھ        |
| (زینب)              | (رقیہ) (ایوب)  | وارث ہوئے؛ لہذا چھ سے مسئلہ بنا: دو      |
| ۲                   | ۲ ۲            | زینب کو، دو رقیہ کو اور دو ایوب کو ملے۔  |

| مسئلہ: ۷ = ۴ × ۲۸        | (عند محمد)              |
|--------------------------|-------------------------|
| بنت                      | بنت                     |
| ابن — (زوجین) — بنت      | بنت                     |
| $\frac{۴ \times ۲۸}{۱۶}$ | $\frac{۴ \times ۳}{۱۲}$ |
| بنت                      | بنت                     |
| (زینب)                   | (رقیہ)                  |
| ۱۶                       | ۶                       |
| ۲۲ = ۱۶ + ۶              | ۱۱                      |

وضاحت:

اس مثال میں پہلے بطن میں کوئی اختلاف نہیں، دوسرے بطن میں دو بنت اور ایک ابن ہیں۔ ابن اور بنت زوجین ہیں، ان دونوں سے دو لڑکیاں پیدا ہوئی ہیں، ان دونوں لڑکیوں کی وجہ سے زوجین میں سے ہر ایک کو ڈبل فرض کیا گیا، (یعنی ایک ابن کو دو ابن اور ایک بنت کو دو بنت فرض کیا گیا) اور ایک ابن چوں کہ دو بنت کے قائم مقام ہوتا ہے، اس لیے دو ابن چار بنت کے قائم مقام ہو گئے، گویا دوسرے بطن میں سات لڑکیاں ہیں۔ اس لیے سات سے مسئلہ بنایا، چار حصے ایک ابن کو دیئے، اور تین حصے دونوں بنت کو مشترکہ طور پر دیئے۔ پھر دوسرے بطن والے ورثہ کے حصے تیسرے بطن میں منتقل کئے۔ زوجین کے حصے دونوں بنت کو ملے، اور نمبر تین والی بنت کا حصہ اس کے نیچے والے ابن کو ملا۔

تیسرے بطن کی دو بنت کو اس کے والد کا حصہ (۴) دیا تو کسر واقع نہیں ہوئی؛ لیکن دو بنت کا مشترکہ حصہ (۳) اس کی فرع دو بنت اور ایک ابن پر برابر برابر تقسیم نہیں ہوتا اس لیے کہ ایک ابن دو بنت کے قائم مقام ہوتا ہے تو گویا تیسرے بطن میں چار بنت ہو گئیں اس لیے عدد دروس چار کو اصل مسئلہ ”۷“ میں ضرب دیا گیا حاصل ضرب (۲۸) ہوا۔ اب دونوں بنت کو مشترکہ طور پر ملے ہوئے حصے (۳) کو مضروب (۴) میں ضرب دیا گیا حاصل ضرب (۱۲) میں سے (۶) تیسرے بطن والی دونوں لڑکیوں کو اور (۶) حصے تیسرے بطن والے ابن کو دیا گیا۔

دوسرے بطن کے نمبر ایک والے ابن کے حصے (۴) جو تیسرے بطن کی دونوں لڑکیوں کو منتقل کئے گئے تھے ان کو بھی مضروب (۴) میں ضرب دیا گیا حاصل ضرب (۱۶)

ہوا، یہ سولہ دونوں لڑکیوں کو ان کے والد کا حصہ دیا گیا؛ اب دونوں لڑکیوں کے حصے بائیس ہو گئے سولہ حصے ان کے والد کے طرف سے ملے اور چھ حصے ان کی والدہ کی طرف۔ اور تیسرے لڑکے کو صرف چھ اس کی والدہ والا حصہ ملا۔

فائدہ مہمہ:

ایک وارث ذی قرابۃ واحدۃ (ایک رشتہ والا) ہو اور دوسرا ذی قرابتین (دو رشتہ والا) ہو، تو ابدان فروغ میں حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک قرابات (رشتوں) کا اعتبار ہوگا یا نہیں اس سلسلے میں علما کے دو قول ہیں۔

قول اول: اہل خراسان و عراق:

ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ مطلقاً قرابات کا اعتبار نہیں کرتے ہیں، بل کہ ان کے نزدیک دو قرابتوں والا وارث بھی بجھتہ واحدۃ ہی وارث ہوتا ہے، کیوں کہ انہوں نے جدات میں قرابات کا اعتبار نہیں کیا ہے، جیسا کہ احوال جدہ میں گزر چکا ہے (۱)۔ اسی طرح ذوی الارحام میں بھی قرابات کا اعتبار نہیں کریں گے۔ (۲)

---

(۱) إذ كانت الجدة ذات قرابة واحدة كام أم الأب، و الأخرى ذات قرابتين أو أكثر، كام أم أم وهي أيضا أم الأب إلا بهذه الصورة يقسم السدس بينهما عند أبي يوسف أنصافاً باعتباراً لأبدان، وعند محمد أثلاثاً باعتبار الجهات. (السراجي: ص ۲۰)

(۲) وقد اختلف في قول أبي يوسف فأهل العراق والخراسان على أنه لا يعتبر الجهات بل يرث عنده ذوجتهين بجهة واحدة، كما هو مذهبه في الجدات على مامر بيانہ. (الشريفية: ص ۱۰۷)

قول ثانی: اہل ما واء النہر:

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ قرابات کا اعتبار کرتے ہیں لیکن ابدان فروع میں کرتے ہیں اور یہی قول صحیح ہے۔ (۱)

سوال: امام ابو یوسف جدات میں قرابت کا اعتبار کیوں نہیں کرتے، اور ذوی الارحام میں کیوں کرتے ہیں؟

جواب: جدات میں قرابت کا اعتبار نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جدات ذی فرض ہیں، اور تعدد قرب سے ان کا فرض نہیں بڑھتا، کیوں کہ ذی فرض میں جب تعدد راس کا اعتبار نہیں ہوتا، تو تعدد قرب کا اعتبار کیسے ہوگا، جیسے حنفی بھائی بہنوں کے حصہ ثلث کے سلسلہ میں ارشاد ہے: ”فإن كانوا أكثر من ذالك فهم شركاء في الثلث“ یعنی اخیانی بھائی بہن متعدد ہوں تو وہ ثلث میں شریک ہوں گے۔

اسی طرح متعدد بیویوں کے بارے میں ارشاد ہے ”ولهن الربع مما ترکتم“ اور ”فلهن الشمن مما ترکتم“ یعنی عدم اولاد کی صورت میں ربع اور وجود اولاد کی صورت میں شمن ملے گا خواہ یہ بیویاں متعدد ہوں؛ پس معلوم ہوا کہ جہاں تعدد راس کا اعتبار نہیں کیا گیا، جو ایک ظاہری شئی ہے تو تعدد قرب (جو ایک معنوی شئی ہے) کا اعتبار کیسے ہوگا۔ (۲)

(۱) وأهل ما وراء النهر على أنه يعتبر الجهات وهو الصحيح. (الشریفة: ص ۱۰۷)

(۲) والفرق بین ما نحن فیہ و بین الجدات ان الإستحقاق هناک بالفرضیة و بتعدد الجهات

لا تزاد فریضتھن. (الشریفة: ص ۱۰۷)

پھر امام ابو یوسفؒ ذوی الارحام میں قرابات کا اعتبار کیوں کرتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ذوی الارحام میں عصوبت کا معنی ہے، اور معنی عصوبت میں تعددِ قرب کا اعتبار ہوتا ہے، اور یہ اعتبار کبھی تو ترجیح کے لیے ہوتا ہے جیسے اخ عینی تعددِ قرب (اب، ام) کی وجہ سے اخ علیؒ پر مقدم ہے، اور کبھی استحقاق کے لیے جیسے اخ حنفی جب وہ ابن عم بھی ہو، اسی طرح ابن العم جب وہ زوج بھی ہو، تو استحقاق میں دونوں سبب کا اعتبار ہوگا۔ اور وہ اس طرح کہ ابن العم اگر اپنے اوپر والے عصبات کی موجودگی میں محبوب ہوگا، تو حنفی رشتہ یا رشتہٴ زوجیت کی وجہ سے اس کو ذی فرض مان کر اس کے لیے استحقاق کو ثابت کیا جائے گا۔ پس معلوم ہوا کہ اہل خراساں و عراق نے استحقاق بالفرض پر استحقاق بالعصوبت کو قیاس کیا ہے جو قیاس مع الفارق ہے؛ اسی وجہ سے قولِ ثانی ہی صحیح ہے۔ (۱)

---

(۱) وأما الإستحقاق ههنا فبمعنى العصبية فيقاس على الإستحقاق بحقيقة العصبية، وقد اعتبر فيها تعدد الجهات تارة للترجيح كالإخوة لأب وأم مع الإخوة لأب وأخرى للإستحقاق كالأخ لأب إذا كان ابن عم، وكذلك ابن العم إذا كان زوجاً فإنه يعتبر في الإستحقاق سببان معاً، وكذا في مانحن بصددہ يعتبر السببان جميعاً، لكن يعتبر تعدد الجهات في ابدان الفروع كما ذكرناه.

(الشريفة: ص ۱۰۷)

## ذوی الارحام کی دوسری صنف کا بیان

فَصُلِّ فِي الصَّنْفِ الثَّانِي: أَوْلَهُمْ بِالْمِيرَاثِ أَقْرَبُهُمْ إِلَى الْمَيِّتِ مِنْ أَيِّ جِهَةٍ كَانَ. وَعِنْدَ الْإِسْتِوَاءِ فَمَنْ كَانَ يُدْلَى بِوَارِثٍ فَهُوَ أَوْلَى. كَأَبِ أُمِّ الْأُمِّ أَوْلَى مِنْ أَبِ أُمِّ الْأُمِّ عِنْدَ أَبِي سُهَيْلٍ الْفَرَائِضِيِّ، وَأَبِي فَضْلِ الْخَصَّافِ، وَعَلِيِّ بْنِ عَيْسَى الْبَصْرِيِّ. وَلَا تَفْضِيلَ لَهُ عِنْدَ أَبِي سُلَيْمَانَ الْجُوزْجَانِيِّ، وَأَبِي عَلِيٍّ الْبُسْتِيِّ.

وَإِنْ اسْتَوَتْ مَنَازِلُهُمْ، وَلَيْسَ فِيهِمْ مَنْ يُدْلَى بِوَارِثٍ، أَوْ كَانَ كُلُّهُمْ يُدْلُونَ بِوَارِثٍ، وَاتَّفَقَتْ صِفَةُ مَنْ يُدْلُونَ بِهِمْ، وَاتَّحَدَتْ قَرَابَتُهُمْ، فَالْقِسْمَةُ حِينَئِذٍ عَلَى أَبْدَانِهِمْ. وَإِنْ اخْتَلَفَتْ صِفَةُ مَنْ يُدْلُونَ بِهِمْ يُقَسَّمُ الْمَالُ عَلَى أَوَّلِ بَطْنٍ اخْتَلَفَ كَمَا فِي الصَّنْفِ الْأَوَّلِ. وَإِنْ اخْتَلَفَتْ قَرَابَتُهُمْ فَالْثُلُثَانِ لِقَرَابَةِ الْأَبِ: وَهُوَ نَصِيبُ الْأَبِ، وَالثُّلُثُ لِقَرَابَةِ الْأُمِّ: وَهُوَ نَصِيبُ الْأُمِّ، ثُمَّ مَا أَصَابَ لِكُلِّ فَرِيقٍ يُقَسَّمُ بَيْنَهُمْ كَمَا لَوْ اتَّحَدَتْ قَرَابَتُهُمْ.

ترجمہ: (یہ) فصل ذوی الارحام کی دوسری قسم (کے بیان) میں ہے۔ ان میں میراث کے سب سے زیادہ لائق وہ ہیں جو رشتہ میں سب سے زیادہ قریب ہیں۔

اور (رشتہ میں) برابر ہونے کے وقت ترکہ کا زیادہ مستحق وہ ہوگا جو (میت سے) کسی وارث کے واسطے سے منسوب ہوتا ہو، جیسے: نانی کا باپ، نانا کے باپ سے ترکہ کا زیادہ مستحق ہے۔ ابو سہیل فراتسی، ابو فضل خفاف اور علی بن عیسیٰ بصری کے نزدیک، اور ابوسلیمان جوزجانی اور ابوعلی بستی کے نزدیک وارث کے واسطہ والے کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔

اور اگر ان کے درجہ برابر ہوں، اور ان میں کوئی بواسطہ وارث منسوب نہ ہو، یا سب وارث کے واسطے سے منسوب ہوں، اور واسطہ کی صفت (ذکورت و انوثت) بھی ایک ہو، اور ان کے رشتہ (بھی) ایک ہوں (یعنی سب ماں کے واسطے ہوں یا سب باپ کے واسطے سے ہوں) تو تقسیم اس وقت ان کے رؤس کے مطابق ہوگی۔

توضیح و تشریح: یہاں پانچ بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) صنف ثانی کے مصداق ذوی الارحام اور ان کی تعریف (۲) صنف ثانی میں جاری ہونے والے قواعد خمسہ مع امثلہ (۳) قاعدہ ثالثہ (منسوب بالوارث اولیٰ ہوگا) کے سلسلہ میں اختلاف ائمہ مع دلائل و وجہ ترجیح (۴) صنف ثانی سے متعلق چار اہم فائدے (۵) صنف ثانی سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب

بحث اول: صنفِ ثانی کے مصداق ذوی الارحام اور ان کی تعریف:

ذوی الارحام کی دوسری قسم اجداد فاسد اور جدات فاسدہ ہیں۔

جد فاسد: وہ مذکر اصل بعید ہے جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں مؤنث کا

واسطہ آئے جیسے میت کی ماں کا باپ (نانا) وإن علوا۔

اور جدہ فاسدہ: وہ مؤنث اصل بعید ہے جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں جد

فاسد کا واسطہ آئے جیسے میت کی ماں کے باپ (نانا) کی ماں، وإن علت۔ (۱)

بحث ثانی: صنفِ ثانی میں جاری ہونے والے قواعد خمسہ مع امثلہ:

قاعدہ اولیٰ: صنفِ ثانی کا کوئی ایک وارث ہوگا تو وہ کل مال کا مستحق ہوگا۔

| مسئلہ: ۲       | مسئلہ: ۱ |
|----------------|----------|
| زوج            | اب الام  |
| ۱              | ۱        |
| اب الام (نانا) | ۱        |
| ۱              | ۱        |

قاعدہ ثانیہ: دوسری قسم کے ذوی الارحام متعدد ہوں، اور عدم استواء میں ہوں

یعنی بعض رشتہ میں قریب اور بعض دور ہوں تو اقرب وارث ہوگا اور البعد محروم ہوگا، خواہ

سب باپ کے رشتہ کے ہوں یا ماں کے یا دونوں مخلوط ہوں، یا بعض منسوب بالوارث ہوں

اور بعض منسوب بغیر الوارث۔ مثلاً:

(۱) والثانی الذین ینتمی الیہم المیت، وهم الأجداد والجدات الساقطون والساقطات وإن علوا

أو علون. (کتاب المنہل الفاضل: ۵۹)



| مسئلہ: ۱      |            | مسئلہ: ۱      |            |
|---------------|------------|---------------|------------|
| اب ام ام الام | ام اب الام | اب ام ام الام | اب اب الام |
| ابعد مذکر     | اقرب مؤنث  | ابعد مذکر     | اقرب مذکر  |
| م             | ا          | م             | ا          |

قاعدہ ثالثہ: دوسری قسم کے ذوی الارحام متعدد ہوں، اور درجہ استواء میں ہوں، اور بعض کا رشتہ میت سے وارث کے واسطے سے ہو، اور بعض کا غیر وارث (ذوی الارحام) کے واسطے سے، تو منسوب بالوارث اولیٰ ہوگا منسوب بغیر الوارث سے۔ مثلاً:

| مسئلہ: ۱            |                       |
|---------------------|-----------------------|
| الام                | الام                  |
| ام (جدہ صحیحہ وارث) | اب (جد فاسد غیر وارث) |
| اب                  | اب                    |
| ا                   | م                     |

قاعدہ رابعہ: دوسری قسم کے ذوی الارحام متعدد ہوں، درجہ استواء میں ہوں، اور سارے وارث منسوب بالوارث ہوں یا منسوب بغیر الوارث ہوں تو ابتداءً دو صورتیں ہوں گی:

(۱) اتحاد قرابت: یعنی بطن اول میں صرف قرابت ابو یہ ہوں یا قرابت امویہ۔

(۲) اختلاف قرابت: یعنی بطن اول میں بعض قرابت ابو یہ سے متعلق ہوں اور بعض امویہ سے۔

| مسئلہ: ۳ |      |
|----------|------|
| الام     | الام |
| اب       | اب   |
| ام       | اب   |
| ۱        | ۲    |

اگر اتحاد قرابت ہے تو دیکھیں گے کہ آگے کے بطون صفت ذکورت و انوثت میں متفق ہیں یا مختلف، اگر متفق ہوں تو مسئلہ ابدانِ اصول بعیدہ سے بنے گا، یعنی ترکہ اصول بعیدہ کے رؤس کے اعتبار سے تقسیم ہوگا اور مذکر کو مونث کا دو گنا ملے گا۔ مثلاً:

| مسئلہ: ۳ |      |
|----------|------|
| الاب     | الاب |
| ام       | اب   |
| ام       | اب   |
| ام       | ام   |
| اب       | اب   |
| ۱        | ۲    |

اور اگر آگے کے بطون صفت ذکورت و انوثت میں مختلف ہوں، تو جہاں سب سے پہلا اختلاف ہوا ہے، وہاں ”لذکر مثل حظ الانثیین“ قاعدے کے مطابق تقسیم کر کے دونوں طائفے الگ الگ کر کے ہر ایک کا حصہ آگے منتقل کریں گے، اگر اصول بعیدہ کا عدد زائد ہو تو صفت اصول قریبہ سے لیں اور عدد اصول بعیدہ سے۔ مثلاً:

اصول بعیدہ کے عدد کے زائد ہونے کی مثال: مسئلہ:  $۵ \times ۳ = ۱۵$

|            |           |
|------------|-----------|
| الام       | الام      |
| ۱۲ = ۳ × ۴ | ۳ = ۳ × ۱ |
| اب         | اب        |
| ام         | اب        |
| ۸          | ۳         |

وضاحت: یہاں بطنِ ثانی میں اختلاف ہو گیا، سب سے پہلے اسی بطن میں تقسیم کریں گے، اب کی اصولِ بعیدہ زائد ہونے کی وجہ سے اسے دو شمار کریں گے، چنانچہ اسے (۴) حصے اور ام کو (۱) حصہ دیا گیا تو مخرج (۵) ہوا، اس کے بعد اب کی اصولِ بعیدہ میں تین حصوں کی ضرورت تھی تاکہ ایک ام کو اور دو اب کو دیئے جائیں جب کہ حصے چار ہیں اس لیے تین کو مضروب بنا کر مخرج مسئلہ ”۵“ میں ضرب دے کر تصحیح کی گئی تو حاصل ضرب پندرہ نکلا، پھر عدد مضروب (۳) سے ام کے حصے ایک میں ضرب دیا تو اس کا حصہ ۳ نکلا جو اصولِ بعیدہ اب میں منتقل کر دیا گیا، اور اب کے حصے (۴) میں (۳) سے ضرب دیا تو (۱۲) حصے نکلے، جو اصولِ بعیدہ ام کو (۴) اور اب کو (۸) للذکر مثل حظ الاثینین کی رعایت کرتے ہوئے دے دیا گیا۔

قاعدہ خامسہ: اگر اختلاف قرابت ہو (بطنِ اول میں بعض ابویہ اور بعض امویہ ہوں) تو ابویہ کو ثلثان اور امویہ کو ثلث دیں گے، بعد ازاں دیکھیں گے کہ درمیان کے وسائط میں صفت ذکورت و انوشت میں اتحاد ہے یا اختلاف؟ اگر اتحاد ہے تو حسب

| مسئلہ: ۴ |          |          | سابق مسئلہ ابدانِ اصولِ بعیدہ سے بنے گا اور اگر |
|----------|----------|----------|---|
| م        |          |          | اختلاف ہے تو حسبِ سابق اول بطن مختلف پر تقسیم   |
| زوجہ     | الام (۱) | الاب (۲) | کر کے ہر ایک کا حصہ بعد والوں کو منتقل          |
| ربع      | ام       | ام       | کر دیں گے، اگر اصولِ بعیدہ کا عدد زائد ہو تو    |
| ۱        | اب       | اب       | صفت اصولِ قریبہ سے لیں اور عددِ اصولِ بعیدہ     |
|          | ثلث      | ثلثان    | سے۔ مثلاً:                                      |
|          | ۱        | ۲        |   |

بحثِ ثالث: قاعدہ ثالثہ: (منسوب بالوارث اولی ہوگا) کے سلسلہ میں  
اختلاف ائمہ مع دلائل و وجہ ترجیح:

مصنف نے تیسرے قاعدہ میں یہ بات ذکر کی ہے کہ اگر ذوی الارحام کی صنفِ  
ثانی کے افراد متعدد ہوں اور درجہ استواء میں ہوں، اور بعض منسوب بالوارث ہوں اور  
بعض منسوب بغیر الوارث ہوں تو تو ریث کے سلسلہ میں دورائیں ہیں:

پہلی رائے: ابو سہیل فرائضی، ابو فضل خصاف اور علی بن عیسیٰ بصری کی ہے، کہ  
جس کا رشتہ وارث کے واسطہ سے ہوگا وہ اولی ہے، اور دوسرا محروم ہوگا۔ مثلاً:

| مسئلہ: ۱ |      | دلیل: منسوب بالوارث اقوی ہے منسوب بغیر           |
|----------|------|--|
| الام     | الام | الوارث سے، جیسے صنفِ اول میں ولد وارث کو اس      |
| ام       | اب   | کے قوی ہونے کی وجہ سے وارث بنایا گیا اور ولد غیر |
| اب       | اب   | وارث کو ضعیف ہونے کی وجہ سے محروم کر دیا گیا،    |
| ا        | م    | ایسے ہی یہاں صنفِ ثانی میں بھی منسوب بالوارث     |
|          |      | وارث ہوگا، اور منسوب بغیر الوارث محروم ہوگا۔ (۱) |

(۱) فمن كان يدلي إلى الميت بوارث منهم أولى، ممن لا يدلي إليه بوارث عند أبي سہیل  
الفرائضی و أبي فضل الخصاف و علي بن عيسى البصري، فعندهم يكون أب أم الأم أولى من أب  
أب الأم لأنهما تساويا في الدرجة، لكن الأول يدلي بوارث هو الجدة الصحيحة أعني أم الأم،  
والثاني يدلي بغیر وارث هو جد فاسد أعني أب الأم، الذي لا يرث مع أم الأم فكانت أم الأم أقوى  
فأبوها أولى. (الشریفة: ص ۱۰۹)

دوسری رائے: ابوسلیمان جوزجائی، ابوعلی بستی کی ہے: یہ حضرات فرماتے ہیں کہ منسوب بالوارث اور بغیر الوارث دونوں میراث پانے میں یکساں ہیں، ان پر مال اثلاثاً (تین حصوں) تقسیم ہوگا، دوثلث اب اب الام کو اور ایک ثلث اب ام الام کو ملے گا۔ اس لیے کہ تقسیم میں اس بطن کا اعتبار ہوتا ہے جہاں پہلا اختلاف ہوا ہے، پھر اس بطن سے مال نیچے منتقل ہوگا، اس معنی کا اعتبار اسی وقت ممکن ہے جب منسوب بالوارث کا اعتبار نہ کیا جائے؛ کیوں کہ جد فاسد، جدہ صحیحہ کے ساتھ وارث نہیں ہوتا، اور بطن ثانی میں یہ دونوں جمع ہو گئے ہیں اور وہیں ذکورت و انوشت کا بھی اختلاف ہوا ہے اسی لیے نانی کے باپ کو ایک حصہ، اور نانا کے باپ کو دو حصہ ملا۔ یہی رائے رائج ہے۔

### وجہ ترجیح:

جد فاسد اور جدہ فاسدہ میں ادلاء بالوارث (کسی وارث کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہونا) کے ذریعہ ترجیح دینے سے ایک بڑی خرابی لازم آتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ متبوع کا تابع ہونا لازم آتا ہے جو خلاف معقول ہے، جیسے اب ام الام میں اگر ام الام (وارث) کے ذریعہ اب کو میت کی طرف منسوب کیا گیا تو اب باوجود متبوع (اصل) ہونے کے اپنے تابع ام الام کا تابع ہوگا۔

برخلاف اولاد یعنی صنف اول میں کہ ذی واسطہ اگرچہ وجود کے اعتبار سے تابع ہے، لیکن وہ حکماً اپنے متبوع واسطہ سے اقویٰ ہے، جیسے رشتہ بنوّت کا رشتہ ابوّت پر مقدم ہونا؛ کیوں کہ متبوع کبھی کبھی تابع کی وجہ سے ساقط بھی ہو جاتا ہے۔ جیسے: بنت بنت الابن

(پوتی کی لڑکی) میں بنت تابع ہے اور بنت الابن (پوتی) متبوع ہے، اگر یہی بنت (تابع) صفتِ بنتیہ کے اعتبار سے متعدد ہو کر آجائے تو وہ بنت الابن کو ساقط کر دیتی ہے۔  
 برخلاف صنفِ ثانی کہ وہاں کا متبوع (اب) اپنے تابع (اُم الام) کو کبھی بھی ساقط نہیں کرتا ہے، بل کہ خود ام الام کی موجودگی میں ساقط ہو جاتا ہے؛ پس معلوم ہو گیا کہ قوت کا اعتبار حکم شرعی میں ہوتا ہے وجود میں نہیں۔ (۱)

(۱) ولا تفضیل له أي لمن یدلی بوارث علی من لا یدلی به عند أبي سليمان الجوزجاني و أبي علي البستي، ففي الصورة المذكورة يقسم المال عندهما أثلاثاً، ثلثاه لأب أب الأم وثلثه لأب أم الأم، وعلل ذلك بان الترجيح في الأجداد والجندات الفاسدات بالادلاء بوارث يؤدي إلى جعل المتبوع، وهو الجد أو الجدة تابعاً لتابعه، وهو خلاف المعقول، وليس يلزم مثل ذلك في الأولاد فافترقا. (الشریفة: ص ۱۰۹)

ولا تفضیل له أي لمن یدلی بوارث علی من لا یدلی به قال في رد المحتار هو الأصح كما في الاختیار وسكب الانهر وغيرهما، وفي روح الشروح ان الروایات شاهدة علیه فعند أبي سليمان وأبي علي البستي في الصورة المذكورة يكون المال بينهما أثلاثاً، ثلثاه لأب أب الأم، وثلثه لأب أم الأم، لأن الاعتبار في القسمة لأول بطن يقع فيه الخلاف، ثم ينتقل نصيب كل إلى من یدلی به كذا قيل، وفيه أن الجد الفاسد لا يرث مع الجدة الصحيحة، وقال صدر الشهيد في فتاواه لأن الاجداد الفواسد لا يرجع بكونه مدلیا الى المیت بوارث، بخلاف الأولاد وذكر الغزنوی فرقا بينهما فقال لو قلنا بالترجیح لا دى ذلك إلى جعل المتبوع تبعاً لتبعه، وأنه خلاف المعقول ومثل هذا لا يلزم في الأولاد، وفيه ان الواسطة وان كانت تبعاً وجوداً، لكنها أقوى من متبوعه حكماً، ألا يرى ان المتبوع يسقط بها، والعبرة بالقوة في الحكم الشرعی لافى الوجود. (حاشیہ: سراجی:

بحثِ رابع: صنف ثانی سے متعلق چار اہم فائدے:

فائدہ اولیٰ: تیسرے قاعدے سے متعلق ایک تحقیق: سراجی میں مصنف نے تیسرے قاعدے کے بعد اتحاد و اختلاف قرابت کا اضافہ کیا ہے، بعض محققین کا کہنا ہے کہ چونکہ اتحاد قرابت، اتحادِ صفت میں داخل ہے، لہذا جمیع کتب میں اس موقع پر مندرج تفصیل محض تطویل لا طائل ہے، اس مسامحہ کا منشا یہ ہے کہ قسم رابع کی اولاد (جس کو مصنف نے فصل فی اولادہم میں بیان کیا ہے) میں یہ تفصیل ضروری ہے، تو جملہ مصنفین کو اس سے دھوکہ لگا اور اشتباہ میں پڑ کر وہ تفصیل یہاں بھی درج کر دی۔ (۱)

فائدہ ثانیہ: تیسرا اور چوتھا قاعدہ میں امام ابو یوسفؒ کے اختلاف کی وجہ:

تیسرے اور چوتھے قاعدہ میں اختلاف بطون کا اعتبار کرتے ہوئے مال کو جہاں پہلا اختلاف ہوا تھا ”لذکر مثل حظ الانثیین“ قاعدہ کی روشنی میں تقسیم کیا گیا تھا۔ امام ابو یوسفؒ بھی اس اختلاف بطون کا اعتبار کرتے ہیں، جب کہ صنف اول میں انہوں نے اس کا اعتبار نہیں کیا تھا، کیوں کہ بنظر عمیق دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صنف اول و ثانی کے درمیان لطیف فرق ہے، جس کا ذکر ابھی اوپر ابو سلیمان جوزجانی کی وجہ ترجیح میں ہوا، اسی وجہ سے امام ابو یوسفؒ کے مذہب میں بھی فرق ظاہر ہوا۔ (۲)

(۱) قانون وراثت: ص ۹۳ (۲) وقد اعتبر أبو يوسف هنا اختلاف البطون، وان لم يعتبره في الصنف الأول والفرق له في المطولات. (رد المحتار ۱۰/۵۵۰)

فائدہ: باید دانست کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اینجا بخلاف صنف اول اختلاف بطون را مابعد امام محمد رحمہ اللہ اعتباری کنند، زیرا کہ اگر بنظر عمیق و تام توجہ کردہ شود فوراً فہم فی رسد کہ میان این باب و صنف اول فرق عمیق موجود است زیرا کہ اکثر معاملہ شان باہم دیگر متعارض و متباہن اند۔ (نوشتہ ناجی شرح سراجی: ۳۰۳)

فائدہ ثالثہ: اجدادِ فاسد و جداتِ فاسدہ چار صورتوں میں منحصر ہیں:

جد فاسد کی تعریف: وہ مذکر اصل بعید ہے جس کی نسبت میت سے جوڑنے میں ماں کا واسطہ آئے، جیسے: اب الام (نانا)۔ (۱)

جدہ فاسدہ کی تعریف: وہ مؤنث اصل بعید ہے جس کی نسبت میت سے جوڑنے میں جد فاسد کا واسطہ آئے، جیسے: ام اب الام (نانا کی ماں)۔ (۲)

جد فاسد و جدہ فاسدہ کی تعریف سے دونوں کی چار صورتیں بنتی ہیں:

(۱) اب الام (نانا) (۲) اب ام الاب (دادی کا باپ)

(۳) ام اب الام (نانا کی ماں) (۴) ام اب ام الاب (دادی کے باپ کی ماں)

فائدہ رابعہ: صنفِ ثانی کے قواعدِ خمسہ کا خلاصہ:

ذوی الارحام کی دوسری قسم کے افراد حالتِ توحید میں ہوں گے یا تعدد میں (پہلا قاعدہ) تو حد کی صورت میں کل مال کے مستحق ہوں گے۔ تعدد کی صورت میں درجہ استواء کی صورت ہوگی یا عدم استواء کی (دوسرا قاعدہ) عدم استواء کی صورت میں اقرب وارث ہوگا، اور البعد محروم ہوگا۔

(۱) الفاصل بین الجد الصحيح والفاسد أن الصحيح هو الذي لم يتخلل في نسبته إلى الميت أم وإن تخلل في نسبته إلى الميت أم فهو فاسد. (البحر الرائق: ۳۶۸/۹)

(۲) والفاسدة من تخلل في نسبتها ذكر و ذلك جد فاسد فمن يدلى به يكون فاسدًا ذكرًا كان أو أنثى. (البحر الرائق: ۳۷۱/۹)



اس صورت میں اقرب کی پانچ حالتیں ہوں گی:

(۱) اقرب مذکر ہوگا۔ جیسے:

(۲) اقرب مؤنث ہوگا۔ جیسے:

| مسئلہ: ۱         | مسئلہ: ۱         |
|------------------|------------------|
| م                | م                |
| اب اب الام       | اب ام ام الام    |
| اقرب من جهة الاب | اقرب من جهة الام |
| ۱                | ۱                |

(۳) سارے ذوی الارحام منسوب بالوارث ہوں گے۔ جیسے:

| مسئلہ: ۱          | مسئلہ: ۱          |
|-------------------|-------------------|
| م                 | م                 |
| اب الام           | اب ام الام        |
| اقرب مدلی بالوارث | ابعد مدلی بالوارث |
| اعنی الام         | اعنی ام الام      |
| ۱                 | م                 |

(۴) بعض منسوب بالوارث اور بعض منسوب بغیر الوارث ہوں گے اور ان میں

سے اقرب منسوب بالوارث ہوگا۔ جیسے:

| مسئلہ: ۱          | مسئلہ: ۱              |
|-------------------|-----------------------|
| م                 | م                     |
| اب ام الام        | اب اب اب الام         |
| اقرب مدلی بالوارث | ابعد مدلی بغیر الوارث |
| اعنی ام الام      | اعنی اب الام          |
| ۱                 | م                     |

(۵) منسوب بالوارث و بغیر الوارث کی صورت میں اقرب منسوب بغیر الوارث

ہوگا۔ جیسے:

مسئلہ: ۱

|                                    |                                   |
|------------------------------------|-----------------------------------|
| ام اب الام                         | اب ام اب الاب                     |
| اقرب مدلی بغیر الوارث اعنی اب الام | ابعد مدلی بالوارث اعنی ام اب الاب |

م

ا

درجہ استواء کی صورت میں دیکھیں گے تو تین صورتیں بنیں گی:

(۱) کل منسوب بالوارث ہوں، (۲) کل منسوب بغیر الوارث ہوں۔

(۳) بعض منسوب بالوارث اور بعض منسوب بغیر الوارث ہوں

تیسرا قاعدہ: تیسری صورت میں قول صحیح کے مطابق دونوں کو وارث بنایا جائے گا۔ اور اول الذکر دونوں صورتوں میں دیکھیں گے کہ اتحاد قرابت ہے یا اختلاف قرابت پھر ان دونوں میں سے ہر ایک کی تین صورتیں ہوں گی۔

چوتھا قاعدہ: اتحاد قرابت کی تین صورتیں:

(۱) اتحاد قرابت مع اتحاد صفت و تَوْحُّدِ اصول بعیدہ مسئلہ ابدان اصول بعیدہ سے

مسئلہ: ۳

بنے گا: جیسے:

|            |            |
|------------|------------|
| اب اب الام | ام اب الام |
|------------|------------|

۱

۲

(۲) اتحاد قرابت و اختلاف صفت و توحید اصول بعیدہ، اول بطن مختلف پر مال

تقسیم ہو کر آگے منتقل ہوگا۔ جیسے:

| مسئلہ: ۳ |        |
|----------|--------|
| الام     | الام   |
| ام (۱)   | اب (۲) |
| اب       | اب     |
| ۱        | ۲      |

(۳) اتحاد قرابت مع اختلاف صفت مع تعدد اصول بعیدہ، صفت اصول قریبہ

سے لیں، اور عدد اصول بعیدہ سے اور مال اول بطن مختلف پر تقسیم کر کے آگے منتقل کریں۔

جیسے: مسئلہ:  $۱۵ = ۳ \times ۵$  اختلاف صفت کی مثال

| الام                | الام                   |
|---------------------|------------------------|
| ام $۳ = ۳ \times ۱$ | اب $(۳ \times ۳ = ۱۲)$ |
| اب                  | اب                     |
| اب                  | ام                     |
| ۳                   | ۲                      |
|                     | ۸                      |

پانچواں قاعدہ: اختلاف قرابت کی تین صورتیں ہیں:

(۱) اختلاف قرابت مع اتحاد صفت و توحید اصول بعیدہ، مسئلہ ابدان اصول بعیدہ

سے بنے گا، ابو یہ کو ثلثان اور امویہ کو ثلث ملے گا۔ جیسے:

مسئلہ: ۳

|            |            |
|------------|------------|
| اب ام الام | اب ام الاب |
| ثلثان      | ثلث        |
| ۲          | ۱          |

مسئلہ: ۳

|        |        |
|--------|--------|
| الام   | الاب   |
| اب (۱) | ام (۲) |
| ام     | اب     |
| ۱      | ۲      |

(۲) اختلاف قرابت مع

اختلاف صفت وتوحد اصول بعیدہ، اول  
بطن مختلف پر حسب سابق مال تقسیم کر کے  
آگے منتقل کریں۔ جیسے:

(۳) اختلاف قرابت مع اختلاف صفت وتعدد اصول بعیدہ۔ جیسے:

مسئلہ: ۳×۳=۹

الاب (۶=۳×۲)

الام (۳=۳×۱)

|    |    |
|----|----|
| ام | اب |
| اب | اب |
| ام | اب |
| ۲  | ۳  |

بحثِ خامس: صنفِ ثانی سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب:

انور خان کا انتقال ہوا، اور انہوں نے اپنے پسماندگان میں بیوی، نانی کا باپ اور دادی کا باپ چھوڑا، اب انور خان کا ترکہ ان وارثین کے درمیان کیسے تقسیم ہوگا؟  
الجواب وباللہ التوفیق!

انور خان کے کل متروکہ جائیداد کو شرعاً چار حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، اور اس میں سے بیوی کو ایک حصہ (۱) اور نانی کے باپ کو ایک حصہ، اور نانا کے باپ کو دو حصے دیئے جائیں گے، کیوں کہ نانی کا باپ قرابتِ اُمویہ سے متعلق ہے، اور نانا کا باپ قرابتِ ابوہ سے، اور ابوہ کو دو ثلث ملتا ہے، اور اُمویہ کو ایک ثلث۔ (۲)

مسئلہ: ۴

|      |      |      |
|------|------|------|
| م    |      |      |
| زوجہ | الام | الاب |
| ربع  | ام   | ام   |
| ۱    | اب   | اب   |
|      | ۱    | ۲    |

والحجة على ما قلنا!

(۱) ما في رد المحتار: قال الشامي تحت قوله (فياخذ المنفرد) أي الواحد منهم من أي صنف

كان جميع المال، أو ما بقي بعد فرض أحد الزوجين. (۵۴۷/۱۰، باب ذوی الأرحام)

(۲) ما في السراجي في الميراث: وإن اختلفت قرابتهم فالثلثان لقرابة الأب وهو نصيب الأب،

والثلث لقرابة الأم وهو نصيب الأم. (ص ۶۷، فصل في الصنف الثاني) واللہ أعلم بالصواب!

## ذوى الارحام كى تيسرى قسم كا بيان

فَصْلٌ: فِي الصَّنْفِ الثَّالِثِ: الْحُكْمُ فِيهِ كَالْحُكْمِ فِي الصَّنْفِ الْأَوَّلِ، أَعْنَى أَوْلَهُمْ بِالْمِيرَاثِ أَقْرَبُهُمْ إِلَى الْمَيِّتِ. وَإِنْ اسْتَوَوْا فِي الْقُرْبِ، فَوَلَدُ الْعَصْبَةِ أَوْلَى مِنْ وَلَدِ ذَوِي الْأَرْحَامِ. كَبِنْتُ ابْنِ الْأَخِ وَابْنِ بِنْتِ الْأُخْتِ، كِلَاهُمَا لِأَبٍ وَأُمٍّ، أَوْ لِأَبٍ، أَوْ أَحَدُهُمَا لِأَبٍ وَأُمٍّ، وَالْآخَرُ لِأَبٍ، أَلْمَالُ كُلُّهُ لِبِنْتِ ابْنِ الْأَخِ، لِأَنَّهَا وَلَدُ الْعَصْبَةِ. وَلَوْ كَانَا لِأُمٍّ، أَلْمَالُ بَيْنَهُمَا لِلَّذِي كَرِمْتُهُ حَظُّ الْأُنثَى عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ (رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى) بِإِعْتِبَارِ الْأُبْدَانِ. وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ (رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى) أَلْمَالُ بَيْنَهُمَا أَنْصَافًا بِإِعْتِبَارِ الْأُصُولِ بِهَذِهِ الصُّورَةِ. وَإِنْ اسْتَوَوْا فِي الْقُرْبِ، وَلَيْسَ فِيهِمْ وَلَدُ عَصْبَةٍ، أَوْ كَانَ كُلُّهُمْ أَوْلَادُ الْعَصَبَاتِ، أَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ أَوْلَادُ الْعَصَبَاتِ، وَبَعْضُهُمْ أَوْلَادُ أَصْحَابِ الْفَرَائِضِ، فَأَبُو يُوسُفَ يَعْتَبِرُ الْأَقْوَى. وَ مُحَمَّدٌ يُقَسِّمُ أَلْمَالُ عَلَى الْإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ مَعَ إِعْتِبَارِ عَدَدِ الْفُرُوعِ وَالْجِهَاتِ فِي الْأُصُولِ. فَمَا أَصَابَ كُلُّ فَرِيقٍ يُقَسِّمُ بَيْنَ فُرُوعِهِمْ كَمَا فِي الصَّنْفِ الْأَوَّلِ. كَمَا إِذَا تَرَكَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ إِخْوَةً مُتَفَرِّقِينَ، وَثَلَاثَةَ بَنِينَ، وَثَلَاثَ بَنَاتٍ أَخَوَاتٍ مُتَفَرِّقَاتٍ بِهَذِهِ الصُّورَةِ. عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ يُقَسِّمُ كُلُّ أَلْمَالِ بَيْنَ فُرُوعِ بَنِي الْأَعْيَانِ ثُمَّ بَيْنَ فُرُوعِ بَنِي الْعَلَاتِ، ثُمَّ بَيْنَ فُرُوعِ بَنِي

الْأَخْيَافِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ أَرْبَاعًا بِإِعْتِبَارِ الْأُبْدَانِ. وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ يُقْسَمُ ثُلُثُ الْمَالِ بَيْنَ فُرُوعِ بَنِي الْأَخْيَافِ عَلَى السَّوِيَّةِ ثَلَاثًا، لِإِسْتِوَاءِ أَصُولِهِمْ فِي الْقِسْمَةِ، وَالْبَاقِي بَيْنَ فُرُوعِ بَنِي الْأَعْيَانِ أَنْصَافًا لِإِعْتِبَارِ عَدَدِ الْفُرُوعِ فِي الْأُصُولِ، نِصْفُهُ لِبْنَتِ الْأَخِ نَصِيبُ أَبِيهَا، وَالنِّصْفُ الْآخَرُ بَيْنَ وَلَدِي الْأُخْتِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ بِإِعْتِبَارِ الْأُبْدَانِ، وَتَصِحُّ مِنْ تِسْعَةٍ. وَلَوْ تَرَكَ ثَلَاثَ بَنَاتِ بَنِي إِخْوَةٍ مُتَفَرِّقِينَ بِهَذِهِ الصُّورَةِ. الْمَالُ كُلُّهُ لِبْنَتِ ابْنِ الْأَخِ لِأَبٍ وَأُمٍّ بِالِاتِّفَاقِ، لِأَنَّهَا وَلَدُ الْعَصْبَةِ وَلَهَا أَيْضًا قُوَّةُ الْقَرَابَةِ.

ترجمہ: یہ فصل ذوی الارحام کی تیسری قسم کے بیان میں ہے۔ ان کا حکم بھی پہلی قسم کی طرح ہے، یعنی ان میں میراث کا زیادہ حقدار وہ ہے جو میت سے زیادہ قریب ہو، اور اگر قرب (درجہ) میں سب برابر ہوں تو عصبہ کی اولاد ذوی الارحام کی اولاد سے (ترکہ کی) زیادہ مستحق ہوگی۔ جیسے بھتیجے کی لڑکی اور بھانجی کا لڑکا، دونوں حقیقی ہوں، یا علاقائی یا ان دونوں میں سے ایک حقیقی ہو اور دوسرا علاقائی، تو پورا ترکہ بھتیجے کی لڑکی کا ہوگا۔ اس لیے کہ وہ عصبہ کی اولاد ہے، اور اگر دونوں (بھتیجے کی لڑکی اور بھانجی کا لڑکا) اخیانی ہوں تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک رؤس کے اعتبار سے ان کے درمیان ترکہ مذکور کو دو مؤنث کے حصوں کے برابر (تقسیم ہوگا)۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک ترکہ ان کے مابین اصول کے اعتبار سے آدھا آدھا (تقسیم ہوگا) اس نقشہ کے مطابق۔

اور اگر قرب (درجہ) میں سب برابر ہوں اور ان میں کوئی عصبہ کی اولاد نہ ہو، یا سب عصبہ کی اولاد ہوں، یا بعض عصبہ کی اور بعض ذوی الفروض کی اولاد ہوں، تو امام ابو یوسفؒ

اقویٰ کا اعتبار کرتے ہیں۔ اور امام محمدؒ اصول میں فروع کی تعداد اور رشتوں کی جہت کے اعتبار سے (اولاً) بھائی بہنوں پر ترکہ تقسیم کرتے ہیں، پھر ہر فریق کو جو ملتا ہے اس کو ان کے فروع کے مابین تقسیم کرتے ہیں، جیسا کہ پہلی قسم میں کرتے ہیں، جیسے جب میت نے متفرق (یعنی حقیقی علاقائی اور اخائی) بھائیوں کی تین لڑکیاں اور متفرق (حقیقی، علاقائی اور اخائی) بہنوں کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں چھوڑی ہوں، ذیل کے نقشہ کے مطابق تو امام ابو یوسف کے نزدیک سارا ترکہ رؤس کے اعتبار سے مذکر کے لیے دو مؤنث کے حصوں کے برابر چار حصوں میں حقیقی بھائی بہنوں کی اولاد کے درمیان تقسیم ہوگا، پھر (حقیقی کی عدم موجودگی میں) علاقائی بھائی بہنوں کی اولاد کے درمیان، پھر (علاقائی کی عدم موجودگی میں) اخائی بھائی بہنوں کے اولاد کے درمیان۔

اور امام محمدؒ کے نزدیک ترکہ کا ثلث اخائی بھائی بہنوں کی اولاد کے درمیان ان کے اصول کے برابر ہونے کی وجہ سے تین حصوں میں تقسیم ہوگا، اور باقی (دو ثلث) حقیقی بھائی بہنوں کی اولاد کے درمیان اصول میں فروع کی تعداد کے لحاظ سے آدھا آدھا تقسیم ہوگا، اس کا آدھا بھتیجی کو اس کے والد کا حصہ ملے گا، اور دوسرا آدھا آدھا بھانجے اور بھانجی کے درمیان رؤس کے اعتبار سے مذکر کے لیے دو مؤنث کے حصوں کے برابر (تقسیم ہوگا) اور صحیح نو سے ہوگی، اور اگر مختلف قسم کے (یعنی حقیقی، علاقائی اور اخائی) بھتیجوں کی لڑکیاں چھوڑیں، ذیل کے نقشہ کے مطابق تو بالاتفاق سارا ترکہ حقیقی بھتیجے کی لڑکی کا ہوگا، اس لیے کہ وہ عصبہ کی اولاد ہے، اور اس لیے بھی کہ اس کو رشتے کی قوت حاصل ہے۔



توضیح و تشریح: یہاں چھ بحثیں ذکر کی جائے گی:

(۱) ذوی الارحام کے صنفِ ثالث کے مصداق (۲) صنفِ ثالث کے قواعد  
اربعہ مع امثلہ (۳) قاعدہ رابعہ پر سراجی کی ایک مثال کی وضاحت (۴) ایک اہم مسئلہ کی  
وضاحت (۵) دواہم فائدے (۶) صنفِ ثالث سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا  
جواب

بحث اول: ذوی الارحام کے صنفِ ثالث کے مصداق:

صنفِ ثالث کے تحت اولاد الاخوات مطلقاً (تینوں قسم کے بھانجے بھانجیاں)  
بنات الاخوة مطلقاً (تینوں قسم کی بھتیجیاں) بنو الاخوة لام (حنفی بھتیجا) آتے ہیں، جو کل دس  
افراد ہوتے ہیں: (۱) حقیقی بھائی کی لڑکی (۲) علاقائی بھائی کی لڑکی (۳) اخیانی بھائی کی  
لڑکی (۴) حقیقی بہن کا لڑکا (۵) حقیقی بہن کی لڑکی (۶) علاقائی بہن کا لڑکا (۷) علاقائی بہن  
کی لڑکی (۸) اخیانی بہن کا لڑکا (۹) اخیانی بہن کی لڑکی (۱۰) اخیانی بھائی کا لڑکا۔

بحث ثانی: صنفِ ثالث کے قواعد اربعہ مع امثلہ:

قاعدہ اولی: صنفِ ثالث میں سے اگر کوئی تنہا ہو، تو وہ کل مال کا مستحق ہوگا۔ مثلاً:

| مسئلہ: ۱       | مسئلہ: ۱      | مسئلہ: ۱ |
|----------------|---------------|----------|
| الاخت (ع/عل/خ) | الاخ (ع/عل/خ) | الاخ (خ) |
| ابن/بنت        | بنت           | ابن      |
| ۱              | ۱             | ۱        |

| مسئلہ: ۱      |      | قاعدہ ثانیہ: تیسری قسم کے ذوی        |
|---------------|------|--------------------------------------|
| الاخت (بھائی) | الاخ | الارحام متعدد ہوں، اور عدم استواء    |
| بنت           | بنت  | میں ہوں، یعنی ایک اقرب ہو، اور       |
| بنت           | ۱    | دوسرا بعد ہو، تو اقرب وارث ہوگا، اور |
| م             |      | بعد محروم ہوگا۔ مثلاً:               |

قاعدہ ثالثہ: تیسری قسم کے ذوی الارحام متعدد ہونے کے ساتھ درجہ استواء میں ہوں، اور بعض ولد عصبہ ہوں، اور بعض ولد غیر عصبہ ہوں، تو عصبہ کی اولاد وارث ہوگی، اور غیر عصبہ کی اولاد محروم ہوگی، خواہ سب کے سب عینی ہوں یا علاقائی، یا ان میں سے ایک عینی ہو، اور دوسرا علاقائی۔

دونوں کے عینی یا علاقائی ہونے کی مثال: بعض عینی اور بعض علاقائی کی مثال:

| مسئلہ: ۱    |           | مسئلہ: ۱     |             |
|-------------|-----------|--------------|-------------|
| الاخت (ع/ع) | الاخ (عل) | الاخت (ع/عل) | الاخ (ع/عل) |
| ابن         | ابن       | بنت          | بنت         |
| بنت         | ابن       | ابن          | بنت         |
| ولد وارث    | ولد وارث  | ولد غیر وارث | ولد وارث    |
| ۱           | ۱         | م            | ۱           |

قاعدہ رابعہ: اگر تیسری قسم کے ذوی الارحام متعدد ہوں، اور درجہ استواء میں ہوں، اور کل ولد وارث ہوں یا کل ولد غیر وارث، تو صاحبین میں اختلاف ہے۔

امام ابو یوسفؒ: فروع پر قوت قرابت کا لحاظ کر کے ترکہ تقسیم کرتے ہیں، اقویٰ کو وراثت بناتے ہیں، اور اضعف کو محروم کرتے ہیں، یعنی حقیقی بھائی بہن کی فرع کو علاتی اور اخیانی کی اولاد پر ترجیح دیتے ہیں، اس لیے کہ حقیقی کا رشتہ دوہرا ہے، اور علاتی اور اخیانی کا اکہرا۔ اسی طرح علاتی بھائی بہن کی اولاد کو اخیانی بھائی بہن کی اولاد پر ترجیح دیتے ہیں، اس لیے کہ علاتی کا رشتہ باپ سے ہے، اور اخیانی کا ماں سے، اور باپ کا رشتہ ماں کے رشتہ سے قوی ہے۔

اور حضرت امام محمدؒ: قوت قرابت کا لحاظ نہیں کرتے، البتہ ترکہ پہلے اصول پر صفت ذکور و انوثت کا لحاظ کر کے تقسیم کرتے ہیں، اور فروع کی تعداد بھی اصول میں ملحوظ رکھتے ہیں، یعنی اگر ایک اصول کی متعدد فروع ہیں، تو وہ اصل کو بقدر فروع فرض کر کے ترکہ تقسیم کرتے ہیں، جیسا کہ ذوی الارحام کی پہلی قسم میں کرتے ہیں، اور رائج اور مفتی بہ قول امام محمدؒ کا ہے۔

**نوٹ:** پہلے ہم مذکورہ قاعدے کی مثال شامیہ سے نقل کریں گے، کیوں کہ یہ قاعدہ شامیہ میں بنسبت سراجیہ کے جامع اور مانع ہے۔ (۱)

(۱) ما إذا كان كلهم أولاد وارث هو عصبه كبنتي ابني الأخ لأبوين أو لأب، أو ذو فرض كبنات أخوات متفرقات أو أولاد وارثين، أحدهما عصبه، والآخر ذو فرض كبنات أخ لأبوين أو لأب، وبنات أخ لأب، وما إذا لم يكن فيهم ولد وارث كبنات ابن أخ وابن أخت كلاهما لأب عند أبي يوسف يعتبر الأقوى في هذه الصور، ثم يقسم على الأبدان للذكر ضعف ما للأنثى، فمن كان أصله أخاً لأبوين أولى ممن كان أصله أخاً لأب فقط أو لأب فقط، ومن لأب أولى ممن لأب، وعند محمد وهو الظاهر من قول أبي حنيفة يقسم المال على الأصول أي الإخوة والأخوات مع إعتبار عدد الفروع، والجهات في الأصول فما أصاب كل فريق يقسم بين فروعهم كما في الصنف الأول. (رد المحتار: ۱۰ / ۵۵۰)

## مسئلہ: ۵/۶ (۱) کل ولد ذی فرض کی مثال

| الاخت (ع)               | الاخت (عل) | الاخت (خ) |
|-------------------------|------------|-----------|
| نصف                     | سدس        | سدس       |
| ۳                       | ۱          | ۱         |
| بنت                     | بنت        | بنت       |
| ۳                       | ۱          | ۱         |
| عند محمدؐ               |            |           |
| ۱                       | ۲          | ۲         |
| عند ابی یوسفؒ           |            |           |
| (۲) کل ولد عصبہ کی مثال |            |           |

| الاخ (ع/عل)   | الاخ (ع/عل) |
|---------------|-------------|
| ابن           | ابن         |
| بنت           | بنت         |
| ۱             | ۱           |
| عند محمدؐ     |             |
| ۱             | ۱           |
| عند ابی یوسفؒ |             |
| وضاحت:        |             |

کل ولد ذی فرض والی مثال میں عند محمدؐ اولاً اصول میں ترکہ تقسیم ہوا، اخت عینی کو بطور نصف (۳) اور اخت علاقہ کو بطور سدس تکملۃ للثلاثین (۱) اور اخت حنفی کو بطور سدس (۱) حصہ ملا، اور عند ابی یوسفؒ اخت عینی کی فرع کو اخت علاقہ و اخیا فی پر قوت حاصل ہے،

اسی لیے دونوں محبوب ہو گئیں، اور پورا تر کہ اخت عینی کی فرع کو مل گیا۔  
اور کل ولد عصبہ والی مثال میں اصول کی ذات اور قوت میں تساوی ہے، نیز فروع کی ذکورت و انوشت میں بھی اختلاف نہیں ہے، اسی لیے باتفاق صاحبین دونوں لڑکیوں کو ایک ایک حصہ ملا۔ مثلاً:

مسئلہ: ۶ (۳) بعض ولد ذی فرض اور بعض ولد عصبہ کی مثال

| الاخ (ع/عل)   | الاخ (خ) |
|---------------|----------|
| عصبہ          | سدس      |
| ۵             | ۱        |
| بنت           | بنت      |
| ۵             | ۱        |
| عند محمدؐ     |          |
| ۱             | م        |
| عند ابی یوسفؒ |          |

وضاحت:

امام محمدؐ نے اولاً مال اصول میں تقسیم کیا، تو اخ (ع/عل) کو بطور عصبہ (۵) حصہ ملا، اور اخ (خ) کو بطور سدس (۱) حصہ ملا، پھر وہی حصے ان کے فروع میں منتقل ہو گئے۔ اور امام ابو یوسفؒ چوں کہ قوت قرابت کا اعتبار کرتے ہیں اس لیے اخ (ع/عل) کی فرع کو پورا تر کہ دے کر اخ (خ) کی فرع کو ضعف قرابت کی وجہ سے محبوب کر دیتے ہیں۔

مسئلہ ۲:

(۴) کل ولد غیر وارث کی مثال

الاخت (خ)      الاخ (خ)

ابن      بنت

بنت      ابن

عند محمدؐ      ۱

عند ابی یوسف      ۱      ۲

وضاحت:

امام ابو یوسفؒ چوں کہ ترکہ صرف فروع میں تقسیم کرتے ہیں، وہ اصول کا اعتبار نہیں کرتے، صرف قوت قرابت و ضعف قرابت کا اعتبار کرتے ہیں، اور یہاں قرابت میں اتحاد ہے، اسی لیے ترکہ فروع میں للذکر مثل حظ الانثیین کے اعتبار سے تقسیم ہوگا، اور بنت کو ایک حصہ اور ابن کو دو حصہ ملے گا، اور امام محمدؒ ترکہ اولاً اصول میں تقسیم کرتے ہیں، پھر وہی تقسیم شدہ حصہ فروع میں منتقل کر دیتے ہیں، اور یہاں اصول میں بھائی بہن دونوں اخیا فی ہیں، اور اخیا فی رشتے والے وارثین میں ”للذکر مثل حظ الانثیین“ قاعدہ جاری نہیں ہوتا ہے، اسی لیے فروع میں بھی اصول کا اعتبار کرتے ہوئے مال علی السوۃ برابر تقسیم ہوا، اور ابن و بنت کو ایک ایک حصہ ملا۔

اسی کو مصنفؒ نے ”وَلَوْ كَانَا لِأَمِّ الْمَالِ بَيْنَهُمَا لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ بِإِعْتِبَارِ الْأَبْدَانِ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ الْمَالُ بَيْنَهُمَا أَنْصَافًا بِإِعْتِبَارِ الْأُصُولِ“ عبارت میں بیان کیا ہے۔

بحثِ ثالث: قاعدہ رابعہ پر سراجی کی ایک مثال کی وضاحت:

كَمَا إِذَا تَرَكَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ إِخْوَةً مُتَفَرِّقِينَ، وَثَلَاثَةَ بَنِينَ، وَثَلَاثَ بَنَاتٍ أَخَوَاتٍ مُتَفَرِّقَاتٍ.

مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے قاعدہ رابعہ کی تحت ایک مثال پیش کی ہے، جس میں تینوں قسم (حقیقی، علاقائی، اخائی) بھائیوں کی تین بیٹیاں ہوں، اور تینوں قسم کی بہنوں کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں، تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ترکہ بنو الاعیان (یعنی بھائی بہن کی اولاد) پر اربعاً تقسیم ہوگا، دو بنت کو ایک ایک حصہ اور ابن کو دو حصہ ملے گا، اور بنو العلات اور بنو الاخیاف محروم ہوں گے؛ کیوں کہ امام ابو یوسفؒ قوت قرابت کا اعتبار کرتے ہیں۔

اسی طرح اگر بنو الاعیان نہ ہوں تو ترکہ بنو العلات (علاقائی بھائی بہن کی اولاد) پر اربعاً (چار حصوں میں) تقسیم ہوگا اور ان کی فروع میں قاعدہ للذکر مثل حظ الانثیین کے اعتبار سے مذکر کو دو گنا اور مؤنث کو ایک گنا ملے گا۔ اور اگر بنو العلات بھی نہ ہوں تو ترکہ بنو الاخیاف (اخائی بھائی بہن کی اولاد) پر بھی للذکر مثل حظ الانثیین قاعدہ کی روشنی میں اربعاً تقسیم ہوگا؛ کیوں کہ امام ابو یوسفؒ فروع کا اعتبار کرتے ہیں، اصول کا نہیں۔ جیسے:

مسئلہ: ۴ عند ابی یوسفؒ

| الاخ (ع) | الاخ (عل) | الاخ (خ) | الاخت (ع) | الاخت (عل) | الاخت (خ) |
|----------|-----------|----------|-----------|------------|-----------|
| بنت      | بنت       | بنت      | ابن بنت   | ابن بنت    | ابن بنت   |
| ۱        | ۲         | ۱        | ۱         | ۲          | ۱         |

وضاحت:

مثال مذکور میں دیکھئے عینی بھائی بہن کی فروع پر تر کہ چار حصوں میں تقسیم ہوا، اور  
علاتی واخیانی بھائی بہن کی فروع محروم ہو گئیں۔

اور امام محمدؒ کے نزدیک اولاً تر کہ اخوہ واخوات (اصول) پر تقسیم کیا جائے گا، ان  
میں سے خیفیہ ذی فرض ہیں، عینیہ عصبہ، اور علیہ محروم، کیوں کہ عینی کی موجودگی میں علی محروم  
ہوتے ہیں۔ خیفیہ کا فرض ثلث ہے، لہذا مسئلہ تین سے بنے گا، ان میں سے ایک حصہ خیفیہ  
کو ملا، اور دو حصہ عینیہ کو، اب عینیہ کو جو دو حصہ ملا وہ ان (اخ، اخت) پر نصف نصف برابر  
تقسیم ہو گیا، کیوں کہ اخت (ع) باعتبار عدد فروع کے بمنزلہ دو اخت ہے، جتنا ایک اخ  
عینی کو ملے گا، اتنا دو اخت عینی کو دیا جائے گا؛ لیکن خیفیہ کو جو ایک ملا ہے، وہ ان کے عدد  
رؤوس پر برابر تقسیم نہیں ہو رہا ہے، کیوں کہ ان کا عدد رؤوس باعتبار عدد فروع کے تین ہیں،  
لہذا کل عدد رؤوس (۳) اور سہام (۱) میں بتابین ہونے کی وجہ سے کل عدد رؤوس (۳) کو  
اصل مسئلہ (۳) میں ضرب دیا گیا، تو مسئلہ کی تصحیح (۹) سے ہوئی، پھر عدد مضروب (۳) سے  
وارثین کے سہام میں ضرب دیا گیا تو عینیہ کا حصہ (۶) ہوا، جس میں سے اخ عینی کی فرع  
بنت کو (۳) حصہ اور اخت عینی کی فرع بنت کو (۱) حصہ اور ابن کو (۲) حصہ ملا، اور خیفیہ کا  
مجموعی حصہ (۳) ہوا، جس میں سے اخ خفی کی فرع بنت کو (۱) حصہ اور اخت خفی کی فرع  
بنت اور ابن کو بھی ایک ایک حصہ ملا۔

کیوں کہ امام محمدؒ اصول کا اعتبار کرتے ہیں، اور اصول (خیفیہ) میں للذکر مثل  
حظ الاثنین والا قاعدہ جاری نہیں ہوتا ہے، اس لیے فروع میں بھی جاری نہیں ہوگا۔ جیسے:



عند محمدؐ

مسئلہ:  $9 = 3 \times 3$ 

الاخ (ع)    الاخت (ع)    الاخ (عل)    الاخت (عل)    الاخ (خ)    الاخت (خ)

 $3 = 3 \times 1$ 

م

م

 $6 = 3 \times 2$ 

ثلاث

عصبه

بنت    ابن بنت بنت    ابن بنت بنت    ابن بنت بنت

۱    ۱    ۱    x    x    x    ۱    ۲    ۳

وضاحت:

مثال مذکورہ میں پہلے مسئلہ تین سے بنا اور عینہ کو بطور عصبہ (۲) حصہ، اور خیفیہ کو بطور فرض (۱) حصہ ملا، پھر خیفیہ کے رؤس تین اور سہام ایک میں بتا دیا ہے، اس لیے تین رؤس کو اصل مسئلہ ”۳“ میں ضرب دیا تو نتیجہ ”۹“ سے ہوئی، پھر عدد مضروب کو لے کر عینہ کے سہام دو میں ضرب دیا تو ان کے سہام ۶ ہوئے، جس میں سے اخ عینی کی فرع کو (۳) ملے کیوں کہ وہی اس کی اصل (اخ عینی) کا حصہ ہے، اور بقیہ تین حصہ اخت عینی کو ملا جو اس کی فرع ابن و بنت کے مابین مذکور دو گنا اور مؤنث کو ایک گنا کے اعتبار سے تقسیم ہو گیا اور خیفیہ کا حصہ عدد مضروب کو ایک میں ضرب دینے سے (۳) ہوا جو ان کے فروع پر علی السویہ بلا امتیاز بین الذکر والانی تقسیم ہو گیا۔

دواہم نکتے:

(الف) اس مثال میں مصنفؒ نے صنف ثالث کے ایک کے سوا تمام افراد کو جمع کر دیا ہے، باب کے شروع میں صنف ثالث کی تین اجناس ذکر کی گئی تھیں اولاد الاخوات،

بنات الاخوة، بنو الاخوة لام، یہ کل دس افراد ہوئے، اس مثال میں صرف بنو الاخوة لام (حنفی بھتیجا) کا ذکر نہیں ہوا اس کے علاوہ نو افراد کا ذکر ہوا ہے۔

(ب) صنف اول میں قاعدہ ثالثہ بلا قید و شرط کے جاری ہوا، یعنی ولد وارث ولد غیر وارث سے مطلقاً مقدم ہوا، اور صنف ثانی میں قاعدہ ثالثہ (منسوب بالوارث منسوب بغیر الوارث سے مقدم ہوا) مفتی بہ قول کی وجہ سے جاری نہ ہو سکا، اور صنف ثالث میں قاعدہ ثالثہ (ولد عصبہ ولد غیر عصبہ سے مقدم ہوا) قرابت کے قوت و ضعف کی قید کے بغیر ہی جاری ہوا، یعنی ولد عصبہ ہر حال میں ولد غیر عصبہ سے مقدم ہوا، خواہ اس کی قرابت ولد غیر عصبہ قوی ہو یا ضعیف۔

بحث رابع: ایک اہم مسئلہ کی وضاحت:

| مسئلہ: ۱ | (اجتماع القاعدة الثالثة والرابعة، اجماع مرکب) |                             |
|----------|---|-----------------------------|
| الاخ (ع) | الاخ (عل)                                     | الاخ (خ)                    |
| ابن      | ابن   | ابن                         |
| بنت      | بنت   | بنت                         |
| ۱        | محبوب لضعف القرابة                            | محبوب لكونها ولد غير الوارث |

وضاحت: مذکورہ بالا مثال میں مصنف نے اجماع مرکب کی مثال بیان کی ہے، جس میں صاحبین کا اتفاق ہے، جس میں عینی علاقائی، اخلاقی بھتیجیاں ہیں، علی و حنفی محروم ہوگی۔ امام ابو یوسف کے ہاں تو ظاہر ہے کیوں کہ وہ قوی کے ہوتے ہوئے ضعیف کو محبوب کر دیتے ہیں، امام محمد کے نزدیک اس وجہ سے کہ پہلے تیسرے قاعدے کی رو سے ولد الوارث

(بنوالاعیان والعلات) ولد غیر وارث (بنوالاخیا ف) کو محبوب کر دیں گے، پھر چوتھے قاعدے کی رو سے اولاً اصول پر تر کہ تقسیم کیا جائے گا تو عینی بوجہ قوی ہونے کے علیٰ کو محبوب کر دے گا، لہذا بنوالاعیان کل مال کے مستحق ہو جائیں گے گویا یہ اجماع مرکب کی مثال ہوئی اجماع مرکب ”اتفاق فی الحکم مع الاختلاف فی الدلیل“ کو کہتے ہیں۔ یہاں بھی مسئلہ کے حکم میں صاحبین رحمہما اللہ کا اتفاق ہے، اگرچہ دلیل الگ الگ ہے۔

سوال: آپ نے اس اجماع مرکب والی مثال میں عینی کی وجہ سے علاقائی اور اخیا فی دونوں کو محبوب کر دیا یہ کہہ کر ولد الوارث (بنوالاعیان والعلات) ولد غیر وارث (بنوالاخیا ف) کو محبوب کر دیں گے، جب کہ امام محمدؒ تو مال اولاً اصول میں تقسیم کرتے ہیں، جس کا تقاضا تو یہ تھا کہ عینی کے ہوتے ہوئے حنفی کو فرضیت سے ملنا چاہئے، جیسا کہ اس سے پہلے صنف ثالث کے ۹ افراد والی مثال میں گزرا، وہاں امام محمدؒ نے حنفی کو اصول میں ثلث دے کر اس کا حصہ فروع میں منتقل کیا، تو یہاں حنفی کو عینی کی وجہ سے محروم کیوں کر رہے ہیں، یہ تو اصول محمدؒ کے خلاف ہے؟

جواب: دونوں مثالوں میں فرق ہے، اور وہ یہ ہے کہ صنف ثالث کی ۹ افراد والی مثال میں تمام اصول کی فروع وارث کی اولاد ہیں، کیوں کہ وہ بلا واسطہ اصول (اخوات، اخوہ) وارث کی طرف منسوب ہو رہی ہیں، اسی لیے عند محمدؒ وہاں اصول پر براہ راست مال تقسیم کیا گیا، اور تیسرا قاعدہ (ولد وارث اولیٰ ہوگا ولد غیر وارث سے) جاری نہیں کیا گیا۔ برخلاف اجماع مرکب والی مثال کے، کہ یہاں حنفی بھتیجی ولد غیر وارث ہے، اور عینی علاقائی بھتیجیاں ولد وارث ہیں، اس لیے یہاں تیسرے قاعدے کی رو سے حنفی بھتیجی محروم ہو گئی۔ فلا إشکال علیہ! (مؤلف)

بحثِ خامس: صنفِ ثالث سے متعلق دواہم فائدے:

فائدہ: اولیٰ: مصنفؒ نے صنفِ اول میں ”فولد الوارثِ اولیٰ من ولد ذوی الأرحام“ فرمایا، اور یہاں صنفِ ثالث میں ”فولد العصبۃِ اولیٰ من ذوی الأرحام“ فرمایا، یہ فرق کیوں؟

جواب: صنفِ اول میں ولدِ صاحبِ الفرض کی جگہ ولدِ الوارث کا ذکر مصنفؒ نے عبارت میں اختصار اور فہم مقصود کے سلسلے میں مخاطب پر اعتماد کی غرض سے کیا تھا، کیوں کہ صنفِ اول میں ولدِ وارث سے مراد صرف ولدِ ذی فرض تھا، وہاں ولدِ عصبہ متصور نہیں تھا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ صنفِ اول کے پہلے بطن کا وہ وارث جو بلا واسطہ میت کی طرف منسوب ہوتا ہے یا تو صاحبِ فرض ہوگا جیسے ”البنّت“ یا عصبہ جیسے ”الابن“۔ اور بطنِ ثانی کا وارث یا تو صاحبِ فرض ہوگا جیسے بنتِ الابن یا ذی رحم جیسے بنتِ البنّت اور بطنِ ثالث کا وارث یا تو ولدِ ذی فرض ہوگا جیسے بنتِ بنتِ الابن، ابنِ بنتِ الابن یا ولدِ ذی رحم ہوگا جیسے بنتِ بنتِ البنّت، ابنِ بنتِ البنّت۔ مثلاً

|            |             |         |             |         |
|------------|-------------|---------|-------------|---------|
| بطنِ اول:  | ذی فرض      | البنّت  | عصبہ        | الابن   |
| بطنِ ثانی: | ذی رحم      | بنت/ابن | ذی فرض      | بنت     |
| بطنِ ثالث: | ولدِ ذی رحم | بنت/ابن | ولدِ ذی فرض | بنت/ابن |

پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ صنفِ اول کے بعض بطنوں میں تو ولدِ ذی رحم کا تقابل ولدِ ذی فرض سے ہوگا، جیسے بنتِ بنتِ الابن کے ساتھ ابنِ بنتِ البنّت لیکن ولدِ ذی رحم کا تقابل ولدِ عصبہ سے متصور نہ ہونے کی وجہ سے ممکن نہیں ہے۔

برخلاف صنفِ ثالث کے یہاں پہلے بطن کا وہ وارث جو بلا واسطہ میت کے طرف منسوب ہوتا ہے، یا تو صاحبِ فرض ہوگا، جیسے اختِ عینی، اختِ علاقہ، اختِ اخیا فی یا عصبہ ہوگا، جیسے اخِ عینی یا اخِ علاقہ اور بطنِ ثانی کا وارث ذی رحم ہوگا، جیسے بنتِ و ابن الاخوات مطلقاً، بنات الاخوة مطلقاً اور ابن الاخ لأم، یا ولد عصبہ ہوگا، جیسے ابن الاخ لاب وام، اولاب، اور بطنِ ثالث کا وارث یا تو ولد ذی رحم ہوگا، جیسے ابن بنت الاخت وغیرہ، یا ولد عصبہ ہوگا، جیسے بنت ابن الاخ لاب وام اولاب۔ مثلاً:

|                       |                |          |                      |
|-----------------------|----------------|----------|----------------------|
| بطنِ اول: ذی فرض      | الاخوات مطلقاً | عصبہ     | الاخوة لاب وام اولاب |
| بطنِ ثانی: ذی رحم     | ابن/بنت        | عصبہ     | ابن                  |
| بطنِ ثالث: ولد ذی رحم | بنت/ابن        | ولد عصبہ | بنت                  |

پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ ولد ذی فرض کا تقابل ولد ذی رحم سے ممکن نہیں کیوں کہ ذی فرض صرف پہلے بطن میں پایا جاتا ہے، اور ولد ذی رحم پہلے بطن کے بعد والے بطون میں پایا جاتا ہے، اس لیے ایک درجہ میں ان کا تقابل ممکن نہیں، البتہ ولد عصبہ چوں کہ بقیہ بطون میں بھی ہوتا ہے، اس لیے اس کا تقابل ولد ذی رحم سے ہو سکتا ہے جیسے بنت ابن الاخ کے ساتھ ابن بنت الاخت، اس لیے مصنفؒ نے یہاں ”فولد العصبہ“ فرمایا۔

خلاصہ یہ نکلا کہ صنفِ اول کے بطن اول میں ذی رحم کا تصور نہیں اور عصبہ صرف بطن اول ہی میں ہوتا ہے، اس لیے ولد ذی رحم کا تقابل ولد عصبہ سے ممکن نہیں، البتہ ذی فرض بقیہ بطون میں بھی ہوتے ہیں، اور ذی رحم بھی بطن اول کے علاوہ آگے کے بطن میں ہوتا ہے اس لیے ولد ذی رحم کا تقابل ولد ذی فرض سے ہو سکتا ہے، اس لیے مصنفؒ نے

”فولد الوارث“ کہا۔ برخلاف صفِ ثالث کے کہ یہاں بطنِ اول میں ذی رحم کا تصور نہیں اور ذی فرض صرف بطنِ اول میں ہی پائے جاتے ہیں، اس لیے ولد ذی رحم کا تقابل ولد ذی فرض سے ممکن نہیں؛ البتہ عصبہ بقیہ بطون میں ہوتے ہیں، اور ذی رحم بھی آگے کے بطون میں پائے جاتے ہیں، اس لیے ولد ذی رحم کا تقابل ولد عصبہ سے ہو سکتا ہے، اس لیے مصنفؒ نے ”فولد العصبہ“ کہا۔ (۱)

سوال: آپ نے یہ کہا کہ عصبہ صرف بطنِ اول کے صنفِ اول میں ہی ہوتا ہے، آگے کے بطون میں عصبہ کے وجود کے نہ ہونے کی وجہ سے ولد ذی رحم کا تقابل ولد عصبہ سے ممکن نہیں ہے، یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی؛ کیوں کہ بطنِ اول کے ابن (عصبہ) کی اولاد بطنِ ثانی میں اگر مؤنث بنت ہوگی تو وہ ذی فرض پوتی ہوگی، اس صورت میں بطنِ ثالث کی اولاد تو ولد ذی فرض ہوئی، لیکن اگر ابن کے نیچے بطنِ ثانی میں بنت کے بجائے ابن ہوگا تو وہ عصبہ ہوگا، اور اس صورت میں بطنِ ثالث کی اولاد ولد عصبہ ہوگی،

(۱) ثم إن المصنف رحمه الله قال ههنا فولد العصبه، وقال في الصنف الأول فولد الوارث، وأراد بولد الوارث هنا ولد صاحب الفرض فقط، إذ لا يتصور في الصنف الأول ذو رحم هو ولد العصبه وهو في درجة ولد ذي الرحم، وذلك لأن ولد ذي الرحم في البطن الثاني من أولاد البنات وولد العصبه في البطن الثاني من أولاد البناتين، إما عصبه كابن ابن الإبن، أو صاحب فرض كبنت ابن الإبن، فذكر ولد الوارث مكان ولد صاحب الفرض إختصاراً في العبارة، واختار في الصنف الثالث ولد العصبه لأنه يتصور فيه ولد صاحب الفرض في درجة ولد ذي الرحم، وذلك لأن ولد صاحب الفرض في البطن الأول من أولاد الأخوات فقط، وولد ذي الرحم إنما هو في البطن الثاني وما بعده فلا يتساويان في الدرجة، بخلاف ولد العصبه فإنه قد يكون في درجة ولد ذي الرحم كنبات ابن الأخ مع ابن بنت الأخت. (الشريفية: ص ۱۱۰، ۱۱۱)

نتیجتاً ولدِ عصبہ کا تقابلِ ولدِ ذی رحم سے ہو جائے گا۔ مثلاً:

|                  |                 |           |
|------------------|-----------------|-----------|
| البنت            | الابن           | بطنِ اول: |
| ابن/بنت (ذی رحم) | ابن (عصبہ)      | بطنِ ثانی |
| ابن/بنت (ذی رحم) | بنت (ولدِ عصبہ) | بطنِ ثالث |

جواب: یہ بات یقیناً صحیح ہے کہ بطنِ اول والے ابن کے نیچے بطنِ ثانی میں اس کی اولاد بنت اور ابن دونوں ہو سکتے ہیں، اور ابن کے ہونے کی صورت میں بطنِ ثالث کا وارث ولدِ عصبہ ہوگا، لیکن اس صورت میں بطنِ ثالث کی بنت ولدِ عصبہ پڑپوتی ہوگی، اور پڑپوتی ذی فرض ہے، جس کی وجہ سے اس کے مقابل کی بنت جو ولدِ ذی رحم ہے، محروم ہو جائے گی، اور ولدِ عصبہ کا تقابلِ ولدِ ذی رحم سے نہیں ہو سکے گا، کیوں کہ تقابل اسی وقت صحیح ہوگا جب کہ دونوں وارث ہوں، اور یہاں بنت ابن الابن پڑپوتی (ولدِ عصبہ) تو وارث ہوگی، لیکن بنت بنت البنت (ولدِ ذی رحم) وارث نہیں ہوگی؛ اسی وجہ سے بطنِ ثانی میں ابن کے امکان کے باوجود اس کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ فلیتدبر فإن هذا المقام من مزال الأقدام! (مؤلف)

فائدہ ثانیہ: ”وَلَوْ كَانَا لِأُمِّ الْمَالِ بَيْنَهُمَا لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ يَاعْتِبَارِ الْأُبْدَانِ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ الْمَالُ بَيْنَهُمَا أَنْصَافًا يَاعْتِبَارِ الْأُصُولِ“  
- اخیا فی رشتوں کی فروع میں طریقہ تقسیم کے سلسلے میں صاحبین کا اختلاف ہے۔

امام ابو یوسفؒ: اخیا فی رشتوں کی فروع میں مال قاعدہ للذکر مثل حظ الانثیین کی روشنی میں تقسیم کرتے ہیں اور مذکر کو دہرا مؤنث کو اکہرا دیتے ہیں۔

دلیل: (الف) مواریت میں اصل تفصیل الذکر علی الانثیٰ ہے، لیکن یہ اصول اخوات و اخوة لام میں نص (فہم شرکاء فی الثلث) کی وجہ سے متروک ہو گیا، اور جو چیز خلاف قیاس نص سے ثابت ہو وہ اپنے مورد شرع پر ہی منحصر ہوتی ہے، اس کا دوسری طرف تعدیہ جائز نہیں ہوتا؛ اسی وجہ سے یہاں فروع میں قاعدہ للذکر الخ جاری ہوگا۔ (۱)

(ب) اخوات و اخوة لام کی اولاد میں من کل الوجوہ اپنے اصول کا معنی نہیں پایا جاتا ہے، کیوں کہ وہ اپنے اصول کی طرح فرضیت سے وارث نہیں ہوتے کہ ان میں بھی ان کے اصول کا قاعدہ جاری کیا جائے۔ (۲)

(ج) ذوی الارحام میں عصوبت کا معنی ہے، تو جیسے حقیقت عصوبت میں مذکر کو مؤنث پر فضیلت ہوتی ہے، ایسے ہی اخوات و اخوة لام کی اولاد میں بھی مذکر کو مؤنث پر فضیلت حاصل ہوگی۔ (۳)

امام محمدؒ اخوات و اخوة لام کی اولاد میں اصول کا اعتبار کرتے ہوئے مال علی السویہ تقسیم کرتے ہیں اور یہی ظاہر الروایہ ہے۔

---

(۱) فإن الأصل في الموارث تفضيل الذكر على الأنثى، وإنما ترك هذا الأصل في الإخوة والأخوات لأم بالنص على خلاف القياس، أعني قوله تعالى 'فهم شركاء في الثلث' وما كان مخصوصاً عن القياس، لا يلحق به مالم ييس في معناه من جميع الوجوه. (الشريفية: ص ۱۱۱)

(۲) وليس أولاد هؤلاء في معناهم من كل وجه، إذ لا يرثون بالفرضية شيئاً، فيجرى فيهم ذالك الأصل. (الشريفية: ص ۱۱۱)

(۳) وأيضاً تورث ذوي الأرحام بمعني العصبية، فيفضل فيه الذكر على الأنثى كما في حقيقة العصبية. (الشريفية: ص ۱۱۱)



دلیل: اخوات و اخوہ لام کی اولاد میں مال علی السویہ تقسیم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں (اخوات و اخوہ لام اور ان کی اولاد) کا مستحق میراث ہونا قرابتِ ام کی وجہ سے ہے۔ اور اس قرابت میں مذکر کو مؤنث پر فضیلت نہیں ہوتی بل کہ بسا اوقات مؤنث کو ہی مذکر پر فضیلت دے دی جاتی ہے۔ جیسے: ام الام (نانی) کی موجودگی میں مذکر اب الام (نانا) محبوب ہوتا ہے؛ لہذا اگر یہاں اصول تفضیل الذکر علی الانثی جاری نہ بھی ہو تو کوئی خرابی لازم نہیں آتی کیوں کہ اولاد الاخوات والاخوہ لام کا حصہ ان کے اصول کا اعتبار کرتے ہوئے تساوی سے کم نہیں ہوگا۔ (۱)

**نوٹ:** صنفِ ثالث میں چوں کہ امام محمدؒ اصول کا اعتبار کرتے ہوئے ذی فرض و عصبہ کی حیثیت سے مال تقسیم کرتے ہیں، اسی لیے اخوات و اخوہ لام کی اولاد میں ان کے اصول کا اعتبار کرتے ہوئے مال علی السویہ تقسیم ہوگا۔ لیکن اگر اصول ذی رحم ہوں جیسے صنفِ رابع تو امام محمدؒ کے نزدیک بھی اخیا فی قرابت والوں کو لہذا کر مثل حظ الانثیین قاعدہ کی روشنی میں مال ملے گا، مذکر کو دہرا اور مؤنث کو اکہرا۔ جیسے عم (خ) عمہ (خ)۔ اور امام ابو یوسفؒ صنفِ ثالث میں اصول کا اعتبار نہیں کرتے بل کہ فروع کا اور فروع نہ ذی فرض ہیں اور نہ عصبہ بل کہ ذی رحم ہیں، اسی لیے وہ یہاں پر مال علی السویہ تقسیم نہیں کرتے۔ فافہم!

(۱) وعند محمد المال بينهما أنصافاً باعتبار الأصول وهو ظاهر الرواية، والوجه فيه أن استحقاقهما للميراث بقرباة الأم، و باعتبار هذه القرباة لا تفضيل للذكر على الأنثى أصلاً، بل ربما تفضل الأنثى عليه، ألا ترى أن أم الأم صاحبة فرض، بخلاف أب الأم فإن لم تفضل الأنثى ههنا فلا أقل من التساوي إعتباراً بالمدلى به (وهو الأخ لأم والأخت لأم فإنهما شريكان مستويان في الثالث). (الشريفة: ص ۱۱۱)

بحثِ سادس: صنفِ ثالث سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب:  
 فیاض بھائی مٹھائی والے کا انتقال ہوا، اور انہوں نے اپنے پیچھے ایک بیوی اور  
 علاقائی بھتیجی اور پانچ حقیقی بھانجے چھوڑے؛ اب ان وارثین کے درمیان شرعی تقسیم کس طرح  
 ہوگی؟

الجواب وباللہ التوفیق!

علاقائی بھتیجی اور حقیقی بھانجے ذوی الارحام کی صنفِ ثالث میں داخل ہیں، جن کی  
 نوعیت تو ریث میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے (۱)  
 اور فتویٰ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہے (۲) ان کا قول یہ ہے کہ اولاً ان کے اصول پر  
 میراث تقسیم کی جائے، پھر ان اصول کا حصہ ان کے فروع کو دیا جائے، لہذا امام محمدؒ کے مفتی  
 بہ قول کی روشنی میں فیاض بھائی مٹھائی والے کی کل جائیداد منقولہ وغیرہ منقولہ کو ۲۰ حصوں  
 میں تقسیم کر کے ۵ حصہ بیوی کو، اور ۵ حصہ علاقائی بھتیجی کو، اور پانچ حقیقی بھانجوں کو مجموعی طور  
 پر ۱۰ حصے فی نفر (۲۲) حصے از روئے شرع دیئے جائیں گے۔

مسئلہ: ۲۰ = ۵ × ۴

| الاخت (ع)        | الاخ (عل) | زوجہ  |
|------------------|-----------|-------|
| نصف              | عصبہ      | ربع   |
| ۱۰ = ۵ × ۲       | ۵ = ۵ × ۱ | ۵ × ۱ |
| ۵/۱ بن           | بنت       | ۵     |
| ۵ × ۲ فی نفر = ۲ | ۵ × ۱     | ۵     |
| ۱۰               | ۵         |       |

.....

.....

.....

### والحجة على ما قلنا !

(١) مافي السراجي في الميراث: أو كان بعضهم أولاد العصباء ، وبعضهم أولاد أصحاب الفرائض فأبو يوسف يعتبر الأقوى، و محمد يقسم المال على الإخوة والأخوات مع اعتبار عدد الفروع والجهات في الأصول، فما أصاب كل فريق يقسم بين فروعهم.

(ص ٢٩، فصل في الصنف الثالث)

(٢) مافي السراجي في الميراث: وقول محمد رحمه الله تعالى أشهر الر وايتين عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى في جميع ذوى الأرحام وعليه الفتوى. (ص ٦٢) والله أعلم بالصواب!

## ذوی الارحام کی چوتھی قسم کا بیان

فَصُلِّ فِي الصَّنْفِ الرَّابِعِ: الْحُكْمُ فِيهِمْ: أَنَّهُ إِذَا انفَرَدَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ اسْتَحَقَّ الْمَالَ كُلَّهُ لِعَدَمِ الْمُزَاحِمِ، وَإِنْ اجْتَمَعُوا وَكَانَ حِيزُ قَرَابَتِهِمْ مُتَّحِدًا، كَالْعَمَّاتِ وَالْأَعْمَامِ لِأُمٍّ، أَوِ الْأُخْوَالِ وَالْخَالَاتِ، فَلِأَقْوَى مِنْهُمْ أَوْلَى بِالْإِجْمَاعِ، أَغْنِي مَنْ كَانَ لِأَبٍ وَأُمٍّ أَوْلَى مِمَّنْ كَانَ لِأَبٍ، وَمَنْ كَانَ لِأَبٍ أَوْلَى مِمَّنْ كَانَ لِأُمٍّ ذُكُورًا كَانُوا أَوْ إِنَاثًا، وَإِنْ كَانُوا ذُكُورًا أَوْ إِنَاثًا، وَاسْتَوَتْ قَرَابَتُهُمْ، فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ، كَعَمٍّ وَعَمَّةٍ كِلَاهُمَا لِأُمٍّ، أَوْ خَالٍ وَخَالَةٍ كِلَاهُمَا لِأَبٍ وَأُمٍّ، أَوْ لِأَبٍ أَوْ لِأُمٍّ. وَإِنْ كَانَ حِيزُ قَرَابَتِهِمْ مُخْتَلِفًا، فَلَا إِعْتِبَارَ لِقُوَّةِ الْقَرَابَةِ، كَعَمَّةٍ لِأَبٍ وَأُمٍّ وَخَالَةٍ لِأُمٍّ، أَوْ خَالَةٍ لِأَبٍ وَأُمٍّ وَعَمَّةٍ لِأُمٍّ، فَالْثُلَاثَانِ لِقَرَابَةِ الْأَبِ، وَهُوَ نَصِيبُ الْأَبِ، وَالثَّلَاثُ لِقَرَابَةِ الْأُمِّ، وَهُوَ نَصِيبُ الْأُمِّ، ثُمَّ مَا أَصَابَ كُلُّ فَرِيقٍ يُقَسَّمُ بَيْنَهُمْ كَمَا لَوْ اتَّحَدَ حِيزُ قَرَابَتِهِمْ.

ترجمہ: یہ فصل ذوی الارحام کی چوتھی قسم کے بیان میں ہے۔ ان کا حکم یہ ہے کہ جب ان میں سے کوئی ایک ہو، تو کسی مانع کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ پورے ترکہ کا مستحق ہوگا، اور اگر متعدد ہوں، اور ان کی قرابت کی جگہ ایک ہو، یعنی سب باپ کے رشتے کے ہوں، یا سب ماں رشتے کے ہوں، جیسے پھوپھیاں اور اخیانی چچا (یہ باپ کے رشتے کے ہیں)،

یاماموں اور خالائیں (یہ ماں کے رشتہ کے ہیں) تو ان میں سے زیادہ قوی بالا جماع ترکہ کے زیادہ مستحق ہیں، یعنی جو حقیقی ہوں گے وہ ترکہ کے علاقی سے زیادہ مستحق ہوں گے، اور جو علاقی ہوں گے وہ ترکہ کے اخیانی سے زیادہ مستحق ہوں گے، خواہ مذکر ہوں یا مؤنث، اور اگر مذکر ہوں یا مؤنث ہوں، اور ان کے رشتے برابر ہوں، تو مذکر کو دو مؤنثوں کے حصے کے برابر (ملے گا) جیسے چچا اور پھوپھی دونوں ماں شریک ہوں، یا ماموں اور خالہ دونوں حقیقی ہوں یا علاقی ہوں یا اخیانی ہوں۔ اور اگر ان کے رشتے کی جہت مختلف ہو، تو رشتے کی قوت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، جیسے حقیقی پھوپھی اور اخیانی خالہ، یا حقیقی خالہ اور اخیانی پھوپھی، پس ثلثان باپ کے رشتے والی کو ملے گا، اور وہ باپ کا حصہ ہے، اور ثلث ماں کے رشتے والی کو ملے گا، اور وہ ماں کا حصہ ہے، پھر ہر فریق کو جو ملے گا وہ ان کے آپس میں تقسیم کر دیا جائے گا جیسا کہ اگر ان کے رشتے کی جہت ایک ہو۔

توضیح و تشریح: یہاں چار بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) صنف رابع کے مصداق وارثین (۲) صنف رابع میں جاری ہونے والے قواعدِ ثلثہ مع مثال (۳) صنف رابع سے متعلق چھ اہم فائدے (۴) صنف رابع سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب

بحث اول: صنفِ رابع کے مصداق وارثین:

صنفِ رابع سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جو میت کے جد اور جدہ کی طرف منسوب ہوں۔ جیسے: عمِ حنفی (اخیانی چچا)، عمات (پھوپھیاں)، احوال (ماموں)، خالات

(خالائیں) یہ کل دس وارث ہوتے ہیں۔ مثلاً: ۱/عمہ عینی (حقیقی پھوپھی)، ۲/عمہ علی (علاتی پھوپھی)، ۳/عمہ خفی (اخیا فی پھوپھی)، ۴/عم خفی (اخیا فی چچا)، ۵/خال عینی (عینی ماموں)، ۶/خال علی (علاتی ماموں)، ۷/خال خفی (اخیا فی ماموں)، ۸/خالہ عینی (حقیقی خالہ)، ۹/خالہ علی (علاتی خالہ)، ۱۰/خالہ خفی (اخیا فی خالہ) اور ان تمام کی اولاد۔

بحثِ ثانی: صنفِ رابع میں جاری ہونے والے قواعدِ ثلاثہ مع مثال:

پہلا قاعدہ: صنفِ رابع کے ذوی الارحام میں سے صرف ایک فرد ہو، تو وہ سارا ترکہ لے لے گا، کیوں کہ اس کا کوئی مقابل نہیں ہے۔ جیسے:

| مسئلہ: ۱ | مسئلہ: ۱ | مسئلہ: ۱ | مسئلہ: ۱ |
|----------|----------|----------|----------|
| م        | م        | م        | م        |
| عم (خ)   | عمہ      | خال      | خالہ     |
| ۱        | ۱        | ۱        | ۱        |

قاعدہ ثانیہ: صنفِ رابع کے ذوی الارحام میں سے ایک ہی درجہ کے کئی وارث جمع ہو جائیں اور ان کی قرابت کی جہت متحد ہو، یعنی سب قرابتِ ابو یہ سے متعلق ہوں جیسے عم خفی، اور عمہ یا سب قرابتِ امویہ سے متعلق ہوں جیسے خال اور خالہ، تو اس صورت میں بالا جماع قوی قرابت والا ضعیف قرابت والے کو محبوب کرے گا، یعنی عینی، علی و خفی کو، اور علی خفی کو محبوب کرے گا۔ خواہ قوی قرابت والا مذکر ہو یا مؤنث۔ پھر اگر سب مذکر یا مؤنث ہوں تو ترکہ مساوی طور پر تقسیم ہوگا، اور اگر بعض مذکر ہو اور بعض مؤنث ہو تو بقاعدہ للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا، خواہ وہ مذکر و مؤنث عینی ہوں یا علی ہوں یا خفی۔ جیسے:

## (مثال لجانب الاب)

| مسئلہ: ۱          | مسئلہ: ۱          |
|-------------------|-------------------|
| عمۃ (ع)           | عم (خ)            |
| محبوب لضعف قرابتہ | محبوب لضعف قرابتہ |
| ۱                 | ۱                 |
| عمۃ (ع) عمۃ (علی) |                   |
| محبوب لضعف قرابتہ |                   |
| ۱                 |                   |

## (مثال: لجانب الام)

| مسئلہ: ۳ | مسئلہ: ۱          |
|----------|-------------------|
| خال (ع)  | خال (عل)          |
| ۲        | محبوب لضعف قرابتہ |
| ۱        | ۱                 |
| خالہ (ع) | خالۃ (ع)          |
| ۱        | ۱                 |
| خال (ع)  | خال (عل)          |
| ۲        | محبوب لضعف قرابتہ |

| مسئلہ: ۱          |
|-------------------|
| خال (عل)          |
| خالۃ (خ)          |
| محبوب لضعف قرابتہ |
| ۱                 |

قاعدہ ثالثہ: صنف رابع کے اصول کے ذوی الارحام متعدد ہوں، اور ان کی قرابت کی جہت مختلف ہو، یعنی بعض باپ کے رشتہ سے ہوں، اور بعض ماں کے رشتہ سے ہوں، تو ہر طائفہ کا قوی صرف اسی کے ضعیف کو محبوب کرے گا، دوسرے طائفے کے ضعیف پر اثر انداز نہیں ہوگا یعنی قرابت ابو یہ کا قوی اسی کے ضعیف کو تو محبوب کرے گا، لیکن قرابت اُمویہ کے ضعیف کو محبوب نہیں کرے گا، پھر ابو یہ پر ثلثان اور اُمویہ پر ثلث بقاعدہ لہذا کر مثل حظ الاثین تقسیم کر دیا جائے گا۔ جیسے:

مسئلہ: ۳

مسئلہ: ۳

عمۃ (ع) عمۃ (خ) خالۃ (عل) خالۃ (ع) خال (عل) عمۃ (خ)  
 ۲ م ۱ ۱ م ۲

بحثِ ثالث: صنف رابع سے متعلق چھ اہم فائدے:

فائدہ اولیٰ: مصنف نے صنف رابع میں قاعدہ نمبر ۲ (درجہ عدم استواء کی صورت میں اقرب اولیٰ اور ابعد محبوب ہوگا) کو کیوں ذکر نہیں کیا؟

جواب: چوں کہ صنفِ رابع درجہ واحدہ میں ہوتے ہیں، اور درجہ واحدہ میں

قاعدہ نمبر ۲ کی ضرورت نہیں پڑتی ہے، اسی لیے مصنف نے اس کو بیان نہیں کیا۔ (۱)

فائدہ ثانیہ: اخیا فی رشتوں میں صاحبین کا طریقہ تقسیم میں اختلاف مع دلائل:

قاعدہ نمبر (۲) میں (صنف رابع کے متعدد ہونے کی صورت میں اتحاد قرابت

ہو) اولاً قوت وضعف کے اعتبار سے ترجیح ہوگی، یعنی قوی ضعیف کو محبوب کرے گا، جس

طرح عصبات میں قوت وضعف کے ذریعہ ترجیح صرف آخری دو اقسام جہت اخوت

وعمومت میں جاری ہوئی تھی، اسی طرح یہاں بھی یہ ترجیح صرف صنف ثالث و رابع میں ہی

جاری ہوگی، قوت وضعف کے ذریعہ ترجیح کا یہ معنی عینی و علیٰ میں تو ظاہر ہے، لیکن اگر قرابت

اخیا فی ہو تو کیفیت تقسیم کیا ہوگی تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر بھی مذکر کو مؤنث کا دو گنا

ملے گا کیوں کہ ”فہم شرکاء فی الثلث“ کا قاعدہ خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے

(۱) وإنما لم يذكر الأقربية في هذا الصنف، لأنهم في درجة واحدة فلم تتصور فيهم أقربية.

(الشريفة: ص ۱۱۵)



ذوی الفروض پر ہی منحصر رہے گا، یہاں متعدد دی نہیں ہوگا، کیوں کہ ذوی الارحام کی توریث میں عصوبت کا معنی ہے فرضیت کا نہیں کہ قرابت اخیانی میں للذکر مثل حظ الأنثیین کا قاعدہ جاری نہ ہو۔ (۱)

سوال: حضرت امام ابو یوسفؒ نے صنف ثالث میں ”ولو كانا لأم المال بينهما للذكر مثل حظ الأنثیین“ اخیانی قرابت والوں کے درمیان مال للذکر مثل حظ الأنثیین قاعدہ کی روشنی میں تقسیم کیا تھا اور یہی دلیل دی تھی کہ ”فهم شركاء في الثلث“ کا قاعدہ خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اولاد الام ذوی الفروض پر ہی منحصر رہے گا، اس کا تعدیہ ذوی الارحام کی طرف جائز نہیں ہے کیونکہ ذوی الارحام کی توریث میں عصوبت کا معنی ہے تو آپ نے اسے قبول نہیں کیا تھا۔ اور اخیانی قرابت والوں کے درمیان مال علی السویہ (برابر برابر) تقسیم کیا تھا، اور یہاں صنف رابع میں نہ صرف مذہب ابی یوسف کو قبول کر رہے ہیں بل کہ اُن کی ہی دلیل پیش کر رہے ہیں؟

(۱) قال في البحر وإن كانوا جميعاً لأم، فالأصل بينهم للذكر مثل حظ الأنثیین. (البحر الرائق: ۹ / ۴۰۱) وذلك لأن الأصل في الموارث تفضيل الذكر على الأنثی، وإنما ترك هذا الأصل في الإخوة لأم بالنص على خلاف القياس، وهو قوله تعالى فإن كانوا أكثر من ذلك فهم شركاء في الثلث. والمراد الإخوة والأخوات من الأم بالإجماع وما كان مخصوصاً عن القياس لا يلحق به ما ليس في معناه من جميع الوجوه، وليس أولاد هؤلاء في معانهم من كل وجه، إذا أنهم لا يرثون بالفرضية شيئاً، فلا يطبق عليهم النص، بل يرجع في حكمهم إلى الأصل العام، وأيضاً توريث ذوی الأرحام بمعنى العصوبة، فيفضل فيه الذكر على الأنثی كما في حقيقة العصوبة.

(الجداول الإلكترونية: ص ۳۰۴)

جواب : بطور تمہید کے یہ جان لینا چاہیے کہ للذکر مثل حظ الانثیین والا قاعدہ صرف ذی فرض (اولاد الام) میں خلاف قیاس نص سے ثابت ہونے کی وجہ سے متروک ہے، ذوی الارحام میں نہیں، اور صنف ثالث میں اخوات و اخوة لام کی اولاد میں محل تقسیم کے سلسلے میں صاحبین کا اختلاف تھا، حضرت امام محمدؒ اصول میں تقسیم کرتے ہیں، اور اصول (اخوات و اخوة لام) کے ذی فرض ہونے کی وجہ سے للذکر مثل حظ الانثیین والا قانون متروک ہو گیا۔ اور امام ابو یوسفؒ فروع میں مال تقسیم کرتے ہیں، اسی لیے فروع (ابن و بنت الاخ لام) کے ذوی الارحام ہونے کی وجہ سے للذکر مثل حظ الانثیین والا قانون جاری ہوا، متروک نہیں ہوا، اور صنف رابع میں سارے ہی افراد (عمات، اعمام لام، اخوال، خالات) ذوی الارحام ہیں، اسی لیے یہاں للذکر مثل حظ الانثیین والا قانون اپنی ذکر کردہ دلائل کے ساتھ جاری ہوا۔ (مؤلف)

فائدہ ثالثہ: ذوی الارحام کی توریث میں معنی عصوبت کے نظائر:

ترجیح بالجهت: حقیقت عصبہ میں جیسے جہت کے ذریعہ ترجیح دی جاتی ہے، یعنی رشتہ بنوت، ابوت، اخوت، عمومیت میں ترتیب وار وراثت جاری ہوتی ہے، ایسے ہی ذوی الارحام کی اصناف اربعہ میں بھی ترتیب وار وراثت جاری ہوگی، یعنی صنف اول بعد کے تینوں اصناف پر مقدم ہوگا، صنف ثانی بعد کے دونوں اصناف پر، اور صنف ثالث صنف رابع پر مقدم ہوگا۔

ترجیح بالقرب: حقیقت عصبہ میں جیسے اقرب البعد سے اولیٰ ہوتا ہے، ایسے ہی ذوی الارحام میں بھی اقرب البعد سے اولیٰ ہوتا ہے۔

ترجیح بالقوت: حقیقت عصبہ میں جیسے قوی ضعیف پر مقدم ہوتا ہے، اور ضعیف محروم ہو جاتا ہے، ایسے ہی ذوی الارحام میں بھی قوی ضعیف سے مقدم ہوتا ہے۔

احراز جمیع مال: حقیقت عصبہ میں جیسے کوئی عصبہ تنہا ہونے کی صورت میں کل ترکہ لینے کی صلاحیت رکھتا ہے، ایسے ہی ذوی الارحام کی کسی بھی صنف کا کوئی وارث تنہا ہو تو وہ بھی کل ترکہ لینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

تسویہ بین الذکرین أو الانثیین: حقیقت عصبہ میں جیسے اگر صرف مذکر وارث ہوں یا صرف مؤنث وارث ہوں تو ان میں مال علی السویہ (برابر سراسر) تقسیم ہوتا ہے، ایسے ہی ذوی الارحام کے ورثاء پر بھی مال علی السویہ تقسیم ہوتا ہے۔

إجراء للذكر مثل حظ الأنثیین بین الذکر و الأنثی: حقیقت عصبہ میں جیسے اگر مذکر و مؤنث وارث مخلوط ہو کر آجائیں تو ان میں للذکر مثل حظ الانثیین قاعدہ کی روشنی میں مال تقسیم ہوتا ہے، ایسے ہی ذوی الارحام کے ورثاء میں مذکر و مؤنث مخلوط ہو کر آجائیں تو قاعدہ للذکر... الخ جاری ہوتا ہے۔ (۱)

(۱) قررُوا أن المستحق من ذوي الأرحام هو أول قريب كما أن المستحق في التعصيب هو أقرب رجل ذكر، فقاسوا الأولوية في القرابة بالنسبة لذوي الأرحام على الأولوية في القرابة بالنسبة للعصبات، وعلى ذلك قسموا ذوي الأرحام إلى أصناف، كما قسمت العصبات إلى جهات واعتبروا الأولى من ذوي الأرحام الفروع، كما كان الأولى من العصبات الفروع أيضاً، وهكذا واعتبروا الترجيع بقرب الدرجة، ثم بقوة القرابة، وبالجمله قاسوا الأولوية في ذوي الأرحام على الأولوية في العصبات، وساروا في توريث ذوي الأرحام بالطريقة الثابتة في العصبات، فإذا كان الموجود من ذوي الأرحام فرداً واحداً من أي صنف من الأصناف الأربعة السابقة، استحق التركة كلها، أو ما بقي منها بعد أحد الزوجين، كما يستحقه العاصب وإذا كان الموجود منهم =

فائدہ رابعہ: عبارت میں خلل کی وضاحت:

وإن كانوا ذكورا أو إناثا واستوت قرابتهم فللذكر مثل حظ الأنثيين.  
مذکورہ عبارت میں ذکوراً أو إناثاً کے بجائے ذکوراً و إناثاً ہونا چاہیے،  
یعنی او کی جگہ و ہونا چاہیے، کیوں کہ عبارت میں صنف رابع کا قاعدہ نمبر دو بیان ہو رہا  
ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر اتحاد قرابت ہو اور مذکر و مؤنث مخلوط ہوں تو مال للذكر مثل  
حظ الانثیین قاعدہ کی روشنی میں تقسیم ہو کر مذکر کو دو گنا اور مؤنث کو ایک گنا ملے گا اور مذکر  
و مؤنث کے مخلوط ہونے کا معنی -و- میں میں تو ہے لیکن -أو- میں نہیں۔

فائدہ خامسہ: عبارت: ”كعم وعمه كلاهما لأم“ میں قرابت ابو یہ سے  
متعلق صرف حنفی رشتہ کو ذکر کرنے کی وجہ:

مذکورہ عبارت میں مصنف نے قرابت ابو یہ سے متعلق مثال میں صرف حنفی رشتہ  
کا ذکر کیا ہے، جب کہ قرابت امویہ سے متعلق مثال میں تینوں (یعنی، علی، حنفی) رشتوں  
کا ذکر کیا ہے: أو خال وخالة لأب وأم أو لأب أو لأم، اس فرق کی وجہ ظاہر ہے۔

= أفراد متعددين، فإن كان من أصناف مختلفة، قدم من كان من الصنف الأول على سائر  
الأصناف، ومن كان من الصنف الثاني، قدم على من كان من الصنف الثالث، وهكذا وإن كانوا من  
صنف واحد فإن اختلفت جهة قدم في الإرث أقربهم درجة إلى المورث، فإن استووا في الدرجة  
قدم الأقوى منهم قرابة، فإن كانوا سواء في قوة القرابة اشتركوا في الميراث. فإن كانوا ذكورا  
فقط أو إناثا فقط، قسمت التركة بينهم بالتسوية، وإن كانوا مختلطين فللذكر مثل حظ الانثيين.

(الجداول الإلكترونية: ۱ / ص ۳۰۳، المواريث للصابوني: ص ۱۹۲)

کیوں کہ قرابت ابو یہ میں عمتہ (پھوپھی) میں تو تینوں قرابتیں (عینی، علی، خفی) جمع ہو سکتی ہیں، لیکن عم (چچا) میں یہاں (ذوی الارحام) میں صرف خفی ہی مراد لے سکتے ہیں، کیوں کہ اگر عم میں عینی یا علی قرابت مراد لیں گے، تو وہ عم عصبہ ہو جائے گا، ذی رحم باقی نہیں رہے گا، اسی لیے مصنفؒ نے قرابت ابو یہ کی مثال میں صرف خفی رشتہ پر ہی اکتفا کیا ہے۔ (مؤلف)

فائدہ سادہ: ایک سوال اور اس کا جواب:

اختلاف قرابت میں ایک طرف آپ قوت قرابت کا اعتبار نہیں کرتے ہیں، وَإِنْ كَانَ حَيْزُ قَرَابَتِهِمْ مُخْتَلِفًا فَلَا إِعْتِبَارَ لِقُوَّةِ الْقَرَابَةِ، اور دوسری طرف اسی قوت قرابت کا اعتبار کر کے قرابت ابو یہ کو دو ٹکٹ، اور قرابت امویہ کو ایک ٹکٹ دیتے ہیں، تو دونوں میں تعارض ہے؟ (۱)

جواب: یہاں کوئی تعارض نہیں ہے کیوں کہ فلا اعتبار لقوة القرابة والی عبارت میں اس قوت قرابت کی نفی مراد ہے، جو اپنی قوت کی وجہ سے جمیع مال لے لے، اور یہاں قرابت ابو یہ کی قرابت میں امویہ کی موجودگی میں کل مال لینے کی صلاحیت نہیں ہے، اسی لیے یہاں قوی کو ضعیف پر تقدم بھی حاصل نہیں ہوگا، اور اب چوں کہ بہ نسبت اُم کے قوی ہے، اسی لیے قرابت ابو یہ کو دو ٹکٹ اور امویہ کو ایک ٹکٹ کا استحقاق ہوگا۔ (۲)

(۱) فان قيل الحكم بان الثلثين لقرابة الأب ينافي قوله فلا اعتبار لقوة القرابة. (الشريفية: ص ۱۱۶)

(۲) قلنا لا منافاة إذ المراد باعتبار قوة القرابة هو أن يأخذ الأقوى جميع المال كما مر.

(الشريفية: ص ۱۱۶)

بحث رابع: صنف رابع سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب:  
حاجی فخر الحسن کا انتقال ہوا، انہوں نے اپنے پسماندگان میں صرف ایک عینی خالہ اور اخیانی پھوپھی چھوڑی؛ اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ مرحوم کی جائداد کی شرعی تقسیم کس طرح ہوگی؟

الجواب باللہ التوفیق!

بشرط تقدیم ما یقدم الارث (۱)، مرحوم کی کل متروکہ جائداد کو شرعاً تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، دو حصہ اخیانی پھوپھی کو قرابت اب کا اعتبار کرتے ہوئے دیا جائے گا، اور قرابت ام کا اعتبار کرتے ہوئے عینی خالہ کو ایک حصہ دیا جائے گا۔ (۲)

مسئلہ: ۳

خالہ عمہ (خ)

۲

۱

والحجة علی ما قلنا !

(۱) ما فی السراجی: تتعلق بتركة المیت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه و تجهيزه من غیر تبذیر و لا تقتیر، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة و إجماع الأمة. (ص ۳، ۴)

(۲) ما فی السراجی: و إن كان حیز قرابتهم مختلفا فلا إعتبار لقوة القرابة، كعمة لأب وأم وخالة لأم، أو خالة لأب وأم و عمة لأم، فالثلثان لقرابة الأب و هو نصيب الأب، والثلث لقرابة الأم و هو نصيب الأم. (ص ۷۳، فصل فی الصنف الرابع)

واللہ أعلم بالصواب!

## صنف رابع کی اولاد کا بیان

فَصْلٌ: فِي أَوْلَادِهِمْ: الْحُكْمُ فِيهِمْ: كَالْحُكْمِ فِي الصَّنْفِ الْأَوَّلِ.  
أَعْنِي أَوْلَهُمْ بِالْمِيرَاثِ أَقْرَبُهُمْ إِلَى الْمَيِّتِ مِنْ أَيِّ جَهَةِ كَانَ. وَإِنْ  
اسْتَوَوْا فِي الْقُرْبِ، وَكَانَ حِزُّ قَرَابَتِهِمْ مُتَّحِدًا، فَمَنْ كَانَتْ لَهُ قُوَّةُ  
الْقَرَابَةِ فَهُوَ أَوْلَى بِالْإِجْمَاعِ.

وَإِنْ اسْتَوَوْا فِي الْقُرْبِ وَالْقَرَابَةِ، وَكَانَ حِزُّ قَرَابَتِهِمْ مُتَّحِدًا،  
فَوَلَدُ الْعَصْبَةِ أَوْلَى، كَبْنِ الْعَمِّ وَابْنِ الْعَمَّةِ كِلَاهُمَا لِأَبٍ وَأُمٍّ أَوْ  
لِأَبٍ، الْمَالُ كُلُّهُ لِبْنِ الْعَمِّ، لِأَنَّهَا وَلَدُ الْعَصْبَةِ، وَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا  
لِأَبٍ وَأُمٍّ، وَالْآخَرُ لِأَبٍ، الْمَالُ كُلُّهُ لِمَنْ كَانَ لَهُ قُوَّةُ الْقَرَابَةِ فِي ظَاهِرِ  
الرَّوَايَةِ، قِيَاسًا عَلَى خَالَةِ لِأَبٍ مَعَ كَوْنِهَا وَلَدُ ذِي رَحِمٍ هِيَ أَوْلَى  
بِقُوَّةِ الْقَرَابَةِ مِنَ الْخَالَةِ لِأُمٍّ مَعَ كَوْنِهَا وَلَدُ الْوَارِثَةِ، لِأَنَّ التَّرْجِيحَ  
لِمَعْنَى فِيهِ وَهُوَ قُوَّةُ الْقَرَابَةِ أَوْلَى مِنَ التَّرْجِيحِ لِمَعْنَى فِي غَيْرِهِ وَهُوَ  
الْإِدْلَاءُ بِالْوَارِثِ.

وَقَالَ بَعْضُهُمْ: الْمَالُ كُلُّهُ لِبْنَتِ الْعَمِّ لِأَبٍ، لِأَنَّهَا وَلَدُ الْعَصْبَةِ  
وَإِنْ اسْتَوَوْا فِي الْقُرْبِ، وَلَكِنْ اخْتَلَفَ حِيزُ قَرَابَتِهِمْ، فَلَا إِعْتِبَارَ لِقُوَّةِ  
الْقَرَابَةِ وَلَا لَوَلَدِ الْعَصْبَةِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، قِيَاسًا عَلَى عَمَّةِ لِأَبٍ وَأُمِّ  
مَعَ كَوْنِهَا ذَاتُ الْقَرَابَتَيْنِ وَوَلَدُ الْوَارِثِ مِنَ الْجِهَتَيْنِ هِيَ لَيْسَتْ  
بِأُولَى مِنَ الْخَالَةِ لِأَبٍ أَوْ لِأُمِّ.

وَلَكِنَّ الثَّلَاثِينَ لِمَنْ يُدْلَى بِقَرَابَةِ الْأَبِ، فَيُعْتَبَرُ فِيهِمْ قُوَّةُ  
الْقَرَابَةِ، ثُمَّ وَلَدُ الْعَصْبَةِ، وَالثَّلَاثُ لِمَنْ يُدْلَى بِقَرَابَةِ الْأُمِّ وَتُعْتَبَرُ فِيهِمْ  
قُوَّةُ الْقَرَابَةِ. ثُمَّ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى مَا أَصَابَ كُلَّ فَرِيقٍ  
يُقَسَّمُ عَلَى أَبْدَانِ فُرُوعِهِمْ مَعَ إِعْتِبَارِ عَدَدِ الْجِهَاتِ فِي الْفُرُوعِ -  
وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يُقَسَّمُ الْمَالُ عَلَى أَوَّلِ بَطْنٍ اخْتَلَفَ  
مَعَ إِعْتِبَارِ عَدَدِ الْفُرُوعِ وَالْجِهَاتِ فِي الْأَصُولِ - كَمَا فِي الصَّنْفِ  
الْأَوَّلِ، ثُمَّ يَنْتَقِلُ هَذَا الْحُكْمُ إِلَى جِهَةِ عُمُومَةِ أَبَوَيْهِ وَخَوَوُكُلَيْهِمَا، ثُمَّ  
إِلَى أَوْلَادِهِمْ كَمَا فِي الْعَصَبَاتِ.

ترجمہ: یہ فصل ہے صنف رابع کی اولاد کے بیان میں۔ ان کا حکم (بھی) پہلی قسم کے حکم کی  
طرح ہے، یعنی ان میں ترکہ کے سب سے زیادہ حقدار وہ ہوں گے جو میت سے سب سے  
زیادہ قریب ہوں گے، خواہ کسی جہت کے ہوں اور اگر قرب درجہ میں سب برابر ہوں اور



ان کے رشتہ کے جہت بھی ایک ہو تو جس کو قوتِ قرابت (رشتہ) حاصل ہوگی وہی بالا جماع ترکہ کا زیادہ مستحق ہوگا۔

اور اگر سب قرب درجہ اور رشتہ میں برابر ہوں اور ان کے رشتوں کی جہت بھی ایک ہو تو عصبہ کی اولاد ترکہ کی زیادہ لائق ہوگی، جیسے چچا کی لڑکی اور پھوپھی کا لڑکا، دونوں حقیقی ہوں، یا دونوں علاتی ہوں، پورا ترکہ چچا کی لڑکی کا ہوگا، اس لیے کہ وہ عصبہ کی اولاد ہے، اور اگر ان دونوں (چچا اور پھوپھی) میں سے ایک حقیقی اور دوسرا علاتی ہو تو ظاہر الروایہ کے مطابق سارا ترکہ قوتِ قرابت والے کو ملے گا، علاتی خالہ پر قیاس کرتے ہوئے، کہ وہ ذی رحم کی اولاد ہونے کے باوجود قوتِ قرابت کی وجہ سے اخیا فی خالہ سے بہتر ہے؛ حالاں کہ یہ اخیا فی خالہ وارث (نانی) کی اولاد ہے اس لیے کہ ترجیح ایسے وصف کے ذریعہ جو اس کے اندر موجود ہے اور وہ قوتِ قرابت ہے، اس وصف کے ذریعہ ترجیح دینے سے بہتر ہے جو اس کے غیر میں موجود ہے اور وہ وارث کے واسطے سے منسوب ہونا ہے۔

اور بعض مشائخ فرماتے ہیں: کہ سارا ترکہ علاتی چچا کی لڑکی کو ملے گا اس لیے کہ وہ عصبہ کی اولاد ہے، اور اگر قرب درجہ میں سب برابر ہوں، لیکن ان کے رشتوں کی جہت مختلف ہو تو ظاہر الروایہ کے مطابق قوتِ قرابت اور عصبہ کی اولاد ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، حقیقی پھوپھی پر قیاس کرتے ہوئے کہ وہ دو رشتوں والی ہونے اور دو طرف سے وارث کی اولاد ہونے کے باوجود علاتی یا اخیا فی خالہ سے بہتر نہیں، لیکن جو اولاد باپ کے رشتہ سے منسوب ہوتی ہیں ان کو ثلثان ملتا ہے، پھر ان کے آپس میں قوتِ قرابت کا اعتبار ہوتا ہے، اس کے بعد عصبہ کی اولاد ہونے کا، اور ثلث ماں کے رشتہ سے منسوب ہونے

والی اولاد کو ملتا ہے اور ان کے آپس میں (صرف) قوتِ قرابت کا اعتبار ہوتا ہے۔

پھر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جو کچھ ہر فریق کو پہنچا اسے ان کے فروع کے رؤس پر تقسیم کیا جائے گا فروع میں رشتوں کی تعداد کے اعتبار سے اور امام محمدؒ کے نزدیک پہلے والے اختلافی بطن پر ترکہ تقسیم ہوگا، اصول میں فروع اور رشتوں کی تعداد کے اعتبار سے جیسا کہ پہلی قسم میں گذرا۔ پھر یہ حکم میت کے والدین کے چچا، پھوپھیوں، ماموں اور خالاؤں کی طرف منتقل ہوگا، پھر ان کی اولاد کی طرف، پھر میت کے والدین کے والدین کے چچا، پھوپھیوں اور خالاؤں کی طرف منتقل ہوگا، پھر ان کی اولاد کی طرف، جیسا کہ عصبات میں ہوتا ہے۔

توضیح و تشریح: یہاں چار بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) تمہید (۲) قواعد اربعہ مع امثلہ

(۳) متعدد رشتوں کا حکم مع مثال

(۴) اس فصل سے متعلق چھ اہم فائدے

بحث اول: تمہید:

چوتھی قسم کے ذوی الارحام کی احکام مصنفؒ نے دو فصلوں میں بیان کئے ہیں، گذشتہ فصل میں صلبی ذوی الارحام کی توریث کا بیان تھا، اب اس فصل میں ان کی اولاد کی توریث کا بیان ہے، اور اولاد سے مراد پھوپھی، خالہ، ماموں، اور اخیانی چچا کی اولاد اور حقیقی و علاتی چچاؤں کی مَوْنِث اولاد ہیں۔

## بحث ثانی: قواعد اربعہ مع امثلہ:

پہلا قاعدہ: وارث ایک ہو تو وہ کل مال کا مستحق ہوگا۔

| مسئلہ: ۱       | مسئلہ: ۱ | مسئلہ: ۱ |
|----------------|----------|----------|
| م              | م        | م        |
| الخال / الخالة | العمة    | العم (خ) |
| ابن            | ابن      | بنت      |
| ۱              | ۱        | ۱        |

دوسرا قاعدہ: اگر چوتھی قسم کے ذوی الارحام کی اولاد متعدد ہوں اور بعض اقرب ہوں اور بعض ابعد تو اقرب وارث ہوگا اور ابعد محجوب۔

| مسئلہ: ۱      | مسئلہ: ۱    |
|---------------|-------------|
| م             | م           |
| الخالة الخالة | العمة العمة |
| ابن بنت       | بنت بنت     |
| ابن           | ابن         |
| ۱ م           | ۱ م         |

تیسرا قاعدہ: اگر چوتھی قسم کے ذوی الارحام کی اولاد متعدد ہوں اور درجہ استواء میں ہوں یعنی سب برابر کے رشتہ دار ہوں اور اتحاد قرابت ہو، یعنی سب باپ کے رشتہ سے ہوں یا سب ماں کے رشتہ سے، تو اس کی تین صورتیں بنے گی۔

صورتِ اولیٰ: بعض وارث کی قرابت قوی ہوگی اور بعض کی ضعیف تو بالاتفاق  
توریت میں قوتِ قرابت کا اعتبار ہوگا یعنی عینی، علیٰ و حنفی کو اور علیٰ حنفی کو محبوب کرے گا۔

مسئلہ: ۱ (قرابت ابوہ)

| العمة (ع) | العمة (عل)         | العمة (خ) |
|-----------|--------------------|-----------|
| بنت       | ابن                | ابن       |
| ۱         | محبوب لضعف القرابة |           |

مسئلہ: ۱ (قرابت امویہ)

| الحالة (ع) | الحالة (عل)        | الحالة (خ) |
|------------|--------------------|------------|
| بنت        | ابن                | ابن        |
| ۱          | محبوب لضعف القرابة |            |

صورتِ ثانیہ: اگر صنفِ رابع کی اولاد درجہ استواء میں ہوں اور جہتِ قرابت  
کے ساتھ قوتِ قرابت کا بھی اتحاد ہو، جس کی وجہ سے قوتِ قرابت والا قانون جاری نہ ہو  
سکے تو ولد الوارث والا قاعدہ جاری ہوگا، یعنی ولد وارث ولد غیر وارث کو محبوب کرے گا۔ جیسے:

مسئلہ: ۱

العم (ع/عل)      العمة (ع/عل)

بنت      ابن

۱      محبوب لكونه ولد غیر الوارث

صورتِ ثالثہ: اگر دونوں (قوتِ قرابت، ولد الوارث) قوانین کا تعارض ہو جائے تو ظاہر الروایہ، روایت کے مطابق پہلے قانون (قوتِ قرابت) کو ترجیح ہوگی۔ جیسے:

مسئلہ: ۱ (تعارض قوانین کی مثال)

العمۃ (ع)

العم (عل)

ابن

بنت

ولد غیر الوارث قوی القرابۃ

ولد الوارث ضعیف القرابۃ

۱

۲

نوٹ: ظاہر الروایہ وغیر ظاہر الروایہ کی وجہ و دلیل فوائد میں آرہی ہے۔

چوتھا قاعدہ: اگر چوتھی قسم کے ذوی الارحام کی اولاد متعدد ہوں، اور سب درجہ استواء میں ہوں؛ مگر اختلافِ قرابت ہو یعنی بعض وارث باپ کے رشتہ کے ہوں، اور بعض ماں کے رشتہ کے، تو اس وقت نہ قوتِ قرابت کا اعتبار ہوگا اور نہ ولد وارث ہونے کا، یعنی ان دونوں کا ایسا اعتبار نہ ہوگا کہ مقابل والا بالکلیہ وراثت سے محروم ہو جائے؛ البتہ قرابت ابو یہ کو ثلثان اور امویہ کو ثلث ملے گا۔ یہی ظاہر روایت ہے۔ جیسے:

مسئلہ (۳) لا اعتبار لقوة القرابة

مسئلہ: ۳ (لا اعتبار لقوة القرابة)

الخال (ع)

العمۃ (عل)

الخالۃ (عل)

العمۃ (ع)

ابن

بنت

ابن

بنت

۱

۲

۱

۲

|                                  |                                  |
|----------------------------------|----------------------------------|
| مسئلہ: ۳ (لا اعتبار لولد الوارث) | مسئلہ: ۳ (لا اعتبار لولد الوارث) |
| العم (عل)                        | الخالة (ع)                       |
| ابن                              | ابن                              |
| بنت                              | بنت                              |
| ۱                                | ۲                                |

اس ظاہر روایت کی دلیل ایک قیاس ہے، جب کہ حقیقی پھوپھی ہو اور علاقائی یا اخیا فی خالہ ہو۔ جیسا کہ مثال میں ابھی گزرا۔ تو اس وقت حقیقی پھوپھی پوری میراث کی حقدار نہیں ہوتی بل کہ ثلثان کی حقدار ہوتی ہے، باوجود اس کے کہ یہ حقیقی پھوپھی ذات القرابتین ہے یعنی دادا کی بھی لڑکی ہے اور دادی کی بھی لڑکی ہے اور ولد الوارث بھی ہے یعنی دادا اور دادی جو کہ ذوی الفروض میں سے ہیں، ان کی لڑکی ہے اس کے باوجود پوری میراث کی حقدار نہیں ہوتی اور علاقائی خالہ صرف نانا کی لڑکی ہے اور نانا وارث بھی نہیں ہے، اور اخیا فی خالہ صرف نانی کی لڑکی ہے، نانا کی نہیں اس کے باوجود میراث کا ثلث حصہ پاتی ہے، تو اسی طرح یہاں اولاد میں بھی قوت قرابت یا ولد وارث سے ترجیح نہیں ہوگی۔

پھر اس چوتھے قاعدہ کے تحت اگر ہر فریق میں متعدد وارث ہوں تو باپ کے رشتے والوں میں قوت قرابت سے پھر ولد الوارث دونوں سے ترجیح ہوگی اور جانب اُم میں صرف قوت قرابت سے ترجیح ہوگی کیوں کہ ان میں عصبہ نہیں ہوتے۔ جیسے:

مسئلہ: ۳ (جانب اَب میں قوت قرابت کے ذریعہ ترجیح)

|           |            |            |
|-----------|------------|------------|
| العمة (ع) | العمة (عل) | الخالة (ع) |
| بنت       | بنت        | بنت        |
| ۲         | م          | ۱          |

مسئلہ: ۳ (جانب اُم میں قوت قرابت کے ذریعہ ترجیح)

العمۃ (ع) الخالۃ (ع) الخالۃ (عل)

بنت بنت بنت

۲ ۱ م

مسئلہ: ۳ (جانب اَب میں ولد وراثت کے ذریعہ ترجیح)

العمۃ (ع) العم (ع) الخال (ع)

بنت بنت ابن

م ۲ ۱

بحثِ ثالث: متعدد درشتوں کا حکم:

اگر اسی صنفِ رابع کے فروع کا اصول سے متعدد درشتہ ہو تو صنفِ اول کی طرح امام ابو یوسفؒ فروع کے ابدان پر ترکہ تقسیم کرتے ہیں، اور فروع کی تعداد اصول سے متعین کرتے ہیں۔ اور امام محمدؒ اولاً ترکہ اختلافی بطن پر تقسیم کرتے ہیں، اور اصول کی تعداد فروع کی تعداد سے متعین کرتے ہیں، پھر اصول ہی کا ترکہ ان کے فروع کو دیتے ہیں، اور پہلی قسم کی طرح یہاں بھی امام محمدؒ کا قول راجح ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ خالد کا انتقال ہوا، اور اس کے ورثاء یہ ہیں: (۱) علاتی پھوپھی کی بیٹی کے دو بیٹے زید اور قاسم (۲) دوسری علاتی پھوپھی کا لڑکا اور علاتی چچا کی لڑکی سے (جوز و جین ہیں) دو بیٹیاں فاطمہ اور عائشہ (۳) علاتی خالہ کی بیٹی کی دو بیٹیاں نسیمہ اور

کریمہ (۴) دوسری علاقائی خالہ کے ابن اور علاقائی ماموں کی بیٹی سے (جوز و جین ہیں) دو بیٹے ہیں عابد اور عاصم۔

پس امام ابو یوسفؒ ترکہ اس طرح تقسیم کرتے ہیں کہ باپ کے رشتے کی اولاد والوں کو ثلثان، اور ماں کے رشتہ والوں کی اولاد کو ثلث دیتے ہیں، پس مسئلہ ”۳“ سے بنے گا، ان میں دو چچا اور پھوپھیوں کی اولاد کو مشترکہ طور پر ملے گا، اور ایک حصہ خالاؤں اور ماموں کی اولاد کو مشترکہ طور پر ملے گا، پھر فروع کی تعداد اصول کو سامنے رکھ کر فرض کر کے ترکہ تقسیم کر دیتے ہیں۔ اس کا نقشہ درج ذیل ہے:

عند ابی یوسفؒ:

مسئلہ: ۳۰ = ۱۰ × ۳ (اعداد محفوظہ: ۵، ۲)

| عمۃ لاب (۱۰ × ۲) |      | عمۃ لاب |       | عم لاب |       | خالہ لاب (۱۰ × ۱) |      | خالہ لاب |     | خال لاب |     |
|------------------|------|---------|-------|--------|-------|-------------------|------|----------|-----|---------|-----|
| ۲۰               |      |         |       |        |       |                   |      |          |     | ۱۰      |     |
| ابن              | ابن  | ابن     | ابن   | ابن    | ابن   | ابن               | ابن  | ابن      | ابن | ابن     | ابن |
| زید              | قاسم | فاطمہ   | عائشہ | نسیمہ  | کریمہ | عابد              | عاصم |          |     |         |     |
| ۵                | ۵    | ۵       | ۵     | ۱      | ۱     | ۲                 | ۲    |          |     |         |     |

وضاحت: باپ کے رشتے کے فروع کی تعداد آٹھ ہوگی، دو ابن برابر چار بنات، اور دو بنات کا رشتہ دو اصلوں سے ہونے کی وجہ سے وہ چار شمار ہوں گی، کل آٹھ بنات ہونیں، اختصار کر کے چار ابناء کر دیے، ان چار ابناء کو ۲ ملے ہیں، تو رؤس اور سہام میں تداخل ہونے کی وجہ سے دخل (۲) کو محفوظ کر لیا، ماں کی رشتہ کے فروع کی تعداد کل دس ہوگی، دو



بنات، اور دو ابن کا دو اصلوں سے رشتہ ہونے کی وجہ سے چار ابن ہوئے، جو برابر آٹھ بنات کے ہیں، تو کل دس بنات ہوئیں، اختصار کر کے پانچ ابناء کر دیا گیا، ان پانچ فروع کو اصل مسئلہ سے ایک ملا ہے، پھر رؤس اور سهام میں بتاین ہونے کی وجہ سے عدد رؤس پانچ کو محفوظ کر لیا، اور پانچ اور دو میں بتاین ہونے کی وجہ سے ایک کے کل کو دوسرے کے کل میں ضرب دینے سے حاصل ضرب دس آیا، جس کو اصل مسئلہ تین میں ضرب دیا تو تصحیح تیس سے ہوئی، پھر دس کو دو میں اور ایک میں ضرب دینے سے پہلے گروپ کو بیس اور دوسرے گروپ کو دس ملے جو ان کے درمیان تقسیم کر دیے گئے، پہلے گروپ کی ہر فرع کو پانچ پانچ، اور دوسرے گروپ کی دو بنات کو ایک ایک اور دونوں ابناء کو چار چار ملے۔

مسئلہ:  $۳۶ = ۳ \times ۱۲ = ۴ \times ۹$  (اعداد محفوظہ: ۳، ۴) (وعند محمد)

بطن اول: عمۃ لاب عمۃ لاب عم لاب خالۃ لاب خالۃ لاب (۴ = ۴ × ۱) خالۃ لاب  
 $۱۲ = ۳ \times ۴ = ۴ \times ۳$   $۱۲ = ۳ \times ۴ = ۴ \times ۳$   $۶ = ۳ \times ۲$   $۶ = ۳ \times ۲$

بطن ثانی: بنت ابن - زوجین - بنت بنت ابن - زوجین - بنت  
 ۴ ۸ ۱۲ ۲ ۴ ۶

بطن ثالث: ابن ابن بنت بنت بنت بنت ابن ابن بنت بنت بنت بنت  
 (رشید) (فرید) (فاطمہ) (عائشہ) (نسیم) (کریمہ) (عابد) (عام)  
 $۶ + ۴$   $۲$   $۲$   $۶ + ۴$   $۱$   $۱$   $۳ + ۲$   $۳ + ۲$   
 ۱۰ ۱۰ ۵ ۵

وضاحت: دیکھئے اولاً امام محمدؒ اختلافی بطن کی وجہ سے ترکہ اصول پر تقسیم کرتے ہیں، اور اصول کی تعداد فروع سے متعین کرتے ہیں، تو پہلی پھوپھی دو فروع ہونے کی وجہ سے دو

کے قائم مقام ہوئی، اور دوسری پھوپھی کی دو فروغ ہونے کی وجہ سے وہ بھی دو کے قائم مقام ہوئی، کل چار پھوپھیاں ہوئیں جو دو عم کے برابر ہیں اور عم لاب کے دو فروغ ہونے کی وجہ سے وہ بھی دو کی قائم مقام ہوا، تو کل باپ کے رشتہ والوں کے اصول کی تعداد ۴ رؤس ہوئی اور ان کو اصل مسئلہ سے ۲ ملے ہیں، تو ان میں سے ایک عم لاب کو دیا، جو برابر دو عم کے ہے اور ایک دو پھوپھیوں کو دیا جو برابر دو عم کے ہیں، اب مذکر اور مؤنث کا الگ الگ طائفہ کر دیا گیا۔

پھر ماں کے رشتوں والوں کے اصول میں آئیے! اس میں بھی علاقائی خالہ کے دو فروغ ہونے کی وجہ سے دو شمار ہوئی، اور دوسری خالہ بھی اس کے فروغ کے دو ہونے کی وجہ سے دو شمار ہوئی، کل چار خالہ برابر دو ماموں کے ہوئیں، اور علاقائی ماموں کے دو فروغ ہونے کی وجہ سے وہ بھی دو کے قائم مقام ہوا، تو کل چار ماموں ہوئے، اور ان کو اصل مسئلہ سے ایک ملا ہے، جو ان کے مؤنث و مذکر طائفہ پر برابر تقسیم نہیں ہوتا، اس لیے عدد رؤس ”۴“ اور ایک سہام میں بتاؤں گی وجہ سے عدد رؤس (۴) کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا تو تصحیح (۱۲) آئی، اب اس مضروب (۴) کو سب کے سہام میں ضرب دیا تو باپ کی رشتہ کے اصول میں مؤنث طائفہ کے ایک سہام میں ضرب دینے سے (۴) حاصل ضرب آیا، اور مذکر طائفہ کے ایک سہام میں ضرب دینے سے بھی (۴) حاصل ضرب آیا، اب یہ باپ کے رشتہ کے اصول میں ترکہ تقسیم ہو گیا، اب ماں کے رشتوں کے اصول کو اصل مسئلہ سے ایک ملا تھا اس کو بھی (۴) میں ضرب دینے سے حاصل ضرب (۴) آیا، اب اس (۴) کو بھی ماں کے رشتہ کے اصول کے مذکر و مؤنث طائفہ پر تقسیم کر دیا تو مؤنث طائفہ (دو علاقائی خالہ) کو بھی

دو ملا، اور مذکر طائفہ یعنی علاقائی ماموں کو بھی دو ملا، اس میں بھی اصول میں ترکہ تقسیم ہو گیا۔

اب بطنِ ثانی میں آئیے بطنِ ثانی میں باپ کے رشتہ کی مؤنث طائفہ کے فروع میں ایک بنت ہے، جو دو فروع کی وجہ سے دو بنت شمار ہوگی، لہذا وہ ایک ابن کے برابر ہوگی، اور ایک ابن کے فروع کے دو ہونے کی وجہ سے وہ بھی دو ابن کے قائم مقام ہوا، کل تین ابناء ہوئے اور ان کو اپنے مؤنث اصول سے (۴) ملے ہیں، جو برابر منقسم نہیں ہوتے، اور دونوں میں بتاؤں ہونے کی وجہ سے ۳ عددِ رؤس کو محفوظ کر لیا، اب باپ کے رشتہ کے مذکر طائفہ کے فروع میں ایک بنت ہے، جو اس کی فروع کے دو ہونے کی وجہ سے دو بنت کے قائم مقام ہے، اور اس کو اپنے مذکر اصل سے (۴) ملے ہیں، جو اس کی فروع پر برابر منقسم ہو جاتے ہیں، لیکن ابھی تقسیم مت کرو، بل کہ یوں ہی چھوڑ دو۔

اب بطنِ ثانی کے ماں کے رشتہ کے فروع میں آئیے: ماں کے رشتہ کے مؤنث اصول و طائفہ کے نیچے کل تین ابناء ہوں گے جیسے باپ کے رشتہ کے مؤنث طائفہ کے فروع میں تھا، ان تین ابناء کو اپنے مؤنث اصول سے (۲) ملے ہیں، جو منقسم نہیں ہوتے، تو عددِ رؤس (۳) کو محفوظ کر لیا، اور ماں کے رشتہ کے مذکر طائفہ کی فروع میں ایک بنت ہے جس کی دو فروع ہیں اور اس کو اپنے مذکر اصل سے (۲) ملے ہیں جو برابر تقسیم ہو جاتے ہیں، لیکن ابھی یوں ہی چھوڑ دو۔

اب محفوظ عددِ رؤس (۳-۳) ہوئے مماثلت ہونے کی وجہ سے ایک کو لے کر اصل مسئلہ میں ضرب دیا تو تصحیح ”۳۶“ سے ہوئی پھر مضروب کو سہام میں ضرب دیا یعنی تین کو بطنِ اول کے باپ کے رشتہ کی مؤنث طائفہ کے چار سہام میں ضرب دیا تو حاصل

ضرب بارہ آیا، جو ان کی فروع کو دیے، یعنی بنت (جو دو بنت بن کر ایک ایک ابن کے قائم مقام ہوئی تھیں) کو چار دیے، جو اس کی فروع یعنی بطن ثالث میں زید اور قاسم کو (۲-۲) دیے، او بطن ثانی کے باپ کے رشتہ کے ابن (جو دو ابن کے قائم مقام تھا) کو آٹھ دیے، جو اس کی فروع فاطمہ اور عائشہ کو چار چار دیے، پھر (۳) مضروب کو باپ کے رشتہ کے مذکر طائفہ کے چار سہام میں ضرب دینے سے بارہ حاصل ضرب آیا، جو بارہ اس کی مؤنث فرع بنت کے فروع فاطمہ اور عائشہ کو چھ چھ دیے، ہر ہر بنت کے دس حصے ہو گئے، پھر تین مضروب کو ماں کے رشتہ کے مؤنث طائفہ کے دو سہام میں ضرب دینے سے حاصل ضرب (۶) آیا جس میں سے اس کی فروع میں بنت (جو دو بنت یعنی ایک ابن کے قائم مقام تھی) کو دو دیے، اور وہ دو اس بنت کی فروع میں نسیمہ اور کریمہ کو ایک ایک دے دیا، اور چھ میں سے چار ابن کو دیے (جو دو ابن کے قائم مقام تھا)، پھر اس کی فروع میں عابد اور عاصم کو دو دو دے دیے، پھر تین مضروب کو ماں کے رشتہ کے مذکر طائفہ کے سہام میں ضرب دینے سے حاصل ضرب چھ آیا، جو اس کی فرع بنت کو دے کر اس بنت کی فروع میں عابد کو (۳) اور عاصم کو (۳) دے دیے، ہر ہر ابن کو پانچ پانچ حصے ہوئے، پھر ساری فروع کے سہام کا مجموعہ ”۳۶“ ہو گیا جو برابر تصحیح کے ہو گیا، یہی تشریح معتمد ہے۔

### فروع میں تعدد ماننے کی وجہ:

امام ابو یوسفؒ فروع میں اصول کا اعتبار کر کے تعدد مانتے ہیں، اس کی وجہ غالباً یہ ہو سکتی ہے (یعنی جس فرع کا دو اصول سے تعلق ہو اس کو دو فروع مانتے ہیں) کہ جب وہ فرع دو اصول سے تعلق رکھتی ہے تو اس کو اپنے دونوں اصول سے میراث ملے گی، کیوں کہ

وہ دونوں کی فرع ہے، اور یہ مکمل حصہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ اصول کے مانند فروع میں بھی تعدد فرض کیا جائے؛ ورنہ اگر اس فرع کو جس کی اصلیں متعدد ہوں، ایک ہی فرع مان کر ترکہ تقسیم کریں تو اس کو اتنا ہی ترکہ ملے گا جتنا اس فرع کو ملتا ہے جس کی اصل ایک ہی ہو، اور یہ صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ جس فرع کا تعلق متعدد اصول سے ہو تو اس کو میراث بھی زیادہ ملنی چاہیے، یہ تو فروع میں تعدد ماننے کی وجہ ہوئی۔

### اصول میں تعدد ماننے کی وجہ:

امام محمدؒ ان اصول کو متعدد مانتے ہیں جن کی فروع متعدد ہوں، یہ اس وجہ سے کہ حضرت امام محمدؒ اولاً ترکہ اصول پر تقسیم کرتے ہیں اور بعینہ وہی متعدد ترکہ فروع کو دیتے ہیں؛ اگر اصول میں تعدد نہیں مانیں گے تو متعدد اصول سے تعلق رکھنے والے فروع کو کم ملے گا۔

### آگے کے ذوی الارحام میں وراثت کا حکم:

اگر میت کے چچا، پھوپھی، خالہ اور ماموں وغیرہ نہ ہوں اور ان کی اولاد میں سے بھی کوئی نہ ہو تو میت کے والدین کے چچا، پھوپھی، خالہ اور ماموں وارث ہوں گے، پھر ان کی اولاد مذکورہ قواعد کے مطابق وارث ہوگی، یعنی ان میں سے کوئی ایک ہوگا تو پورے ترکہ کا حقدار ہوگا، اور متعدد ہونے کی صورت میں اگر صرف والد یا والدہ کے رشتہ ہوں تو ان کو قوتِ قرابت سے ترکہ ملے گا، یعنی حقیقی کو علاتی اور علاتی کو اخیانی پر ترجیح ہوگی، اور مذکر و مؤنث کے اختلاط کی صورت میں مذکر کو دو گنا ملے گا، اور اگر یہ بھی نہ ہو تو میت کے دادا اور دادی کے چچا، پھوپھی، خالہ اور ماموں پھر ان کی اولاد وارث ہوگی اور عصبات کی طرح یہ سلسلہ بھی چلتا رہے گا۔

بحثِ رابع: ذوی الارحام سے متعلق چھ اہم فائدے:

فائدہ اولیٰ: صنفِ رابع کی اولاد کے لیے مستقل فصل قائم کرنے کی وجہ:

مصنف نے صنفِ رابع کی اولاد کے لیے مستقل فصل قائم کی جب کہ اصنافِ ثلاثہ متقدمہ کی اولاد کے لیے مستقل فصل قائم نہیں کی، اس کی وجہ یہ ہے کہ: پہلی تین اصناف میں عالین (اوپر والے) ذوی الفروض وعصبات میں سے ہوتے تھے اور سافلین (نیچے والے) ذوی الارحام میں سے مثلاً صنفِ اول میں بنت ذوی الفروض میں سے ہے اور اولاد البنت ذوی الارحام میں سے علیٰ ہذا القیاس؛ لہذا صرف سافلین کے احوال کے بیان کی ضرورت تھی۔

برخلاف صنفِ رابع کہ یہاں عالین بھی ذوی الارحام میں سے ہیں، اور سافلین بھی، دونوں کے احوال میں فرق ہے جیسا کہ صنفِ رابع میں مصنفؒ نے درجہٴ عدم استواء والا قاعدہ کیوں نہیں بیان کیا، اس سوال کے جواب میں معلوم ہو چکا تھا کہ اس قاعدہ کی ضرورت درجہٴ واحدہ میں نہیں پڑتی ہے اور صنفِ رابع کے اصول درجہٴ واحدہ میں ہی منحصر ہوتے ہیں، برخلاف صنفِ رابع کی اولاد کے وہ درجہٴ واحدہ میں منحصر نہیں ہیں، اسی لیے عدم استواء والا قاعدہ ”الأقرب فالأقرب“ صنفِ رابع کی اولاد میں بیان کیا گیا اور ان دونوں یعنی صنفِ رابع اور ان کی اولاد کے اسی فرق کو بتانے کے لیے مصنفؒ نے ذوی الارحام کے شروع میں صنفِ رابع کے جو افراد گنوائے تھے ”الصنف الرابع ينتمي إلى جدي الميت أو جدتيه وهم العمات والأعمام لأُم والأخوال والخالات“ ان میں ”بنات العم“ کو اسی لیے شامل نہیں کیا کہ اس کے احوال صنفِ

رابع کے اصول جیسے نہیں ہیں، اسی لیے مصنف نے صنفِ رابع کے لیے الگ فصل اور ان کی اولاد کے لیے الگ فصل قائم کیا۔ (۱)

فائدہ ثانیہ: تعارضِ قانونین (قوتِ قرابت، ولد الوارث) کی دو صورتیں:

مصنف نے عبارت ”وَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا (أَيُّ الْعَمَةِ) لَأَبٍ وَأُمٍّ، وَالْآخَرُ (أَيُّ الْعَمِ) لَأَبٍ كَانَ الْمَالُ كُلُّهُ لِمَنْ كَانَتْ لَهُ قُوَّةُ الْقَرَابَةِ فِي ظَاهِرِ الرَّوَايَةِ“ میں جو تعارضِ قانونین (ترجیح بالقوت، ترجیح بالاء الى الوارث) کو بیان کیا ہے، وہ دو صورتوں کو شامل ہے۔

### (۱) صورتِ اتفاقیہ:

عم عینی کی لڑکی کے ساتھ علاقائی پھوپھی کا لڑکا ہو، تو یہاں بالاتفاق مال عم عینی کی لڑکی کو ملے گا، اس سلسلے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، کیوں کہ عم عینی کی لڑکی ولدِ عصبہ ہونے کے ساتھ قوتِ قرابت کے وصفِ ترجیح سے بھی متصف ہے۔ مثلاً:

(۱) قد مر أن الصنف الأول أولاد البنات و أولاد البنات الابن، وهذه العبارة بإطلاقها قد تحمل على أولاد المنسوبة إلى البنات و بنات الابن بلا واسطة أو بواسطة أيضا، فإن أريد التصريح بذلك زيد قولنا و إن سفلوا و الحكم في الكل أعني فيمن علا و سفل واحد كما تقرر، و إن الصنف الثاني هم الساقطون من الأجداد و الجدات و إن علوا، و الحكم في الكل واحد كما عرفته، و العبارة مطلقة و ليس في هذا الصنف اعتبار أولادهم، و إن الصنف الثالث أولاد الأخوات و بنات الإخوة و بنو الإخوة لأم، و هذه العبارة كالأولى يتناول من يكون بواسطة و الحكم أيضا واحد، أما الصنف الرابع و هم العمات و الأعمام و الخالات فليس تتناول العبارة عنهم أولادهم فلذلك احتيج إلى تخصيص أولادهم بالذكر و بيان أحكامهم. (الشريفية: ص ۱۷۷)

مسئلہ: ۱

العم (ع)      العمة (عل)

بنت      ابن

۱      محبوب لکونہ ولد غیر الوارث وضعف القرابة

(۲) صورت اختلافیہ:

یعنی پھوپھی کی اولاد کے ساتھ علاقائی چچا کی لڑکی ہو، تو یہاں کل مال کے استحقاق کے سلسلے میں دونوں ترجیحوں کا تعارض ہو گیا، عمہ یعنی کی اولاد کے ساتھ قوت قرابت والا قانون ہے جو اس کے لیے کل مال کا استحقاق ثابت کر رہا ہے، اور عم علاقائی کی لڑکی کے ساتھ ولد وارث والا قانون ہے جو اس کے لیے کل مال کا استحقاق ثابت کر رہا ہے۔

مسئلہ: ۱

اب اس تعارض قانونین کی صورت میں ظاہر الروایہ قول کے مطابق قوت قرابت والے قانون کو ترجیح بالادلا دالی الوارث والے قانون پر ترجیح حاصل ہوگی۔ مثلاً:

العم (عل)      العمة (ع)

بنت      ابن

م      ا

مصنف نے مذکورہ عبارت سے صورت اختلافیہ کو مراد لیا ہے، صورت اتفاقیہ

کو نہیں کیوں کہ صورت اتفاقیہ کی شکل میں دونوں قانون کا تعارض ہی نہیں ہوتا ہے۔ (۱)

(۱) وإن كان أحدهما لأب وأم والآخر لأب، كان المال كله لمن كانت له قوة القرابة، لم يرد بهذه العبارة ما يتبادر من إطلاقها، لأن العم إذا كان لأب وأم والعمة لأب فلا خلاف لأحد في أن =



فائدہ ثالثہ: ظاہر الروایہ اور غیر ظاہر الروایہ قول کی وجہ و دلیل:

تعارضِ قانونین (ترجیح بالقوت، ترجیح بالادلاء الی الوارث) کی صورت میں ظاہر الروایہ قول کے مطابق ترجیح بالقوت والے قانون کو ترجیح ہوتی ہے تو ظاہر الروایہ وغیر ظاہر الروایہ قول کی وجہ و دلیل کیا ہے۔

ظاہر الروایہ قول کی دلیل:

ایک قیاس ہے جس کو مصنفؒ نے ”قِيَاسًا عَلَى خَالَةِ لِأَبٍ مَعَ كَوْنِهَا وَلَدٌ ذِي رَحِمٍ هِيَ أَوْلَى بِقُوَّةِ الْقَرَابَةِ مِنَ الْخَالَةِ لِأُمٍّ مَعَ كَوْنِهِ وَلَدٌ الْوَارِثَةُ“ عبارت میں بیان کیا ہے۔

جس کی تفصیل یہ ہے کہ صنفِ رابع کے اصول میں اگر علاتی خالہ کے ساتھ اخیا فی خالہ ہو تو علاتی خالہ بوجہ قوت قرابت میراث کی حقدار ہوتی ہے، حالاں کہ یہ علاتی خالہ ذی رحم غیر وارث (نانا) کی اولاد ہے اور اخیا فی خالہ بوجہ ضعفِ قرابت محروم ہوتی ہے؛ حالاں کہ یہ اخیا فی خالہ ذی فرض وارث (نانی) کی اولاد ہے۔

تو جس طرح اصول میں وراثت کے حقدار ہونے اور نہ ہونے میں فقط قوتِ قرابت و عدم قوتِ قرابت معتبر ہے تو ان کی اولاد میں بھی ایسا ہی ہونا چاہیے کہ حقیقی پھوپھی

= المال كله لبنت العم، لأنها ولد العصبه، ولها أيضا قوة القرابة، بل أراد بها أن العمة إن كانت لأب وأم والعم لأب كان المال كله لمن له قوة القرابة، وهو ابن العمة في ظاهر الرواية، قوله بل أراد يعني ان عبارة المصنف شامله للصورتين أحدهما اتفاقيه وهي ليست بمرادة وثانيهما إختلافية وهي المرادة بتلك العبارة. (الشريفه مع الحاشيه: ۱۱۸)

کی اولاد قوتِ قرابت کی وجہ سے حقدار ہو، اور علاقائی چچا کی لڑکی محروم ہو، اگرچہ وہ عصبہ کی اولاد ہے؛ گویا صنفِ رابع کی اولاد مقیس ہے اور صنفِ رابع مقیس علیہ ہے اور جب مقیس علیہ میں قوتِ قرابت والے قانون کو ترجیح حاصل ہوگی۔ پھر مصنف نے مقیس علیہ صنفِ رابع میں قوتِ قرابت والے قانون کو ترجیح حاصل ہونے کی دلیل اس عبارت ”لَاَنَّ التَّرْجِيحَ لِمَعْنَى فِيهِ وَهُوَ قُوَّةُ الْقَرَابَةِ أَوْلَى مِنَ التَّرْجِيحِ لِمَعْنَى فِي غَيْرِهِ وَهُوَ الْإِذْلَاءُ بِالْوَارِثِ“ میں پیش کی ہے۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ ترجیح ایسے وصف کے ذریعہ اولیٰ ہے جو خود وارث کی ذات میں ہو، بمقابلہ اس وصف کے ذریعہ ترجیح سے جو وارث کے علاوہ میں ہو۔ جیسے کہ یہاں علاقائی خالہ میں ذاتی قوت ہے کہ وہ باپ کی جہت سے خالہ ہے، اور یہ علاقائی ہونا خود اس کی ذات میں ہے، اور اخیانی خالہ میں وصفِ ترجیح اس کی ذات کے علاوہ میں ہے، یعنی وارثہ (نانی) کی اولاد ہونا تو وارث نانی ہے، جو اخیانی خالہ کا غیر ہے، خود وہ نہیں ہے، اب اسی دلیل کو ان کی فروع (مسئلہ مجوٹ عنہا) پر منطبق کر لیں کہ حقیقی پھوپھی کی اولاد حقدار ہوگی، کیوں کہ حقیقی ہونے کا وصفِ ترجیح یعنی قوتِ قرابت خود اس اولاد کی ذات میں ہے اور علاقائی چچا کی لڑکی اگرچہ عصبہ کی اولاد ہے، لیکن عصبہ ہونے کا وصفِ ترجیح اس کی ذات میں نہیں ہے، بل کہ چچا میں ہے، اس لیے علاقائی چچا کی لڑکی محروم ہوگی۔ (۱)

(۱) فی ظاہر الروایۃ لقوۃ القرابۃ دون بنت العم المذكور، وإن كانت ولد الوارث قیاساً علی خالۃ لأب، فإنہا مع كونہا ولد ذی الرحم و هو أب الأم، تكون ہی أولى بالمیراث لقوۃ القرابۃ الحاصلة لہا من جهة الأب من الخالۃ لأم مع كونہا أي كون الخالۃ لأم ولد الوارث و ہی أم الأم =

سوال: ابن العمّة (ع) اور بنت العم (عل) کو خالّة (عل) اور خالّة (خ) پر قیاس کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے، کیوں کہ خالہ علی کی ترجیح لمعنی فی ذاتہ کی وجہ سے ہے، اور وہ معنی قوت قرابت ہے، برخلاف ابن العمّة (ع) کہ قوت قرابت کا معنی ابن کی ذات میں نہیں ہے بل کہ اس کی ماں عمّة (ع) کی ذات میں ہے؛ پس معلوم ہوا کہ لمعنی فی غیرہ (اولاد الصنف الرابع) کو لمعنی فی ذاتہ (صنف رابع) پر قیاس کیا گیا ہے، جو دراصل قیاس مع الفارق ہے۔ (۱)

جواب: عمّة (ع) کا ذاتی معنی قوت قرابت اس کی فرع ابن میں سرایت کر گیا ہے، جیسے بنت العم (ع) بنت العم (عل) سے اولیٰ ہے اور اس اولیت کا اعتبار اسی قاعدہ سے ہی ہوگا کہ اصل کی وصف ترجیح فروع میں سرایت کر جاتی ہے، کیوں کہ اگر اس میں اصل کا اعتبار نہ کیا جائے تو بنت العم (ع) اور بنت العم (عل) کے درمیان مال انصافاً (آدھا آدھا) تقسیم ہوگا کیوں کہ دونوں عصبہ کی اولاد ہیں جب کہ انصافاً تقسیم کا کوئی

= فإنها وارثة بخلاف أب الأم وإنما كانت الخالة الأولى أولى من الثانية، لأن الترجيح أي ترجيح شيء على آخر بمعنى حاصل فيه، وهو فيما نحن بصدده قوة القرابة الحاصلة في الخالة الأولى التي هي من جهة الأب أولى من الترجيح بمعنى حاصل في غيره، وهو في مثالنا الإدلاء بالوارث الحاصل في غير الخالة الثانية التي هي من جهة الأم، فإن الورثة ليست حاصلة في هذه الخالة، بل في أمها التي هي أم أم الميت. (الشريفية: ص ۱۱۸)

(۱) فإن قيل من أين يستقيم قیاس ابن العمّة و بنت العم المذكورین علی الخالّین المذكورین مع أن ترجیح الخالّة لأب لمعنی فیها وهو قوة قرابتها، بخلاف ابن العمّة لأب وأم، فإن قوة القرابة ليست في ذاته بل في أمه. (الشريفية: ۱۱۹)

قائل نہیں ہے۔ (۱)

سوال: جب اصل سے قوتِ قرابت کا معنی فرع میں منتقل ہو جاتا ہے تو اصل سے معنی عصوبت بھی فرع میں منتقل ہونا چاہیے، لہذا بنت العم علی کو عصبہ ہونے کی وجہ سے کل مال کا مستحق قرار دینا چاہیے کیوں کہ اصل عم سے عصوبت کا معنی بنت میں منتقل ہو گیا ہے۔

جواب: اصل سے فرع کی طرف یہ انتقال کا اصول صرف قوتِ قرابت میں منحصر ہے، معنی عصوبت میں نہیں یعنی اصل سے اس کے فرع کی طرف اصل کی قوتِ قرابت تو منتقل ہوگی لیکن اصل کی عصوبت منتقل نہیں ہوگی کیوں کہ اصل عم سے معنی عصوبت کا اس کی فرع کی طرف منتقل ہونا صرف مذکر ابن میں ہی متصور ہے، کیوں کہ ابن العم بھی عصبہ ہوتا ہے؛ لیکن بنت العم میں یہ معنی عصوبت متصور نہیں ہوتا ہے کیوں کہ بنت العم ذی رحم ہے عصبہ نہیں۔ لہذا مثال مذکور میں بنت العم (عل) میں صرف قوتِ قرابت کا انتقال ہوگا معنی عصوبت کا نہیں اور ابن العمۃ (ع) میں بھی قوتِ قرابت کا انتقال ہوگا، نتیجتاً عینی یعنی ابن العمۃ (ع) کو قوتِ قرابت کی وجہ سے بنت العم (عل) پر ترجیح حاصل ہوگی باوجودیکہ بنت العم (عل) ولدِ عصبہ ہے۔ (۲)

- 
- (۱) قلنا من حيث أن قوة القرابة تسري من العمۃ إلى فروعها، أولا ترى أن بنت العم لأب وأم أولى من بنت العم لأب، وليس ذلك إلا باعتبار سريّة قوة القرابة من الأصل إلى الفرع، ولولا السريّة لكان المال بينهما نصفين، لأن كل واحد منهما ولد العصبۃ. (الشریفة: ۱۱۹)
- (۲) هذا بخلاف العصبۃ فانها لا تسري من العم إلى فرعہ الأثنی، فإن ابن العم عصبۃ دون بنته، وإذا سرت قوة القرابة من العمۃ إلى ابنها كانت حاصلة في ذاته فيكون أولى من بنت العم. (الشریفة: ۱۱۹)
-

غیر ظاہر الروایہ اور اس کی دلیل:

غیر ظاہر الروایہ قول یہ ہے کہ بنت العم (عل) وارث ہو اور ابن العمۃ (ع) محجوب۔  
دلیل: بنت العم (عل) ولدِ عصبہ ہے برخلاف ابن العمۃ (ع) کہ وہ ولدِ ذی رحم ہے اور  
ولدِ عصبہ کو ولدِ ذی رحم پر ترجیح ہوتی ہے اور یہاں ظاہر الروایہ قول سے اصل مرجوح عمۃ  
(ع) کی فرع کو اصل رائج عم (عل) کی فرع پر ترجیح دینا پایا جا رہا ہے جو درست نہیں ہے  
جیسے اگر مسئلہ میں عمہ (ع) اور عم (عل) ہوں تو پورا مال عم (عل) کو ملتا ہے نہ کہ عمہ (ع)  
کو، اسی طرح بنت العم (عل) کو ابن العمۃ (ع) پر ترجیح حاصل ہوگی۔ (۱)

جواب: بنت العم (عل) ولدِ عصبہ ہے اور ابن العمۃ (ع) ولدِ ذی رحم، اور  
ولدِ عصبہ کو ولدِ ذی رحم پر اولیت حاصل ہے، اس کا جواب ماقبل کے اس اصول میں گذر چکا  
کہ اصل سے فرع کی طرف یہ انتقال کا معنی صرف قوت قرابت میں منحصر ہے نہ کہ معنی  
عصوبت میں؛ نیز اولاد الصنف الرابع کو اصول پر قیاس کرنا ہی درست نہیں ہے کیوں کہ  
دونوں کے احوال میں فرق ہے جیسا کہ فائدہ نمبر ایک میں گذر چکا۔ (مؤلف)

(۱) وقال بعض المشايخ بناء على رواية غير ظاهرة، المال كله في الصورة المذكورة لبنت العم  
لأب لأنها ولد العصبه بخلاف ابن العمۃ فإن ولد ذی الرحم، ومن ههنا علم أن ذلك الإجماع  
المذكور هناك مقيد بما قيدناه به ثمة، لأن بنت العم لأب وابن العمۃ لأب وأم متساويان في  
القرب، وحيز قرابتهما متحد لكونهما من قبل الأب ومع ذلك ليس من له قوة القرابة أعني ابن  
العمۃ أولى بالإجماع، لمخالفة هذا البعض من المشايخ الذي رجح قوله على ظاهر الرواية، بانه  
يلزم من هذا الظاهر ترجيح فرع الأصل المرجوح على فرع الأصل الراجح، ألا ترى أنه إذا  
ترك عمۃ لأب وأم وعمما لأب كان المال كله للعم دون العمۃ، فعلى هذا ينبغي أن ترجح بنت  
العم على ابن العمۃ. (الشريفة: ۱۱۹)

فائدہ رابعہ: قاعدہ نمبر چار میں اختلافِ قرابت کی صورت میں جانبِ اُب کو ثلثان اور جانبِ اُم کو ثلث ملنے کی وجہ:

اختلافِ قرابت کی صورت میں خواہ جانبِ اُب اور جانبِ اُم کے افراد ایک ہوں یا متعدد جانبِ اُب کو ثلثان کا استحقاق قرابتِ اُب مدلی بہ (اُب) کی وجہ سے اور جانبِ اُم کو ثلث کا استحقاق قرابتِ اُم مدلی بہ (اُم) کی وجہ ہے۔ (۱)

سوال: صنف اول یعنی اولاد البنات میں بھی استحقاق مدلی بہ کی وجہ سے تھا لیکن وہاں طائفہ ذکور و اناث میں کثرت و قلت کے وقت مسئلہ بھی مختلف ہو گیا تھا تو یہاں طائفوں کے متعدد ہونے کی صورت میں مسئلہ کیوں ثلثان و ثلث سے مختلف نہیں ہو رہا ہے۔ (۲)

جواب: صنف اول (اولاد البنات) اور اولاد الصنف الرابع میں فرق ہے، صنف اول میں فروع کے متعدد ہونے کی وجہ سے اصول یعنی مدلی بہ بھی حکماً متعدد ہوتے ہیں، برخلاف صنف رابع کی اولاد میں کہ یہاں مدلی بہ حکماً متعدد انہیں ہوتا، کیوں کہ شئی حکماً اس وقت متعدد ہوتی ہے جب کہ اس کا حقیقتاً متعدد ہونا ممکن ہو؛ اور یہ بات واضح ہے کہ صنف اول میں مدلی بہ بنین اور بنات کا تعدد ممکن ہے؛ پس ان میں تو تعددِ فروع کی وجہ

(۱) قال الإمام السرخسي ليس استحقاق الثلثين والثلث مما يتغير بكثرة العدد في أحد الجانبين وقلته في الآخر، لان هذا الإستحقاق إنما هو بالمدلى به أعنى الأب والأم، ولا إختلاف فيهما بالقلة والكثرة. (الشريفية: ۱۲۰)

(۲) وهو سؤال أبي يوسف على محمد في أولاد البنات إذ لو كان هناك الاعتبار بالمدلى به لما اختلفت القسمة بكثرة العدد وقلته، كما لم تختلف ههنا (الشريفية: ۱۲۰)

سے حکماً مدلی بہ (اصول) کا تعدد ثابت ہوگا، برخلاف ماں باپ، کہ ان میں حقیقتاً تعدد ممکن نہیں ہے، اسی وجہ سے قرابتِ اب و اُم میں تعدد ثابت نہیں ہوگا۔ (۱)

فائدہ خامسہ: زوجین کے ساتھ ذوی الارحام کی توریث:

ذوی الارحام کی اصنافِ اربعہ میں سے کسی بھی صنف کا کوئی بھی ذی رحم اگر تنہا ہو تو وہ کل مال کا مستحق ہوتا ہے، اور اگر زوجین میں سے کسی کے ساتھ ہو تو زوجین کے حصے کے بعد باقی ماندہ ترکہ کا مستحق ہوگا۔ (۲) مثال:

| مسئلہ: ۲  | مسئلہ: ۳ |
|-----------|----------|
| م         | م        |
| زوج       | زوجه     |
| نصف       | ربع      |
| ۱         | ۱        |
| بنت البنت | اب الام  |
| ۱         | ۳        |

**نوٹ:** زوجہ کا حصہ، شمن اور زوج کا حصہ، ربع ذوی الارحام کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا کیوں کہ ان کے تحقق کے لیے اولاد (بنت، ابن) کا ہونا ضروری ہے، اور ابن بنت کی موجودگی میں ذوی الارحام وارث نہیں ہوتے ہیں۔ (مؤلف)

(۱) ولمحمد أن يفرق بينهما بأن يقول هناك يتعدد المدلى به حكماً بتعدد الفروع، وههنا لا يتعدد المدلى به حكماً، وذلك لأن الشيء إنما يتعدد حكماً إذا كان يتصور ثبوته حقيقة، ومن البين إمكان التعدد في الأولاد من البنين والبنات، فيثبت التعدد فيهم حكماً بتعدد الفروع، وأما الأب و الأم فلا يتصور فيهما التعدد حقيقة، فكذا لا يثبت التعدد حكماً في القرابات المنشعبة منهما. (الشريفية: ص ۱۲۰)

(۲) قال الشامي تحت قوله (فياخذ المنفرد) أي الواحد منهم من أي صنف كان جميع المال أي أو ما بقي بعد فرض أحد الزوجين. (رد المحتار: ۱۰ / ۵۴۷، باب توريث ذوي الأرحام)

فائدہ سادہ: ذوی الارحام کی توریث پر ایک اشکال اور اس کا جواب:

کتب فرائض میں عصبات کے تحت لفظ ”وإن علوا وإن سفلا“ لکھ کر درجات عصبات کو غیر محدود کر دیا گیا ہے، اس صورت میں تو ذوی الارحام کی توریث ناممکن ہو جاتی ہے کیوں کہ عصبات کی موجودگی میں ذوی الارحام وارث نہیں ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ عصبہ کا عدم ثابت کرنا قریب قریب محال ہے جس کے یہ معنی ہوں گے کہ ذوی الارحام کبھی وارث نہ ہوں تو ایسی حالت میں توریث ذوی الارحام کے لیے عصبہ کا عدم کس طرح ثابت کیا جائے گا۔

مذکورہ اشکال کے دو طرح سے جواب دیئے جاسکتے ہیں:

اولاً: بر سبیل ترقی:

یہ استدلال باطل ہے، کیوں کہ شریعت نے ذوی الارحام کو بھی وارث بنایا ہے، اگر یہ تعمیم عصبوت کا معنی ذوی الارحام کے توریث کے لیے مضر ہوتا تو شریعت ذوی الارحام کو وارث کیوں بناتی۔

نیز جو ائمہ توریث ذوی الارحام کے قائل نہیں ہیں، انہوں نے بھی کبھی یہ دلیل بیان نہیں کی اور اس کے بعد مستحقین کو میراث دلائی، حتیٰ کہ اخیر میں بیت المال مستحق قرار پایا، تو یہ سب احکام جو نصوص و اجماعاً ثابت ہیں سب باطل ہو جائیں گے، اور نص و اجماع کا ابطال خود باطل ہے، اس لیے یہ استدلال بھی باطل ہے۔



ثانیاً: بر سبیل تنزل:

آپ کی یہ بات صحیح ہے کہ عصبات کی موجودگی میں ذوی الارحام وارث نہیں ہوتے اور درجاتِ عصبات کے غیر محدود ہونے کی وجہ سے ذوی الارحام کی توریث ناممکن ہو جاتی ہے، ایسی صورت میں اس کا حل یہ ہے کہ توریثِ ذوی الارحام کے لیے صرف عصبات کی عصبیت کا ثبوت نہ ہونا ہی کافی ہے؛ ورنہ حقیقتاً عصبات کا معدوم ہونا دشوار ہے۔ (۱)

(۱) وإنما يرث ذوو الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ممن يرد عليه ولم يكن عصبه.

(الفتاوى الهندية: ۶/۴۵۹، كتاب الفرائض، فتاوى محمودية: ۲۰/۴۴۲)

## سراجی کا چوتھا جزء

اس کے تحت مباحثِ ستہ بیان کئے جائیں گی:

- ☆ خنثی کا بیان
- ☆ حمل کا بیان
- ☆ مفقود کا بیان
- ☆ مرتد کا بیان
- ☆ قیدی کا بیان
- ☆ حرقی، غرقی، ہدمی (حادثات میں وارث و مورث کا
- ایک ساتھ مرجانا) کا بیان

## خنثى كايان

فَصُلِّ فِي الْخُنْثَى: لِلْخُنْثَى الْمُشْكِـلُ أَقْلُ النَّصِيْبِيْنَ، أَغْنِيْ أَسْوَأُ الْحَالِيْنَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى وَأَصْحَابُهُ، وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ، وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى. كَمَا إِذَا تَرَكَ ابْنًا وَبِنْتًا وَخُنْثَى، لِلْخُنْثَى نَصِيْبُ بِنْتٍ، لِأَنَّهُ مُتَيَقَّنٌ. وَعِنْدَ الشَّعْبِيِّ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى: وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا: لِلْخُنْثَى نِصْفُ نَصِيْبِيْنَ بِالْمُنَازَعَةِ. وَاخْتَلَفَا فِي تَخْرِيجِ قَوْلِ الشَّعْبِيِّ.

قَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى: لِلْإِبْنِ سَهْمٌ، وَلِلْبِنْتِ نِصْفُ سَهْمٍ، وَلِلْخُنْثَى ثَلَاثَةُ أَرْبَاعِ سَهْمٍ، لِأَنَّ الْخُنْثَى يَسْتَحِقُّ سَهْمًا إِنْ كَانَ ذَكَرًا، وَنِصْفَ سَهْمٍ إِنْ كَانَ أُنْثَى، وَهَذَا مُتَيَقَّنٌ، فَيَأْخُذُ نِصْفَ نَصِيْبِيْنَ أَوْ النِّصْفَ الْمُتَيَقَّنَ مَعَ نِصْفِ النِّصْفِ الْمُتَنَازِعِ فِيهِ، فَصَارَتْ لَهُ ثَلَاثَةُ أَرْبَاعِ سَهْمٍ، وَمَجْمُوعُ الْأَنْصِبَاءِ سَهْمَانِ وَرُبْعُ سَهْمٍ، لِأَنَّهُ يَعْتَبَرُ السَّهَامُ وَالْعَوْلُ، وَتَصِحُّ مِنْ تِسْعَةٍ، أَوْ نَقُولُ: لِلْإِبْنِ سَهْمَانِ، وَلِلْبِنْتِ سَهْمٌ، وَلِلْخُنْثَى نِصْفُ نَصِيْبِيْنَ، وَهُوَ سَهْمٌ وَنِصْفُ سَهْمٍ.

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: يَأْخُذُ الْخُنْثَى خُمُسِي الْمَالِ  
 إِنْ كَانَ ذَكَرًا، وَرُبْعَ الْمَالِ إِنْ كَانَ أُنْثَى، فَيَأْخُذُ نِصْفَ النَّصِيبَيْنِ،  
 وَذَلِكَ خُمُسٌ وَتُمْنٌ بِإِعْتِبَارِ الْحَالَيْنِ، وَتَصِحُّ مِنْ أَرْبَعِينَ، وَهُوَ  
 الْمُجْتَمَعُ مِنْ ضَرْبٍ إِحْدَى الْمَسْئَلَتَيْنِ، وَهِيَ الْأَرْبَعَةُ فِي الْأُخْرَى  
 وَهِيَ الْخَمْسَةُ، ثُمَّ فِي الْحَالَتَيْنِ، فَمَنْ كَانَ لَهُ شَيْءٌ مِنَ الْخَمْسَةِ  
 فَمَضْرُوبٌ فِي الْأَرْبَعَةِ وَمَنْ كَانَ لَهُ شَيْءٌ مِنَ الْأَرْبَعَةِ فَمَضْرُوبٌ فِي  
 الْخَمْسَةِ، فَصَارَتْ لِلْخُنْثَى مِنَ الضَّرْبَيْنِ ثَلَاثَةُ عَشَرَ سَهْمًا، وَلِلْأَبْنِ  
 ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا، وَلِلْبَنَاتِ تِسْعَةُ أَصْحَابٍ.

ترجمہ: یہ فصل خنثی کے بیان میں ہے۔ خنثی مشکل کے لیے دونوں (مرد اور عورت) کے حصوں میں سے کمتر حصہ ہے، یعنی دونوں حالتوں میں سے جو بری حالت ہے، امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحابؒ کے نزدیک اور یہی عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا قول ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے، جیسے کوئی شخص ایک لڑکا، ایک لڑکی اور ایک خنثی (مشکل) چھوڑے تو خنثی کو لڑکی کا حصہ ملے گا، اس لیے کہ وہ یقینی ہے، اور امام شعیبؒ کے نزدیک اور یہی عبد اللہ ابن عباسؓ کا قول ہے، کہ خنثی کو جھگڑے کی وجہ سے دونوں حصوں کا آدھا ملے گا اور دونوں (ابو یوسفؒ و محمدؒ) نے شعیبؒ کے قول کی تخریج میں اختلاف کیا ہے۔

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ لڑکے کے لیے ایک حصہ، لڑکی کے لیے آدھا حصہ اور خنثی کے لیے تین چوتھائی حصے ہیں، اس لیے کہ اگر خنثی مذکر ہوتا تو ایک حصہ کا مستحق ہوتا اور

اگر مؤنث ہوتا تو آدھے حصے کا مستحق ہوتا اور یہ متیقن (حصے) ہیں، لہذا خنثی کو دونوں حصوں کا آدھا ملے گا، یا خنثی کو نصف متیقن کے ساتھ نصف متنازع فیہ کا آدھا ملے گا، تو اس کے تین چوتھائی حصے ہو جائیں گے اور حصوں کی مجموعی مقدار دو حصے اور ایک چوتھائی حصہ ہوگی، اس لیے کہ امام ابو یوسفؒ سہام اور عول (یعنی کسر کے ختم کرنے) کا اعتبار کرتے ہیں اور ۹ سے تصحیح ہوگی، یا ہم کہیں گے کہ لڑکے کو دو حصے اور لڑکی کو ایک حصہ اور خنثی کو دونوں حصوں کا آدھا ملے گا اور وہ ڈیڑھ حصے ہیں۔

امام محمدؒ نے فرمایا کہ خنثی مال (ترکہ) کا دو خمس لے گا اگر وہ مذکر ہے (پہلے مسئلہ میں اس کو دو ملے ہیں جو پانچ کے دو خمس ہیں) اور مال کا چوتھائی لے گا اگر وہ مؤنث ہے (دوسرے مسئلہ میں ایک ملا ہے، جو چار کا چوتھائی ہے)؛ پس وہ دونوں حصوں کا آدھا لے گا (کیوں کہ وہ نہ مذکر ہے اور نہ مؤنث بل کہ خنثی مشکل ہے) اور وہ (دونوں حصوں کا آدھا) خمس اور ثمن ہے (دو خمس کا آدھا ایک خمس ہے اور ربع کا آدھا ثمن ہے) اور مسئلہ کی تصحیح چالیس سے ہوگی اور وہ (چالیس) دو مسئلوں میں سے ایک کو اور وہ چار ہے دوسرے مسئلہ میں اور وہ پانچ ہے ضرب دینے سے اکٹھا ہونے والا ہے (یعنی ۴ کو ۵ میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۲۰ آیا، یہ پہلے مسئلہ کی تصحیح ہوئی، پھر ۵ کو ۴ میں ضرب دیا تو بھی حاصل ضرب (۲۰) آیا، یہ دوسرے مسئلہ کی تصحیح ہوئی، پھر دونوں تصحیحوں کو اکٹھا کر لیا تو ۴۰ ہوا، یہ تیسرے مسئلہ کی تصحیح ہوئی) پھر دونوں حالتوں میں (ایسا ہی کیا جائے)؛ پس وہ ورثاء جن کو پانچ میں سے سہام ملے ہیں (یعنی پہلے مسئلہ کے ورثاء کے سہام) ان کو چار میں ضرب دیا جائے اور وہ ورثاء جن کو چار میں سے سہام ملے ہیں ان کو پانچ میں ضرب دیا جائے پس خنثی

کے لیے دونوں ضربوں سے ۱۳/ حصے ہوں گے، اور ابن کے لیے ۱۸/ اور بنت کے لیے ۹/ سہام ہیں۔

توضیح و تشریح: یہاں آٹھ بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) تمہید (۲) خنثی کے لغوی و اصطلاحی معنی مع وجہ تسمیہ (۳) خنثی کی قسمیں مع احکام و نقشہ (۴) خنثی مشکل کی توریث کے سلسلے میں مذاہب کی تفصیل (۵) تخریج شععی میں صاحبین کے اختلاف کی وضاحت مع مثال (۶) مصنف کی عبارت پر دو اہم سوال اور ان کے جوابات (۷) خنثی مشکل کے سلسلے میں پانچ اہم فائدے۔ (۸) خنثی سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب

بحث اول: تمہید:

مصنف جب خالص مردوں اور عورتوں کی وراثت سے فارغ ہو گئے تو اب ان وارثوں کے احکام بیان کر رہے ہیں، جن کے کبھی تو وجود و عدم میں تردد ہوتا ہے، اور کبھی ذکورت و انوشت میں، لہذا وہ وارثین جن کے وجود و عدم میں تردد ہے، وہ تین قسموں پر مشتمل ہیں: (۱) حمل (۲) مفقود، (۳) حرقی، غرقی، ہدمی۔ اور وہ وارثین جن کے ذکورت و انوشت میں تردد ہے، وہ دو قسموں پر مشتمل ہیں: (۱) حمل (۲) خنثی مشکل۔ ان میں سے مصنف اس فصل میں خنثی مشکل کے احکام بیان فرما رہے ہیں۔ (۱)

(۱) قد يكون لبعض الورثة أحوال تتردد بين الوجود والعدم، أو تتردد بين الذكورة والأنوثة فالذين تتردد حالتهم بين الوجود والعدم، هم الحمل والمفقود، الغرقى، والهدمى، ونحوهم، ومن الذين تتردد حالهم بين الذكورة والأنوثة وهم الحمل الخنثى المشكل. (الجداول الإلكترونية: ۲۳۵)

## بحثِ ثانی: خنثی کے لغوی واصطلاحی معنی:

خنثی بروزنِ فعلی، ہجڑا کے معنی میں آتا ہے، اس کی جمع خنثا، خنثائی آتی ہے۔ اصطلاح میں خنثی وہ شخص ہے جس کے ذکر و فرج دونوں ہوں یا دونوں میں سے کوئی نہ ہو، اور اس صورت میں چوں کہ خنثی کی مذکر و مؤنث والی حالت مشتبہ ہو جاتی ہے، اس لیے اس کو خنثی مشکل کہتے ہیں۔ (۱)

## بحثِ ثالث: خنثی کی قسمیں مع احکام و نقشہ:

خنثی کی دو قسمیں ہیں: ۱- خنثی غیر مشکل ۲- خنثی مشکل۔ (۲)

## خنثی غیر مشکل کی تعریف:

خنثی غیر مشکل وہ ہے جس میں صفتِ ذکورت یا صفتِ انوشت کی ترجیح ہو جائے، مثلاً: پیدائش کے بعد اگر بچہ ذکر سے پیشاب کرے تو مذکر اور اگر فرج سے پیشاب کرے تو مؤنث ہوگا۔ (۳)

(۱) الخنثی فی اللغة ماخوذ من الخنث و هو اللین والتکسر، و اصطلاحاً هو من کانت له آلة الرجال و آلة النساء معاً أو لیس له شیء منهما أصلاً، و فی هذه الحالة یلبس أمره، هل هو ذکر أم أنثی و یسمى الخنثی المشکل. (الموارث للصابونی: ص ۱۹۴)

(۲) ینقسم الخنثی إلى مشکل و غیر مشکل. (الموسوعة الفقہیة: ۲۰/۲۲)

(۳) أولاً الخنثی غیر المشکل هو من ترجحت فیہ صفة الذکورة أو صفة الأنوثة، وذلک کأن یبول من ذکره مع تعطل آلة الأنوثة عند التبول فهو ذکر. (الجدول الإلکترونیة: ۲۳۶)

عن علیؑ أنه ورث خنثی ذکرًا من حیث یبول. (المصنف لابن عبد الرزاق: ۱۰/۳۰۸، کتاب الفرائض)

فإن بال من الذکر فغلام، وإن بال من الفرج فأنثی. (الدر المختار: ۱۰/۴۴۶، کتاب الخنثی)

اگر دونوں اعضاء سے پیشاب آتا ہے تو جس عضو سے پہلے پیشاب آتا ہو اس کا اعتبار ہوگا۔ مثلاً اگر پہلے ذکر سے پیشاب آتا ہے تو مذکر ہے، اور اگر فرج سے پہلے پیشاب آتا ہے تو مذکر ہے۔ (۱)

اور اگر دونوں اعضاء سے بیک وقت پیشاب آتا ہے تو عند ابی حنیفہ کثرت کا اعتبار نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک کثرت کا اعتبار ہوگا، یعنی جس آلہ سے زیادہ پیشاب آئے گا، اسی آلہ سے اس کا فیصلہ ہوگا۔ مثلاً: زیادہ پیشاب اگر ذکر سے آتا ہے تو وہ مذکر ہے، اور اگر فرج سے آتا ہے تو وہ مؤنث ہے۔ (۲)

اور اگر سبقت و کثرت میں بھی برابر ہو، تو بلوغ تک خنثی مشکل کہا جائے گا اور بلوغ کے بعد اس کی علامتوں سے فیصلہ کیا جائے گا یعنی بالغ ہونے کے بعد اگر علامت ذکر ظاہر ہو جائے مثلاً داڑھی نکل آئے، یا خواب میں عورت سے مباشرت کرے، یا احتلام ہو تو مذکر شمار ہوگا؛ اور اگر علامت اناث ظاہر ہو جائے۔ مثلاً: پستان ابھر آئے یا پستان میں دودھ اتر آئے یا حیض آنے لگے تو مؤنث شمار ہوگا۔ (۳)

(۱) وإن بال منهما فالحكم للأسبق. (الدر المختار: ۱۰ / ۴۴۶) --- فإن بال من الآلتين فالحكم للأسبق منهما أي الذي يسبق خروج البول منه على خروجه من الآخر في كل مرة، لأن سبق البول من أحدهما دليل على أنه هو العضو الأصلي. (الجداول الإلكترونية: ص ۲۳۷)

(۲) وإن كان في السابق سواء فلا يعتبر بالكثرة عند أبي حنيفة، وقالوا ينسب إلى أكثرهما بولا. (المختصر القدوري: ص ۱۴۹، كتاب الخنثی)

(۳) فإن استويا في السابق والكثرة فإنه يبقى مشکلا إلى أن تظهر عليه العلامات الأخرى عند البلوغ. (الجداول الإلكترونية: ص ۲۳۷) --- فإن بلغ وخرجت لحيته أو وصل إلى امرأة أو =



اور اسی حیثیت سے احکام جاری ہوں گے۔

**تنبیہ:** فی زمانہ ہذا یہ گھومنے پھرنے والے عرفی ہجڑوں پر خنثی کی تعریف صادق نہیں آتی ہے، ان کا فیصلہ تخلیقی اعتبار سے کیا جائے گا، یعنی اگر وہ مذکر پیدا ہوئے ہیں تو وہ مذکر ہوں گے، اور اگر مؤنث پیدا ہوئے ہیں تو وہ مؤنث ہوں گے۔

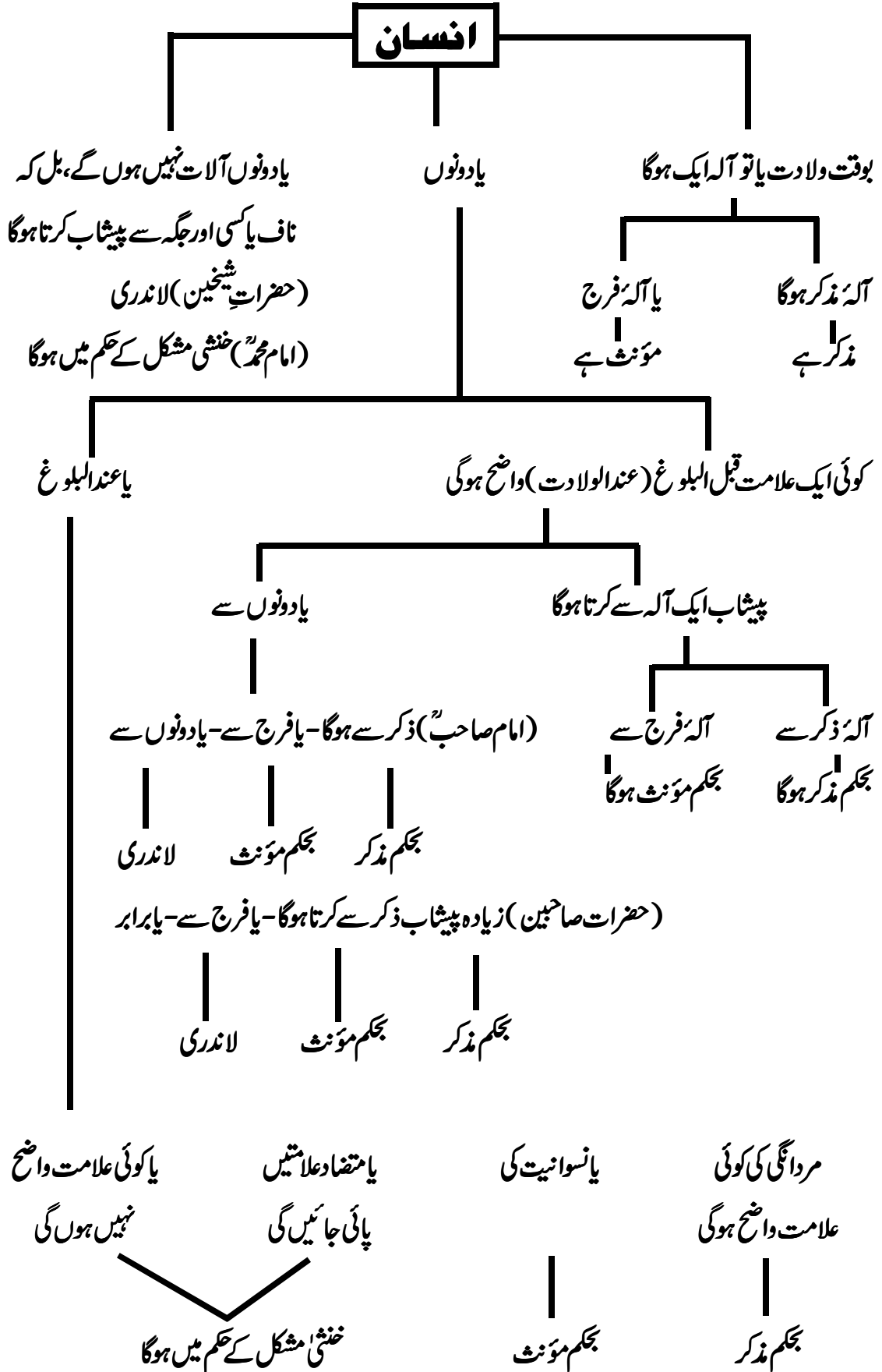
### خنثی مشکل کی تعریف:

خنثی مشکل وہ ہے جس میں نہ تو صفت ذکوریت کی علامت ظاہر ہو اور نہ تو صفت انوشت کی علامت ظاہر ہو یا دونوں متعارض علامتیں ظاہر ہوں یعنی اس میں مردانگی اور نسوانیت دونوں علامتیں موجود ہوں، مصنفؒ اس فصل میں اسی کے میراث کا حکم بیان فرما رہے ہیں۔ (۱)

= احتلم کما یحتلم الرجل فرجل، وإن ظهر له ثدي أو لبن أو حاض أو حمل أو أمکن وطؤه  
فإمرأة. (تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۱۰ / ۴۴۷)

(۱) وإن لم تظهر له علامة أصلاً، أو تعارضت العلامات فمشکل لعدم المرجح. (تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۱۰ / ۴۴۷، الجداول الإلكترونية: ۲۳۸)

## خنثی کے احکام



## بحثِ رابع: خنثی کی توریث کے سلسلے میں مذاہب کی تفصیل:

مذہبِ اول: امام ابو حنیفہ و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ اور امام ابو یوسفؒ کا پہلا قول ہے کہ خنثی کو اقل النصیبین ملے گا یعنی خنثی کو مذکر مان کر ایک مسئلہ بنایا جائے گا، پھر مؤنث مان کر دوسرا مسئلہ بنایا جائے گا اور جس صورت میں خنثی کو کم ملتا ہے وہی اس کو دے دیا جائے گا، اگر خنثی کسی صورت میں محروم ہوتا ہے تو اسے محروم کر دیا جائے گا، احناف کے یہاں اسی پر فتویٰ ہے۔ (۱)

## خنثی کو کم ملنے کی مثال:

| مسئلہ: ۵    |             | مسئلہ: ۴    |             |
|-------------|-------------|-------------|-------------|
| بتقدیر مذکر |             | بتقدیر مؤنث |             |
| ابن بنت     | خنثی (مذکر) | ابن بنت     | خنثی (مؤنث) |
| ۲           | ۲           | ۲           | ۱           |

وضاحت:

مذکورہ مثالوں میں دیکھئے خنثی کو مؤنث ماننے کی صورت میں کم یعنی ایک حصہ ملا، اس لیے اس کے متیقن ہونے کی وجہ سے خنثی کو وہی دیا جائے گا۔

(۱) للخنثی المشکل اقل النصیبین أي نصیبی الذکر والأنثی أعنی أسوأ الحالین عند أبي حنیفة (رحمہ اللہ تعالیٰ) وأصحابہ یعنی عند محمد (رحمہ اللہ) وعند أبي یوسف (رحمہ اللہ) فی قوله الأول وهو قول عامة الصحابة وعليه الفتوى عندنا. (الشریفة: ص ۱۲۶)

## خنثی کے محروم ہونے کی مثال:

| مسئلہ (۶)    | بتقدیر مذکر |                          |
|--------------|-------------|--------------------------|
| زوج          | اخت         | خنثی لاب (علاقائی بھائی) |
| نصف          | نصف         | عصبہ                     |
| ۳            | ۳           | x                        |
| مسئلہ: ۶/ع ۷ | بتقدیر مؤنث |                          |
| زوج          | اخت         | خنثی لاب (علاقائی بہن)   |
| نصف          | نصف         | سدس                      |
| ۳            | ۳           | ۱                        |

وضاحت: مذکورہ مثالوں میں غور کیجئے خنثی کو مذکر ماننے کی صورت میں کچھ نہیں مل رہا ہے، اور مؤنث ماننے کی صورت میں بطور سدس ایک حصہ مل رہا ہے، اس لیے اسواء الحال خنثی کے محروم ہونے کو لے لیا جائے گا۔

قول مفتی بہ کی دلیل: حصہ اقل یقینی ہے، اور حصہ اکثر مشکوک ہے، اور وراثت کا استحقاق شک کی وجہ سے نہیں ہوتا ہے۔ (۱)

مذہب ثانی: حضرت امام عامر بن شراحیل شععیؒ فرماتے ہیں: خنثی کو مذکر و مؤنث کے حصہ کا آدھا ملے گا آپ کا یہ مذہب ورثاء کے جھگڑے کو رفع کرنے کے لیے

(۱) لأنه متيقن أي معلوم ثبوته على تقدير ذكوره و أنوثته ، والزائد على ذلك مشكوك ، فلا يستحق بمجرد الشك . (الشریفة: ص ۱۲۶)

ہے کیوں کہ خنثی میں اور دیگر ورثاء میں جھگڑا ہو سکتا ہے، اگر مذکر کا حصہ زیادہ ہوگا تو وہ دعویٰ کرے گا کہ میں مذکر ہوں، مجھے مذکر کا حصہ ملنا چاہیے، اور ورثاء انکار کریں گے، وہ کہیں گے تو مؤنث ہے تجھے مؤنث ہی کا حصہ ملے گا، اور اگر مؤنث کا حصہ زیادہ ہوگا تو خنثی دعویٰ کرے گا کہ میں مؤنث ہوں مجھے مؤنث کا حصہ ملنا چاہیے اور دیگر ورثاء کہیں گے تو مذکر ہے تجھے مذکر کا ہی حصہ ملے گا، اس منازعت کو ختم کرنے کے لیے امام شعی نے خنثی کو مذکر و مؤنث کے حصوں میں سے آدھا آدھا دیا۔

بحثِ خامس: تخریج شعی میں صاحبین کے اختلاف کی وضاحت مع مثال:  
تخریج ابی یوسف: امام ابو یوسف کی تخریج کو مصنف نے دو طریقوں سے بیان کیا ہے، پہلے میں بنت اور خنثی دونوں کے سہام میں کسر آتی ہے، اور دوسرے میں صرف خنثی کے سہم میں کسر آتی ہے۔

پہلی تخریج: پہلی تخریج یہ ہے کہ اگر میت کے ورثاء میں ایک لڑکا، ایک لڑکی اور ایک خنثی ہوں، تو لڑکے کو ایک لڑکی کو آدھا اور خنثی کو پون ملے گا کیوں کہ پون مذکر و مؤنث کے حصوں کا آدھا ہے۔ مثال:

فرضی ترکہ ۱۰۰

مسئلہ: ۲ - ۱/۴ - ۹

| ابن   | بنت            | خنثی          | قبل البسط |
|-------|----------------|---------------|-----------|
| ۴ × ۱ | ۴ × ۱/۲ (آدھا) | ۴ × ۳/۴ (پون) |           |
| ۴     | ۲              | ۹ = ۳         | بعد البسط |
| ۴۴.۴۴ | ۲۲.۲۲          | ۳۳.۳۳         | فیصدی حصہ |

وضاحت:

ابن کو ایک بنت کو آدھا خنثی کی کو پون حصہ ملا جس کا مجموعہ  $\frac{1}{2}$  (سوادو) ہے، اسی کو اصل مسئلہ بنایا پھر کسر دور کرنے کے لیے چوتھائی کے مخرج چار سے عدد صحیح ”۲“ کو ضرب دیا تو حاصل ضرب (۸) آئے اور اس میں ایک کو جمع کر لیا تو ۹ ہو گیا۔

اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی، پھر ابن کے سہام ایک میں ۴ سے ضرب دیا تو اس کو چار ملے، اور بنت کے آدھے کو چار سے ضرب دیا تو اس کو دو ملے اور خنثی کے پون کو (۴) سے ضرب دیا تو اس کو (۳) ملے اور ترکہ ۱۰۰ روپے کو ۹ پر تقسیم کیا تو ابن کو (44.44) سے اور بنت کو (22.22) اور خنثی کو ان دونوں کا آدھا (33.33) ملا۔

دوسری تخریج:

گذرے ہوئے اصول کے مطابق لڑکے کو دو دیئے جائیں گے کیوں کہ اس کو دو لڑکیوں کے برابر ملتا ہے اور لڑکی کو ایک دیا جائے اور خنثی کو ان دونوں کے مجموعہ ۳ کا آدھا دیڑھ دیا جائے تمام سہام کا مجموعہ  $\frac{1}{2}$  (ساڑھے چار) ہوا، اس سے مسئلہ بنایا جائے، پھر کسر کو دور کرنے کے لیے نصف کے مخرج دو کو عدد صحیح ”۴“ میں ضرب دیا جائے اور حاصل ضرب (۸) میں ایک کو جمع کر دیا جائے تو (۹) حاصل ہوں گے۔

اسی سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی، چار لڑکے کو دو لڑکی کو اور خنثی کو، ان دونوں کے مجموعہ ۶ کا آدھا ۳ حصے ملیں گے۔

مسئلہ: ۴:  $\frac{1}{2} / 9$ 

فرضی ترکہ ۱۰۰

| ابن                           | بنت          | خنثی                   |
|-------------------------------|--------------|------------------------|
| قبل البسط: $2 \times 2$       | $2 \times 1$ | $2 \times \frac{1}{2}$ |
| بعد البسط: ۴                  | ۲            | ۳ = ۹                  |
| فیصدی حصہ: 44.44              | 22.22        | 33.33                  |
| 99.99 = 33.33 + 22.22 + 44.44 |              |                        |

تخریج محمد: حضرت امام محمدؒ اولاد و مسئلے بناتے ہیں، ایک خنثی کو مذکر فرض کر کے اور دوسرا مؤنث فرض کر کے، پھر دونوں مسئلوں کے مابین نسبت دیکھیں گے، اگر بتائیں کی نسبت ہو تو ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ میں اور توافق کی نسبت ہو تو ایک مسئلہ کے وفق کو دوسرے مسئلہ کے کل میں ضرب دیں گے، حاصل ضرب سے دونوں مسئلوں کی تصحیح ہوگی، پھر پہلے مسئلہ کے ورثاء کے سهام کو مضروب میں ضرب دیں گے، اور دوسرے مسئلہ کے ورثاء کے سهام کو پہلے مسئلہ میں ضرب دیں گے تو دونوں مسئلوں کے ورثاء کے سهام نکل آئیں گے، پھر تیسرا مسئلہ بنائیں گے جس میں دونوں مسئلوں کی تصحیح کے اعداد جوڑ کر مسئلہ کی جگہ لکھیں گے، اور دونوں مسئلوں میں تصحیح سے ورثاء کو ملے ہوئے اعداد کو جوڑ کر تیسرے مسئلہ میں ورثاء کے نیچے لکھیں گے، اس طرح خنثی کا حصہ نصف النصیبین نکل آئے گا۔

مثال: پہلا مسئلہ:  $20 = 4 \times 5$  (بتائیں کی مثال) ترکہ ۱۰۰

| ابن                    | بنت                    | خنثی (مذکر)            |
|------------------------|------------------------|------------------------|
| $\frac{2 \times 2}{8}$ | $\frac{2 \times 1}{4}$ | $\frac{2 \times 2}{8}$ |
| ۸                      | ۴                      | ۸                      |

دوسرا مسئلہ:  $۲۰ = ۵ \times ۴$ 

| ابن                     | بنت                    | خنثی (مؤنث)            |
|-------------------------|------------------------|------------------------|
| $\frac{۵ \times ۲}{۱۰}$ | $\frac{۵ \times ۱}{۵}$ | $\frac{۵ \times ۲}{۵}$ |
| ۱۰                      | ۵                      | ۵                      |

تیسرا مسئلہ: ۲۰ (فرضی ترکہ: ۱۰۰)

| ابن | بنت   | خنثی  | مجموعی سہام:                          |
|-----|-------|-------|---------------------------------------|
| ۱۸  | ۹     | ۱۳    | $۲۰ = ۱۳ + ۹ + ۱۸$                    |
| 45  | 22.50 | 32.50 | مقدار ارث: $100 = 45 + 22.50 + 32.50$ |

وضاحت: پہلا مسئلہ ”۵“ سے بنا اور ابن کو (۲)، بنت کو (۱) اور خنثی کو دو حصے ملے ہیں۔ اور دوسرا مسئلہ ”۴“ سے بنا اور ابن کو دو، بنت کو ایک، اور خنثی کو ایک حصہ ملا۔ پھر دونوں مسئلوں کے مخرج میں بتاؤں کی نسبت ہے اس لیے ہر ایک کے کل کو دوسرے کے کل میں ضرب دے دیا، تو دونوں مسئلوں کی تصحیح بیس بیس سے ہوئی، پھر پہلے مسئلے کے ورثاء کے سہام کو دوسرے مسئلے کے مخرج میں اور دوسرے مسئلے کے ورثاء کے سہام کو پہلے مسئلے کے مخرج میں ضرب دیا تو ہر وارث کا سہام بڑھ گیا، پہلے مسئلے میں ابن کو (۸) اور بنت کو (۴) اور خنثی کو (۸) حصے ملے، اور دوسرے مسئلے میں ابن کو (۱۰)، بنت کو (۵) اور خنثی کو (۵) حصے ملے، جنہیں تیسرے مسئلے میں جمع کر دیا گیا، اس طرح ابن کا مجموعی حصہ (۱۸)، اور بنت کا (۹) اور خنثی کا مذکور مؤنث کے مجموعی حصے کا آدھا (۱۳) ہوا۔



سوال: مذکر و مؤنث کا تو مجموعی حصہ (۲۷) ہے، جس کا آدھا ساڑھے تیرہ ( $\frac{1}{4} \times 13$ ) ہوتا ہے، اور آپ نے خنثی کو (۱۳) دیا ہے تو نصف النصیبین کہاں ہوا؟

جواب: خنثی کو جو (۱۳) حصے مل رہے ہیں وہ دراصل دونوں مسئلوں کی مجموعی تصحیح (۴۰) کا خمس (پانچواں) اور ثمن (آٹھواں) ہے، وہ اس طرح کہ خنثی کو مذکر ماننے کی صورت میں جو حصہ خنثی کو مل رہا ہے وہ (۸) ہے جو (۴۰) کا خمس یعنی پانچواں حصہ ہے، اور اس صورت میں مذکر کا حصہ (۱۶) ہوتا ہے، کیوں کہ اس مسئلے میں دو مذکر اور ایک مؤنث ہیں جن کے درمیان جب (۴۰) کو بقاعدہ للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کیا جائے گا تو مذکر کو دوہرا (۱۶، ۱۶) اور مؤنث کو اکہرا (۸) حصے ملیں گے، تو ہم نے اس مسئلے میں خنثی کو مذکر کے حصے (۱۶) کا آدھا (۸) دے دیا۔

اور خنثی کو مؤنث ماننے کی صورت میں جو حصہ خنثی کو مل رہا ہے وہ (۵) ہے جو (۴۰) کا ثمن یعنی آٹھواں حصہ ہے، اور اس صورت میں مؤنث کا حصہ (۱۰) ہوتا ہے، کیوں کہ اس مسئلے میں دو مؤنث اور ایک مذکر ہیں، جن کے درمیان جب (۴۰) کو بقاعدہ للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کیا جائے گا تو مذکر کو دوہرا (۲۰) اور مؤنث کو اکہرا (۱۰) حصے ملیں گے، تو ہم نے اس مسئلے میں خنثی کو مؤنث کے حصے (۱۰) کا آدھا (۵) دے دیا، اس اعتبار سے خنثی کو جو (۱۳) حصے دیئے گئے ہیں وہ مذکر و مؤنث کے مجموعی حصے (۲۷) کا آدھا ہے۔ (۱)

(۱) ولا یذهب علیک أن نصیب الخنثی أعنی ثلثة عشر فی هذه المسئلة كما هو خمس و ثمن للأربعین کذا لک هو نصف نصیبہ بحسب حالیه، لأن نصیبہ فی حالة الذکورة ستة عشر، و نصفها ثمانية، و فی حالة الأنوثة عشرة، و نصفها خمسة و مجموعهما ثلثة عشر. (الشریفة: ص ۱۲۹)

**نوٹ:** دونوں تخریجوں میں سے تخریج محمد رائج ہے، کیوں کہ ان کی تخریج میں دو وجہ ترجیح ہے: (۱) ان کی تخریج میں فرضی ترکہ ۱۰۰ روپیہ پورا تقسیم ہو گیا، جب کہ تخریج ابی یوسف میں 99.99 ہی تقسیم ہوا۔ (۲) تخریج محمد میں ایک حد تک مفتی بہ قول کا نفاذ ہوا، کیوں کہ انہوں نے مفتی بہ قول کی طرح دو مسئلے بنائے، برخلاف تخریج ابی یوسف کے، کہ ان کی تخریج میں صرف ایک ہی مسئلہ بنایا گیا۔ (مؤلف)

## توافق کی مثال:

پہلا مسئلہ:  $۳۲ = ۲ \times ۱۶ = ۴ \times ۸$  /  $۹۶ = ۳ \times ۳۲$  / مابقی ۳، مسئلہ:  $۶/۴$  (توافق بالربع) فرضی ترکہ (۱۰۰۰)

|                        |                         |                               |                        |
|------------------------|-------------------------|-------------------------------|------------------------|
| زوجه                   | اخت(ع)                  | اخت(عل)                       | خنثی'لاب(علاقی بہن)    |
| ربع                    | نصف                     | ســـــــــــــــــــــــدس    |                        |
| $\frac{۳ \times ۱}{۲}$ | $\frac{۳ \times ۳}{۲}$  | $۶ = ۲ \times ۳ = ۳ \times ۲$ |                        |
| $\frac{۲ \times ۴}{۳}$ | $\frac{۲ \times ۹}{۳}$  | $\frac{۳ \times ۳}{۳}$        | $\frac{۳ \times ۳}{۳}$ |
| $\frac{۳ \times ۸}{۵}$ | $\frac{۳ \times ۱۸}{۵}$ | $+ \quad ۹$                   | $= ۹$                  |
| $۲۴$                   | $۵۴$                    |                               |                        |

دوسرا مسئلہ:  $۹۶ = ۸ \times \frac{۳}{۱۲}$

|            |            |            |                       |
|------------|------------|------------|-----------------------|
| زوجه       | اخت (ع)    | اخت (عل)   | خنش'لاب (علاقی بھائی) |
| ربع        | نصف        | سدس        | عصبہ                  |
| <u>۸×۳</u> | <u>۸×۶</u> | <u>۸×۲</u> | <u>۸×۱</u>            |
| ۲۴         | ۴۸         | ۱۶         | ۸                     |
| +          | +          | +          | =                     |
| ۹۶         |            |            |                       |

تیسرا مسئلہ: ۱۹۲

زوجہ اخت (ع) اخت (عل) خنثی

پہلے مسئلے کے سہام: ۲۴ ۵۴ ۹ ۹

دوسرے مسئلے کے سہام: ۲۴ ۴۸ ۱۶ ۸

$$۱۹۲ = ۱۷ + ۲۵ + ۱۰۲ + ۴۸$$

$$999.99 = 88.54 + 130.20 + 531.25 + 250 \quad \text{فیصدی حصے}$$

وضاحت: پہلا مسئلہ خنثی کو مؤنث فرض کر کے بنایا گیا، تو مسئلہ ”۴“ سے رد ہوا، جس کی تصحیح (۱۶) سے ہوئی، جس میں سے زوجہ کو (۴) اور اخت عینی کو (۹) اور اخت علی و خنثی کو (۳) حصے ملے، پھر اخت علی اور خنثی کو جو (۳) سہام ملے ہیں وہ ان پر برابر تقسیم نہیں ہو رہے ہیں، اس لیے عدد درؤس (۲) کو تصحیح مسئلہ میں ضرب دیا تو حاصل ضرب (۳۲) سے دوسری تصحیح ہوئی اب بیوی کا حصہ (۸) اور اخت عینی کا (۱۸) اور اخت علی و خنثی کا حصہ (۶) ہو گیا، جو دونوں پر (۳، ۳) تقسیم ہو گیا۔

پھر دوسرا مسئلہ خنثی کو مذکر فرض کر کے بنایا گیا تو مسئلہ ”۱۲“ سے بنا، اب مسئلہ اولیٰ ”۳۲“ اور مسئلہ ثانیہ ”۱۲“ میں توافق بالربع ہے، اس لیے مسئلہ ثانیہ کے عدد وفق (۳) کو (۳۲) میں ضرب دیا تو حاصل ضرب (۹۶) ہوا، پھر زوجہ کے سہام (۸) میں (۳) عدد مضروب سے ضرب دیا تو بیوی کا حصہ (۲۴) ہو گیا، اور اخت عینی کا (۵۴) اور اخت علانی کا (۹) اور خنثی کا بھی (۹) ہو گیا۔

اسی طرح مسئلہ اولیٰ کے وفق ”۸“ کو دوسرے مسئلے کے ”۱۲“ میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ”۹۶“ نکلا، پھر عدد مضروب کو وارثوں کے سہام میں ضرب دیا گیا تو بیوی کا حصہ (۲۴) اور اُختِ عینی کا حصہ (۴۸) اور اُختِ علاقائی کا حصہ (۱۶) اور خنثیٰ کا (۸) ہو گیا، ان سارے سہام کو تیسرے مسئلہ میں جمع کر دیا تو بیوی کا مجموعی حصہ (۴۸) اور اُختِ عینی کا (۱۰۲) اور اُختِ علاقائی کا (۲۵) اور خنثیٰ کا (۱۷) نکلا۔

بحثِ سادس: مصنفؒ کی عبارت پر دو اہم سوال اور ان کے جوابات:

سوال اول: ”للخنثی المشکل أقل النصیبین“ مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے ”أقل النصیبین“ کے بجائے ”نصیب الانثی“ آسان تعبیر کیوں اختیار نہیں کی، کیوں کہ خنثیٰ کو کم ملتا ہے، اور مؤنث کا حصہ بھی ہمیشہ مذکر سے کم ہوتا ہے۔ (۱)

جواب: یہ بات درست نہیں ہے کہ مؤنث کو ہمیشہ مذکر سے کم ملتا ہے، ایسی مثالیں ہیں جن میں مؤنث کو کبھی مذکر کے برابر اور کبھی مذکر سے زیادہ ملتا ہے۔ اسی لیے مصنفؒ نے نصیب الانثی آسان تعبیر کو چھوڑ کر أقل النصیبین والی تعبیر اختیار کی ہے۔ (۲)

مذکر و مؤنث کو برابر ملنے کی مثال:

ایک اخیانی بھائی اور ایک اخیانی بہن وارث ہوں تو ترکہ دونوں کو برابر (آدھا آدھا) ملتا ہے۔ مثلاً:

(۱) فإن قيل لماذا لم يقل له نصيب الأنثى مع أنه الأقل. (الشریفة: ص ۱۲۶)

(۲) قلنا لأن نصيب الأنثى قد يساوي نصيب الذكر كما في أولاد الأم وقد يزيد عليه كما إذا

تركت زوجها وأما واختاً لأم وخنثى لأب. (الشریفة: ص ۱۲۶)

مخرج مسئلہ: ۳/۲۱ = ۲

|         |     |
|---------|-----|
| اخ      | لام |
| اخت     | لام |
| ث       | ث   |
| (۲=۲×۱) |     |
| ۱       | ۱   |

مؤنث کو مذکر سے زیادہ ملنے کی مثال:

زوج، ام، اخت لام، اور خنثی لاب وارث ہوں اگر خنثی کو (مؤنث) علاقہ بہن فرض کریں گے تو مؤنث کو مذکر سے زیادہ ملے گا۔ مثلاً:

مخرج مسئلہ: ۶/۸ع (بتقدیر مؤنث)

|     |     |     |     |                      |
|-----|-----|-----|-----|----------------------|
| زوج | ام  | اخت | لام | خنثی لاب (علاقہ بہن) |
| نصف | سدس | سدس | نصف |                      |
| ۳   | ۱   | ۱   | ۳   |                      |

مسئلہ: ۶ (بتقدیر مذکر)

|     |     |     |      |                    |
|-----|-----|-----|------|--------------------|
| زوج | ام  | اخت | لام  | خنثی (علاقہ بھائی) |
| نصف | سدس | سدس | عصبہ |                    |
| ۳   | ۱   | ۱   | ۱    |                    |

سوالِ ثانی: ”اقل النصیبین“ سے یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ خنثی کو مذکر و مؤنث کے حصوں میں سے جس کا حصہ کم ہو وہی ملتا ہے، پھر اقل النصیبین کی تفسیر ”اسواء الحالین“ سے کیوں کی گئی؟ (۱)

جواب: یہ تفسیر اس لیے کی گئی تاکہ یہ عبارت محروم ہونے والی صورت کو بھی شامل ہو جائے یعنی خنثی کو مذکر و مؤنث فرض کر کے ترکہ تقسیم کرنے میں اگر کسی صورت میں خنثی محروم ہو رہا ہو تو اس کو محروم کر دیا جائے گا، یہی اسواء الحالین (کم حصہ ملنا، محروم ہونا) ہے۔ (۲)

خنثی کے محروم ہونے کی مثال:

اگر ورثاء میں زوج، اخت عینی اور خنثی لاب ہوں، تو خنثی کو مؤنث (علاقہ بہن) فرض کرنے کی صورت میں ایک ملے گا، اور مذکر (علاقہ بھائی) فرض کرنے کی صورت میں کچھ نہیں ملے گا، کیوں وہ عصبہ ہوگا اور ذوی الفروض سے کچھ نہیں بچے گا۔

مخرج مسئلہ: ۶/ع ۷۷      بتقدیر مؤنث

| زوج | اخت (ع) | خنثی لاب (علاقہ بہن) |
|-----|---------|----------------------|
| نصف | نصف     | سدس                  |
| ۳   | ۳       | ۱                    |

(۱) فإن قلت ما فائدة تفسيره أقل النصيبين بأسوأ الحالين. (الشريفية: ۱۲۶)

(۲) قلت فائدته أنه لو لم يرد بأقل النصيبين أسوأ أحوالي الذكورة والأنوثة لاشتبه الأمر علينا فيما إذا كان بحيث يورث في أحد الحالين ويحرم في الأخرى كما إذا تركت زوجاً واختاً لأب وأم وخنثى لأب. (الشريفية: ۱۲۶)

بتقدیر مذکر

تخریج مسئلہ: ۶

زوج اخت (ع) خنثی لاب (علائی بھائی)

عصبہ

نصف

نصف

x

۳

۳

بحث سابع: خنثی مشکل سے متعلق پانچ اہم فائدے:

فائدہ اولیٰ: خنثی مشکل کے میراث کا سب سے پہلا فیصلہ کس نے کیا؟

علامہ شنشوریؒ فرماتے ہیں، خنثی کے میراث کا فیصلہ سب سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عامر بن ظرب عدوانی نے کیا، یہ ایک دانشور شخص تھا، لوگوں کے فیصلے کیا کرتا تھا، ایک مرتبہ خنثی کے میراث کے سلسلے میں اس سے پوچھا گیا تو وہ لا جواب ہو گیا وہ پریشان گھر لوٹا، اسے نیند نہیں آرہی تھی، اس کی پریشانی دیکھ کر اس کی باندی نے سبب پوچھا، اس نے سارا قصہ سنایا تو اس کی باندی نے کہا ”دَعِ الْحَالِ وَاتَّبِعِ الْمَبَالَ“ یعنی پریشانی چھوڑیئے، پیشاب کے راستے سے فیصلہ کیجئے، اس فیصلہ کو لوگوں نے پسند کیا، یہ زمانہ جاہلیت کا فیصلہ تھا، جس کو اسلام میں باقی رکھا گیا۔ (۱)

فائدہ ثانیہ: ”لأنه يعتبر السهام والعول“ میں ایک ابہام کی وضاحت:

تخریج شععی کے سلسلے میں مصنفؒ نے قول ابی یوسفؒ ذکر کر کے یہ بات بیان کی

(۱) قال العلامة الشنشوري : قال شيخ مشايخنا يعني العلامة الشيخ زكريا قيل أول من حكم بميراث الخنثى عامر العدواني وكان حاكما في الجاهلية واستمر عليه الحكم في الإسلام.

(العذب الفاضل: ۸۰/۲)

کہ وہ سہام اور عول کا اعتبار کرتے ہیں، جان لینا چاہیے کہ یہاں عول سے وہ عول مراد نہیں ہے جس کا ذکر باب العول میں آیا ہے، بل کہ یہاں عول کو مسئلہ کے کسر کو ختم کرنے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے، اصطلاحی عول مراد نہیں ہے۔ (۱)

فائدہ ثالثہ: ”واختلفا فی تخریج قول الشعبي“ میں ایک ابہام کی وضاحت: امام شعی کے مذہب ”نصف النصبیین“ کی تخریج میں صاحبین کا اختلاف ہے، جس کو مصنف نے ”اختلفا“ کہہ کر بیان کیا ہے، جس سے بظاہر ایسا لگتا ہے کہ یہی صاحبین کا مذہب ہے؛ حالاں کہ یہ صاحبین کا مذہب نہیں ہے، بل کہ عام روایات یہ ہے کہ اس تخریج کے بعد بھی امام محمد اپنے استاذ کے قول پر باقی رہے، اور امام ابو یوسف نے شعی کے اس قول کی تخریج کے بعد اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیا ہے۔ (۲)

فائدہ رابعہ: خنثی مشکل کا تصور کن رشتوں میں ممکن ہے اور کن رشتوں میں نہیں: وہ رشتے جن میں خنثی مشکل کا ہونا ممکن نہیں ہے:

خنثی مشکل کبھی بھی ابویں (أب، جد) اُمّین (أُم، جدہ) اور زوجین (زوج،

(۱) العول أي البسط إلى الكسر يعني ليس المراد بالعول ههنا ما مر، بل جعل الصحاح كسورا من جنس كسر تضربها في مخرجه مع زيادة هذا الكسر عليه، وهذا هو العول والمضاربة. (حاشیہ شریفیہ: رقم ۶/ص ۱۲۷)

(۲) قال الشامي: اعلم أن هذا قول الشعبي و لما كان من أشياخ أبي حنيفة، وله في هذا الباب قول مبهم اختلف أبو يوسف ومحمد في تخریجه فليس هو قولاً لهما..... وذكر في النهاية والكفاية أن الذي في عامة الروایات أن محمداً مع الإمام، وكذا أبو يوسف في قوله الأول، ثم رجع إلى ما فسر به كلام الشعبي. (ردالمحتار ۱۰/۴۵۰، کتاب الخنثی)



زوجہ) نہیں ہو سکتا ہے، کیوں کہ اگر وہ باپ دادا ہوگا تو مرد ہوگا، اور اگر ماں جدہ ہوگا تو عورت ہوگا، خنثی مشکل باقی نہیں رہے گا، اسی طرح خنثی جب تک خنثی مشکل باقی رہے، تو اس کا نکاح کرنا صحیح نہیں ہوتا لہذا وہ زوجین بھی نہیں ہو سکتا۔

وہ رشتے جن میں خنثی مشکل کا ہونا ممکن ہے:

خنثی مشکل چار رشتوں میں منحصر ہوتا ہے۔ ۱/ بوٹ (بیٹا، بیٹی) ۲/ اخوت

(بھائی، بہن) ۳/ عمومیت (چچا، پھوپھی) ۴/ ولای (معتق، معتق) وغیرہ۔ (۱)

فائدہ خامسہ: توریث و عدم توریث کے اعتبار سے خنثی کی پانچ حالتیں مع مثال:

حالتِ اولیٰ: تذکیر و تانیث دونوں صورتوں میں خنثی کے حکم کا برابر ہونا، جیسے

وارثین میں دواخیانی بھائی اور ایک عینی بہن اور ایک علاقائی بھائی خنثی ہو۔ (۲)

مسئلہ: ۶ (بتقدیر مذکر)

۲/ اخ (خ) اخت (ع) خنثی لاب (علاقائی بھائی)

ثلث نصف عصبہ

۲ ۳ ۱

(۱) فالمشکل لا یكون أباً ولا أمّاً ولا جدّاً لا وجدةً لأنه لو كان أباً أوجدًا لكان رجلاً، و لو كان أمّاً أو جدةً لكان أنثی، ولا یكون الخنثی زوجاً ولا زوجةً، لأنه لا تصح مناکحته مادام مشکلاً، وهو منحصر فی أربع جهات من جهات الورثة، وهي البنوة والأخوة والعمومة والولاء، وكذا الإدلاء بواحد منها. (العذب الفاضل: ۲/۷۲، الجداول الإلكترونية: ص ۲۳۸)

(۲) إن الخنثی خمسة أحوال: الأولى: أن يرث بتقدير الذکورة والأنوثة علی السواء كأخوين لأم وأخت شقيقة ولد أب خنثی. (العذب الفاضل: ۲/۸۰)

مسئلہ: ۶ (بتقدیر مؤنث)

|          |         |                      |
|----------|---------|----------------------|
| ۲/أخ (خ) | أخت (ع) | خنثی لاب (علاقی بہن) |
| ثلث      | نصف     | سدس                  |
| ۲        | ۳       | ۱                    |

وضاحت: مذکورہ مثالوں میں خنثی کو مذکر و مؤنث دونوں صورتوں میں برابر حصہ مل رہا ہے، اس اعتبار سے کہ خنثی (علاقی بھائی) کو مذکر ماننے کی صورت میں بطور عصبہ ایک حصہ مل رہا ہے، اور مؤنث ماننے کی صورت میں بھی بطور سدس ایک حصہ مل رہا ہے۔

حالتِ ثانیہ: خنثی کو مذکر ماننے کی صورت میں زیادہ ملنا، جیسے وارثین میں ایک

صلبی بیٹی اور ایک پوتا خنثی ہوں۔ (۱)

|                        |                          |
|------------------------|--------------------------|
| مسئلہ: ۲ (بتقدیر مذکر) | مسئلہ: ۶/۲ (بتقدیر مؤنث) |
|------------------------|--------------------------|

|     |                  |     |                  |
|-----|------------------|-----|------------------|
| بنت | خنثی (ابن الابن) | بنت | خنثی (بنت الابن) |
| نصف | عصبہ             | نصف | سدس              |
| ۱   | ۱                | ۳   | ۱                |

وضاحت: مذکورہ مثالوں میں خنثی کو مذکر ماننے کی صورت میں زیادہ مل رہا ہے؛ کیوں کہ مذکر والی صورت میں خنثی کو بطور عصبہ ترکہ کا نصف مل رہا ہے اور مؤنث والی صورت میں بطور سدس صرف ایک حصہ یعنی ربع مل رہا ہے۔

(۱) الثانية: يرث بتقدير الذكورة أكثر كبت و ولد ابن خنثی. (العذب الفاضل: ۸۰/۲)

حالتِ ثالثہ: خنثیٰ کو مؤنث ماننے کی صورت میں زیادہ ملنا، جیسے وارثین میں

شوہر ماں اور ایک بھائی خنثیٰ ہوں۔ (۱)

مسئلہ: ۸۷/۶ (بتقدیر مؤنث)

مسئلہ: ۶ (بتقدیر مذکر)

|     |     |              |     |     |             |
|-----|-----|--------------|-----|-----|-------------|
| زوج | اُم | خنثیٰ (اُخت) | زوج | اُم | خنثیٰ (اَخ) |
| نصف | ثلث | نصف          | نصف | ثلث | عصبہ        |
| ۳   | ۲   | ۳            | ۳   | ۲   | ۱           |

وضاحت: مذکورہ مثالوں میں خنثیٰ کو مؤنث ماننے کی صورت میں زیادہ مل رہا ہے؛

کیوں کہ مؤنث والی صورت میں خنثیٰ کو (۸) میں سے (۲) حصے مل رہے ہیں، اور مذکر والی

صورت میں چھ میں سے صرف ایک حصہ مل رہا ہے۔

حالتِ رابعہ: خنثیٰ کی توریث صرف مذکر ماننے کی صورت میں ہو، مؤنث

ماننے کی صورت میں نہیں، جیسے وارثین میں صرف معتق کی اولاد میں سے ایک خنثیٰ ہو۔ (۲)

مسئلہ: ۱ (بتقدیر مذکر)

مسئلہ: ۱۰ (بتقدیر مؤنث)

خنثیٰ (ابن المعتق)

خنثیٰ (بنت المعتق)

۱

۲

وضاحت: مذکورہ مثالوں میں خنثیٰ کو مذکر فرض کرنے کی صورت میں تو اس کو وراثت مل

رہی ہے، لیکن مؤنث فرض کرنے کی صورت میں وراثت نہیں مل رہی ہے؛ کیوں کہ بطور

(۱) الثالثة: عكس الثانية كزوج وأم وولد أب خنثی؟ (العذب الفاضل: ۸۰/۲)

(۲) الرابعة: يرث بتقدير الذكورة فقط كولد معتق خنثی. (العذب الفاضل: ۸۰/۲)

ولاء کے عورتوں کو کچھ نہیں ملتا ہے۔

حالتِ خامسہ: خنثیٰ کی توریث صرف مؤنث فرض کرنے کی صورت میں ہو، مذکر فرض کرنے کی صورت میں نہیں، جیسے وارثین میں شوہر، ماں، باپ، بیٹی اور ایک پوتا خنثیٰ ہوں۔ (۱)

مسئلہ: ۱۲/۱۵ع (بتقدیر مؤنث)

|     |     |     |     |                   |
|-----|-----|-----|-----|-------------------|
| زوج | اب  | اُم | بنت | خنثیٰ (بنت الابن) |
| ربع | سدس | سدس | نصف | سدس               |
| ۳   | ۲   | ۲   | ۶   | ۲                 |

مسئلہ: ۱۲/۱۳ع (بتقدیر مذکر)

|     |     |     |     |                   |
|-----|-----|-----|-----|-------------------|
| زوج | اب  | اُم | بنت | خنثیٰ (ابن الابن) |
| ربع | سدس | سدس | نصف | عصبہ              |
| ۳   | ۲   | ۲   | ۶   | x                 |

وضاحت: مذکورہ مثالوں میں خنثیٰ کو مؤنث فرض کرنے کی صورت میں تو اس کو وراثت مل رہی لیکن مذکر فرض کرنے کی صورت میں وراثت نہیں مل رہی ہے کیوں کہ مذکر والی صورت میں خنثیٰ عصبہ ہے اور عصبہ کو اس وقت ملتا ہے جب کہ اصحاب فرائض سے بچے، اور یہاں کچھ نہیں بچا اس لیے اس کو کچھ نہیں ملا۔

(۱) الخامسة عكس الرابعة كزوج و أبوين و بنت و ولد ابن خنثی. (العذب الفاضل: ۸۰/۲)

بحث ثامن: خنثی سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب:

خنثی مشکل سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب:

حاجی عبدالقیوم کا انتقال ہوا، انہوں نے اپنے وارثین میں بیوی، ایک لڑکی، ایک لڑکا، اور ایک خنثی چھوڑا؛ اب ان وارثین کے مابین جائیداد کی شرعی تقسیم کیسے ہوگی؟  
الجواب وباللہ التوفیق!

خنثی مشکل کے سلسلے میں مفتی بہ قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے ”کہ خنثی کو مذکر و مونث کے حصوں میں سے جو کم ہو، یا دونوں صورتوں میں سے کسی صورت میں خنثی محروم ہو رہا ہو، اسی کے مطابق وراثت تقسیم کی جائے گی، لہذا اسی مفتی بہ قول کی روشنی میں مرحوم کی کل متروکہ جائیداد کو شرعاً ۳۲ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، اس میں سے بیوی کو ۴ حصے، بیٹی کو ۷ حصے، بیٹے کو ۴ حصے، اور خنثی مشکل کو ۷ حصے اور روئے شرع دیئے جائیں گے۔

| مسئلہ: ۵ × ۸ = ۴۰ |              |     |            |
|-------------------|--------------|-----|------------|
| (بتقدیر مذکر)     |              |     |            |
| زوجہ              | بنت          | ابن | ابن (خنثی) |
| ۵                 | ۷            | ۷   | ۷          |
| ۵ × ۱             | (۳۵ = ۵ × ۷) |     |            |
| ۵                 | ۷            | ۷   | ۷          |

| مسئلة: $8 \times 4 = 32$ |     |                     |            |
|--------------------------|-----|---------------------|------------|
| (بتقدير مؤنث)            |     |                     |            |
| زوجه                     | بنت | ابن                 | بنت (خنثى) |
| ثمن                      | عصب |                     | هـ         |
| $4 \times 1$             |     | $(28 = 4 \times 7)$ |            |
| ٢                        | ٤   | ١٢                  | ٤          |

والحجة على ما قلنا !

ما فى السراجى فى الميراث : للخنثى المشكل اقل النصيبين أعني أسوأ الحالين عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى و أصحابه و هو قول عامة الصحابة رضي الله عنهم و عليه الفتوى .

(ص ٨٠، فصل فى الخنثى)

والله أعلم بالصواب

## حمل كايان

فَصْلٌ: فِي الْحَمَلِ: أَكْثَرُ مُدَّةِ الْحَمَلِ سِتَّانِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ  
 اللَّهُ تَعَالَى، وَعِنْدَ لَيْثِ بْنِ سَعْدٍ ثَلَاثُ سِنِينَ، وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ  
 اللَّهُ تَعَالَى أَرْبَعُ سِنِينَ، وَعِنْدَ الزُّهْرِيِّ سَبْعُ سِنِينَ، وَأَقْلَاهَا سِتَّةُ أَشْهُرٍ.  
 وَيُوقَفُ لِلْحَمَلِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى نَصِيبُ  
 أَرْبَعَةِ بَنِينَ، أَوْ أَرْبَعِ بَنَاتٍ أَيُّهُمَا أَكْثَرُ، وَيُعْطَى لِبَقِيَّةِ الْوَرَثَةِ أَقْلُ  
 الْأَنْصِبَاءِ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يُوقَفُ نَصِيبُ ثَلَاثَةِ بَنِينَ أَوْ  
 ثَلَاثِ بَنَاتٍ أَيُّهُمَا أَكْثَرُ، رَوَاهُ لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ، وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى نَصِيبُ  
 ابْنَيْنِ، وَهُوَ قَوْلُ الْحَسَنِ وَإِحْدَى الرَّوَائِيَيْنِ عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ  
 اللَّهُ تَعَالَى، رَوَاهُ عَنْهُ هِشَامٌ، وَرَوَى الْخَصَافُ عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ  
 اللَّهُ تَعَالَى أَنَّهُ يُوقَفُ نَصِيبُ ابْنٍ وَاحِدٍ أَوْ بِنْتٍ وَاحِدَةٍ، وَعَلَيْهِ  
 الْفَتْوَى. وَيُؤْخَذُ الْكَفِيلُ عَلَى قَوْلِهِ، فَإِنْ كَانَ الْحَمْلُ مِنَ الْمَيِّتِ  
 وَجَاءَتْ بِالْوَلَدِ لِتَمَامِ أَكْثَرِ مُدَّةِ الْحَمَلِ أَوْ أَقْلَ مِنْهَا، وَلَمْ تَكُنْ أَقَرَّتْ

بِإِنْقِضَاءِ الْعِدَّةِ، يَرِثُ وَيُورَثُ عَنْهُ، وَإِنْ جَاءَتْ بِالْوَلَدِ لِأَكْثَرِ مُدَّةِ  
الْحَمَلِ، لَا يَرِثُ وَلَا يُورَثُ، وَإِنْ كَانَ مِنْ غَيْرِهِ وَجَاءَتْ بِالْوَلَدِ  
لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ أَوْ أَقَلِّ مِنْهَا، يَرِثُ، وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ الْأَكْثَرُ مِنْ أَقَلِّ مُدَّةِ  
الْحَمَلِ لَا يَرِثُ، فَإِنْ خَرَجَ أَقْلُ الْوَلَدِ ثُمَّ مَاتَ، لَا يَرِثُ، وَإِنْ خَرَجَ  
أَكْثَرُهُ ثُمَّ مَاتَ، يَرِثُ، فَإِنْ خَرَجَ الْوَلَدُ مُسْتَقِيمًا فَالْمُعْتَبَرُ صَدْرُهُ،  
يَعْنِي إِذَا خَرَجَ الصَّدْرُ كُلُّهُ يَرِثُ، وَإِنْ خَرَجَ مِنْكُوسًا فَالْمُعْتَبَرُ سُرَّتُهُ.

ترجمہ: یہ فصل ہے حمل کے بیان میں۔ امام ابوحنیفہؒ (اور صاحبین رحمہم اللہ) کے نزدیک حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال ہے، اور لیث بن سعدؒ کے نزدیک تین سال، اور امام شافعیؒ کے نزدیک چار سال، اور امام زہریؒ کے نزدیک سات سال ہے، اور حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔

اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چار لڑکے یا چار لڑکیوں کے حصوں میں سے جو حصہ زیادہ ہو، وہ روک لیا جائے، اور حصوں میں سے کم تر باقی ورثاء کو دے دیا جائے، اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک تین لڑکے یا تین لڑکیوں کے حصوں میں جو حصہ زیادہ ہو، وہ موقوف رکھا جائے، لیث بن سعدؒ نے (ان سے) یہ روایت نقل کی ہے، اور دوسری روایت میں دو لڑکے (یا دو لڑکیوں) کا حصہ ہے (یعنی ان میں جو زیادہ ہو وہ موقوف رکھا جائے) یہی قول حسن بصریؒ کا ہے، اور امام ابو یوسفؒ کی دو روایتوں میں سے ایک روایت ہے جس کو ہشامؒ نے ان سے نقل کیا ہے، اور خفافؒ نے امام ابو یوسفؒ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک لڑکے یا ایک لڑکی کا حصہ (یعنی زیادہ والا حصہ) موقوف رکھا جائے، اور اسی پر فتویٰ ہے۔



اور امام ابو یوسفؒ کے قول پر ضامن لیا جائے گا، پس اگر حمل میت کا ہو اور (عورت) اکثر مدت حمل مکمل ہونے پر، یا اس سے کم مدت میں بچہ جنے، جب کہ اس نے عدت گزرنے کا اقرار نہ کیا ہو، تو وہ (بچہ) وارث ہوگا، اور دوسرے کو بھی وارث بنائے گا، اور اگر اکثر مدت حمل گزرنے کے بعد بچہ جنے تو وہ (بچہ) نہ تو وارث ہوگا، اور نہ کسی کو وارث بنائے گا، اور اگر حمل میت کے علاوہ کا ہو، اور وہ (عورت) چھ ماہ یا اس سے کم میں بچہ جنے تو وہ بچہ وارث ہوگا، اور اگر اقل مدت حمل (چھ ماہ) سے زیادہ میں بچہ جنے تو (وہ بچہ) وارث نہیں ہوگا، اور اگر بچے کا تھوڑا حصہ باہر آیا، پھر بچہ مر گیا تو وہ وارث نہیں ہوگا، اور اگر اس کا زیادہ حصہ باہر آ گیا، پھر مر گیا تو وہ وارث ہوگا، پس اگر بچہ سیدھا نکلے تو اس کے سینے کا اعتبار ہوگا، یعنی جب پورا سینہ باہر آ جائے (پھر مر جائے) تو وہ وارث ہوگا، اور اگر بچہ الٹا پیدا ہو تو اس کے ناف کا اعتبار ہوگا۔

توضیح و تشریح: یہاں نو بحثیں ذکر کی جائیں گی:

- (۱) حمل کی لغوی و شرعی تعریف (۲) مدت حمل کی تفصیل اور اکثر مدت میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل و سبب اختلاف (۳) حمل کے لیے روکی جانے والی مقدار میراث کے سلسلے میں اختلاف ائمہ مع دلائل (۴) شروطِ توریث حمل (۵) اصولِ توریث حمل (۶) مصنفؒ کی عبارت پر ایک اہم اعتراض اور شامیہ سے اس کا حمل (۷) کیا حمل کے سلسلے میں الٹرا ساؤنڈ (Ultra sound) کے ذریعہ حمل کی جنس معلوم کر کے تقسیم میراث کو حتمی بنا سکتے ہیں؟ (۸) حمل سے متعلق دوا اہم فائدے (۹) حمل سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب

## بحثِ اول: حمل کی لغوی و شرعی تعریف:

لغاً: حمل ”حَمَلْتُ“ کا مصدر ہے، اسی سے جب عورت حاملہ ہو تو اس کو ”حامل“ یا ”حاملہ“ کہا جاتا ہے۔ اور شرعاً: حمل اس بچہ کو کہتے ہیں، جو ماں کے پیٹ میں ہو، خواہ وہ بچہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ (۱)

## بحثِ ثانی: مدتِ حمل کی تفصیل اور اکثر مدت میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل و سبب اختلاف:

مدتِ حمل کی تفصیل یہ ہے کہ اقل مدت چھ ماہ ہیں، اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اکثر مدت میں اختلاف ہے، جس میں تین مذاہب ہیں:

مذہبِ اول: احناف کے نزدیک اکثر مدتِ حمل دو سال ہیں۔

دلیل: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ: مَا تَزِيدُ الْمَرْأَةَ فِي الْحَمَلِ عَلَى سِنَتَيْنِ وَلَا قَدَرَ مَا يَتَحَوَّلُ ظِلُّ عُودِ الْمِغْزَلِ. (۲)

مفہومِ حدیث: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بچہ اپنی ماں کے رحم میں دو سال سے زیادہ نہیں رہ سکتا، اگرچہ تکلے (چرخہ کا ایک جز، لوہے کی سلائی) کے سایہ کے برابر ہو، یعنی ظلِ مغزل سے قلتِ وقت میں تشبیہ دی گئی ہے۔

(۱) الحمل لغة مصدر حملت تحملا، ويقال للمرأة حامل وحاملة، إذا كانت حبلً وإصطلاحاً هو ما في بطن الأم من ولد ذكرًا كان أو أنثى. (الموريث للصابوني: ص ۱۹۹)

(۲) السنن الكبرى للبيهقي: ۷/۲۸، كتاب العدد ما جاء في أكثر الحمل

طریقہ استدلال: حضرت عائشہؓ کا یہ ارشاد کہ بچہ ماں کے پیٹ میں دو سال سے زیادہ نہیں رہ سکتا، یہ بات انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی بیان کی ہوگی، اس اعتبار سے یہ دلیل شرعی ہے۔ (۱)

مذہب ثانی: داؤد ظاہری کے نزدیک اکثر مدت حمل نو مہینہ ہے۔

دلیل: عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَيُّمَا امْرَأَةٍ طُلِقَتْ فَحَاضَتْ حَيْضَةً أَوْ حَيْضَتَيْنِ ثُمَّ رَفَعْتُهَا حَيْضَةً فَإِنَّهَا تَنْتَظِرُ تِسْعَةَ أَشْهُرٍ فَإِنْ بَانَ بِهَا حَمْلٌ فَذَاكَ وَإِلَّا اعْتَدْتُ بَعْدَ التَّسْعَةِ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ ثُمَّ حَلَّتْ. (۲)

مفہوم حدیث: حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ مطلقہ جس کو ایک یا دو حیض آیا، پھر حیض بند ہو گیا، تو وہ نو مہینے تک انتظار کرے، اگر اس مدت میں حمل ظاہر ہو جائے تو یہ حمل اس عورت کا ہے، ورنہ وہ نو مہینے کے بعد مہینوں کے اعتبار سے تین مہینہ اپنی عدت طلاق گزارے۔

طریقہ استدلال: اس اثر میں مطلقہ عورت کے حیض بند ہو جانے کے بعد اُسے نو مہینہ انتظار پر مامور کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اکثر مدت حمل نو مہینہ ہے۔

مذہب ثالث: وہ حضرات جو دو سال سے زائد کے قائل ہیں۔

(الف) لیث ابن سعد مصری کے نزدیک اکثر مدت حمل تین سال ہے۔

(ب) امام شافعیؒ کے نزدیک چار سال ہے۔

(۱) وذاك لا يعرف إلا توفيقاً إذ ليس للعقل فيه مجال، فكانها روته عن النبي صلى الله عليه

وسلم. (الموسوعة الفقهية: ۱۸/۱۴۵) (۲) السنن الكبرى للبيهقي: ۶۸۹/۷

(ج) امام محمد ابن مسلم زہریؒ کے نزدیک سات سال ہے۔

دلیل: عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ هُوَ الْوَاقِدِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَدْ يَكُونُ الْحَمْلُ سِنِينَ وَأَعْرِفَ مَنْ حَمَلَتْ بِهِ أُمُّهُ أَكْثَرَ مِنْ سِنَتَيْنِ يَعْنِي نَفْسَهُ. (۱)

مفہوم حدیث: امام واقدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا، کہ حمل کی مدت دو سال ہے، جب کہ میں اس عورت کو جانتا ہوں، جس نے دو سال سے زائد پر بچہ جنا۔

طریقہ استدلال: اس اثر میں ایک عورت کا دو سال سے زائد پر بچہ جینا اس کو بنیاد بنا کر کسی نے اکثر مدت کے سلسلہ میں تین سال کسی نے چار اور کسی نے سات سال کا قول نقل کر دیا۔  
مذہب ثانی کے دلیل کا جواب:

حضرت عمرؓ کا مطلقہ عورت کو حیض بند ہو جانے کے بعد نو مہینہ انتظار کا حکم دینا ”ظہور حمل“ کی دلیل ہے، نہ کہ اکثر مدت کی، کیوں کہ اس اثر میں مدت حمل کا کوئی ذکر بھی نہیں؛ نیز اگر اکثر مدت ۹ مہینہ مان لیا جائے تو ایک خرابی لازم آئے گی، اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق رجعی دیتا ہے، اور عورت انقضائے عدت کا اقرار نہیں کرتی ہے، اور بچہ نو مہینے کے بعد دو سال کے اندر کی مدت میں پیدا ہوتا ہے، تو بچہ کا نسب ثابت نہیں ہوگا، کیوں کہ عدت تو نو مہینہ پر پوری ہوگئی، جب کہ اس صورت میں بچہ کا نسب شوہر سے ثابت ہو جاتا ہے۔ (مؤلف)

مذہبِ ثالث کے دلیل کا جواب:

حضرت انسؓ کا یہ کہنا کہ میں ایک ایسی عورت کو جانتا ہوں جس کی ماں نے اسے دو سال سے زائد پر جنم دیا نوادر کے قبیل سے ہے، اور نوادر معدوم کے درجہ میں ہوتے ہیں۔ اور نوادر سے استدلال درست نہیں ہوتا ہے (۱)۔ نیز دو سال سے زائد پر جنم اس وجہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ بیماری کی وجہ سے بچہ دانی کا منہ بند ہو گیا ہو، اور اس کا حکم شرعی میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (۲)

اکثر مدتِ حمل میں اختلاف کا سبب:

دراصل اکثر مدتِ حمل کے سلسلے میں کتاب اللہ اور سنت میں کوئی صراحت نہیں ہے، اسی لیے اس میں فقہاء کی آراء مختلف ہو گئی (۳)۔ اور اقل مدتِ حمل کی صراحت موجود ہے ”وَحَمْلُهُ وَفَصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا“۔ اس آیت میں اللہ رب العزت نے حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینہ بیان فرمائی ہے، اور دوسری جگہ دودھ چھڑانے کی مدت دو سال بیان فرمائی ہے ”وَفَصْلُهُ فِي عَامَيْنِ“۔ اسی طرح ”وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلِينَ كَامِلِينَ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ“۔

جس سے معلوم ہوا کہ دودھ چھڑانے کی مدت دو سال یعنی چوبیس مہینے ہیں، اب تیس مہینہ میں سے چوبیس مہینے نکالے گئے، تو مدتِ حمل کے لیے چھ مہینے باقی رہے، پس

(۱) النادر ملحق بالعدم. (موسوعة قواعد الفقهية: ۸۰/۱) (۲) ويجوز أن يكون ذالك لإنسداد فم الرحم لمرض على سبيل الندرة فلا إعتداد. (الشريفية: ص ۱۳۰) (۳) أكثر مدة الحمل لما لم يرد فيها نص من كتاب الله أو سنة رسوله إختلف آراء الفقهاء فيها. (الوجيز في الميراث: ۱۴۲)

فقہاء کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ اقل مدت حمل چھ مہینہ ہیں۔ (۱)

بحثِ ثالث: حمل کے لیے روکی جانے والی مقدارِ میراث کے سلسلے میں  
اختلافِ ائمہ مع دلائل:

اس مقدار کے سلسلہ میں چار اقوال ہیں:

قول اول: حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حمل کے لیے چار ابن، یا چار بنت میں سے جس کا حصہ زیادہ ہوگا، وہ روکا جائے گا، یعنی حمل کو ابن فرض کرنے کی صورت میں زیادہ ملتا ہے، تو وہ، اور اگر بنت فرض کرنے کی صورت میں زیادہ ملتا ہے تو وہ روکا جائے گا، اس کو ابن مبارکؒ نے روایت کیا ہے۔

دلیل: حضرت کی دلیل احتیاط ہے، یعنی احتیاطاً چار ابن یا چار بنت کا حصہ روک لیا جائے گا، کیوں کہ عامۃ عورت بطن واحد سے چار سے زیادہ بچے نہیں جنتی۔ (۲)

قول ثانی: حضرت امام محمدؒ کے نزدیک تین ابن، یا تین بنت میں سے جس کا حصہ زیادہ ہوگا، وہ روکا جائے گا، اس کو لیث ابن سعدؒ نے روایت کیا ہے۔

(۱) اتفق الفقہاء حول هذه المسئلة، وهي أن أقل مدة للحمل هي ستة أشهر ”وحملة وفصله ثلثون شهراً“ فجعل الله تعالى ثلاثين شهراً مدة الحمل و الفصل جميعاً، ثم جعل سبحانه وتعالى: الفصل في عامين بقوله تعالى ”وفصله في عامين“ فيبقى للحمل ستة أشهر، بمعنى أنه إذا انقضت الحولان لم يبق للحمل إلا ستة أشهر. (البصمة الوارثية: ۱۷۷)

(۲) رواه ابن المبارك وبه أخذوا وذلك للإحتياط قال شريك النخعي رأيت بالكوفة لأبي إسماعيل أربعة بنين في بطن واحد، ولم ينقل في المتقدمين أن امرأة ولدت أكثر من ذلك فاكثفينا به.

(الشريفية: ۱۳۱)

**نوٹ:** یہ روایت نہ تو اصل (مبسوط) کی شروح میں ہے اور نہ عام روایت میں ہے۔ (۱)

**قول ثالث:** حضرت امام محمدؒ کی دوسری روایت جو حسن بن زیادؒ کا قول ہے، اور امام ابو یوسفؒ کی دو روایتوں میں سے ایک روایت ہے، جس کو ہشامؒ نے روایت کیا ہے کہ حمل کے لیے دو ابن یا دو بنت کا حصہ روکا جائے گا۔

**دلیل:** بطن واحد سے چار بچوں کا پیدا ہونا نادر ہے، البتہ دو بچوں کا پیدا ہونا عام ہے، اور حکم کا مدار امر نادر پر نہیں ہوتا ہے۔ (۲)

**قول رابع:** حضرت امام ابو یوسفؒ کی دوسری روایت جس کو امام خفافؒ نے روایت کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ حمل کے لیے ایک ابن یا ایک بنت میں سے جس کا حصہ زیادہ ہو، وہ روکا جائے گا، اور یہ مفتی بہ قول ہے، اور ورثاء سے عہد لے لیا جائے کہ اگر بچہ زیادہ پیدا ہو، تو وہ ماخوذ تر کہ میں سے زائد بچوں کا حصہ واپس کر دیں گے۔

**دلیل:** بطن واحد سے ایک بچے کا پیدا ہونا بہ نسبت دو بچے کے پیدا ہونے کے زیادہ عام ہے، اسی لیے حکم کا مدار بھی اسی پر ہوگا، البتہ ورثاء سے احتیاطاً عہد لے لیا جائے گا، تاکہ زیادہ بچے کے پیدا ہونے کی صورت میں وہ ماخوذ تر کہ میں سے زائد حصہ واپس کر دیں۔ (۳)

(۱) وليست هذه الرواية موجودة في شروح الأصول ولا في عامة الروايات. (الشريفية: ص ۱۳۱)

(۲) وذلك لأن ولادة أربعة في بطن واحد في غاية الندرة، فلا يمتني الحكم عليه بل على ما يعتاد في الجملة وهي ولادة اثنين. (الشريفية: ۱۳۱)

(۳) الحنفية يقدرونه واحدًا لأنه الغالب والكثير عند النساء، يأخذون كفيلاً على الورثة احتياطاً.

(مرجع الطلاب في الموارث: ۱۳۰)

## بحثِ رابع: شروطِ توریتِ حمل:

حمل کے وارث ہونے کے لیے دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

- شرطِ اول: حمل بوقتِ وفاتِ مورث اپنی ماں کے پیٹ میں یقینی طور پر موجود ہو، کیوں کہ ارث ایک قسم کی خلافت ہے، اور شیء معدوم میں خلافت متصور نہیں ہوتی ہے۔ (۱)
- اب مورث کے انتقال کے وقت حمل موجود تھا یا نہیں، اس کی دو صورتیں ہیں:
- (۱) یا تو حمل میت کا ہوگا (۲) یا حمل میت کے علاوہ کا ہوگا۔

صورتِ اولیٰ: اگر حمل میت کا ہو، مثلاً شوہر کی وفات ہوئی ہو اور بیوی حاملہ ہو اور دو سال کے اندر بچہ پیدا ہو، خواہ چھ مہینے سے کم میں پیدا ہو، بشرطیکہ عورت نے انقضائے عدت کا اقرار نہ کیا ہو، تو بچہ وارث بھی ہوگا، اور مورث بھی یعنی بچہ زندہ پیدا ہو تو اس کو اپنے باپ کی میراث ملے گی، اور زندہ پیدا ہو کر مر جائے تو اس کا حصہ میراث اس کے ورثاء کو ملے گا۔ اور اگر اکثر مدتِ حمل دو سال کے بعد ولادت ہو تو بچہ نہ وارث ہوگا، اور نہ مورث، کیوں کہ اس صورت میں یہ بات یقینی نہیں ہے کہ وہ مورث کی موت کے وقت پیٹ میں تھا، اسی طرح اگر بچہ دو سال کے اندر تو پیدا ہو، لیکن عورت عدت گزر جانے کا اقرار کر چکی ہو، اور مدت میں انقضائے عدت کی گنجائش ہو تو بھی مولود نہ وارث ہوگا، اور نہ ہی مورث۔ (۲)

- (۱) ومن هنا قرر فقهاء الشريعة أن الحمل من جملة المستحقين للميراث إذا قام به سبب من أسبابه وتوفر فيه شرطان: الشرط الأول، أن يكون الحمل موجوداً في بطن أمه وقت موت مورثه لأن الإرث خلافة، والمعدوم لا يتصور أن يكون خلفاً عن أحد. (الوجيز في الميراث: ص ۱۴۱)
- (۲) فإن كان الحمل من الميت بأن خلف امرأة حاملاً، وجاءت بالولد لتمام أكثر مدة الحمل =



صورتِ ثانیہ: اور اگر حمل غیر میت کا ہو مثلاً باپ کا یا بیٹے کا ہو، یعنی میت کی ماں یا بہو حاملہ ہو، تو اگر میت کی موت کے بعد چھ ماہ میں یا چھ ماہ کے اندر بچہ پیدا ہو، تو وہ وارث ہوگا، اور اگر بچہ چھ ماہ بعد پیدا ہو تو وارث نہیں ہوگا، کیوں کہ پہلی صورت میں میت کی مدت کے وقت علق (استقرارِ حمل) کا یقین ہے، اور دوسری صورت میں یہ بات یقینی نہیں، ممکن ہے کہ میت کے وفات کے بعد استقرارِ حمل ہوا ہو۔ (۱)

سوال: اگر حمل میت سے ہو تو اکثر مدتِ حمل تک پیدا ہونے پر وارث ہوتا ہے، اور اگر غیر میت سے ہو، تو صرف اقل مدتِ حمل تک پیدا ہونے پر وارث ہوتا ہے؛ اس فرق کی وجہ کیا ہے؟

= أي لستين عندنا أو أقل منها، ولم تكن المرأة مع ذلك أقرت بانقضاء العدة يرث ذلك الولد من الميت وأقاربه ويورث عنه، لأن وجود الولد في البطن وقت الموت شرط في استحقاق الإرث، فإن لم تكن أقرت بانقضاء العدة مع ثبوت مدة الحمل بأن الحمل كان موجوداً في ذلك الوقت وإن جاءت بالولد لأكثر من أكثر مدة الحمل، لا يرث ذلك الولد من الميت، ولا يورث عنه من قبله، إذ قد علم بمجيئه كذا لك أن علوقه كان بعد الموت فلا نسب ولا ميراث، وكذا إذا أقرت المرأة في مدة الحمل بانقضاء عدتها بعد زمان يتصور فيه إنقضاء العدة، ثم جاءت بالولد في تلك المدة فإنه لا يرث عنه إذ قد علم باقرارها أن الحمل لم يكن من الميت.

(الشریفة: ص ۱۳۲)

(۱) وإن كان الحمل ثابتاً بالنسب من غيره، بأن ترك امرأة أبيه أو جده أو نحوها من ورثته حاملاً، ولا حاجب من الورثة لهذا الحمل، فإن ولدته أمه لأدنى من أقل مدة الحمل بعد موت المورث، ورث ذلك الولد من الميت، لأنه قد تحقق وجوده في البطن حال موت مورثه، وأما إن جاءت به لأكثر من أقل مدة الحمل، فلا يرث إذ لم يتيقن وجوده حين موت المورث.

(الوجیز فی المیراث: ص ۱۴۳)

جواب: اس فرق کو سمجھنے کے لیے ایک قاعدہ جاننا ضروری ہے ”إضافة الحادث إلى أقرب أوقاته“ نئی پیش آنے والی شئی اپنے قریب ترین وقت کی طرف منسوب ہوتی ہے، البتہ اگر کوئی ضرورت داعی ہو، تو اس کو بعد اوقات کی طرف بھی پھیرا جاسکتا ہے۔

اب غور کیجیے کہ پہلی صورت میں جب کہ حمل میت سے ہو، اس وقت ضرورت اس بات کی داعی ہے کہ اکثر مدت حمل میں بھی اس حمل کی نسبت میت کی طرف کی جائے، تاکہ اس کا نسب ثابت ہو جائے، اور جب نسب ثابت ہوگا، تو وارث بھی ہوگا، اور دوسری صورت میں ضرورت داعی نہیں ہے، کیوں کہ دوسرے سے نکاح ہونے کی وجہ سے نسب اس غیر سے یعنی دوسرے شخص سے ثابت ہے؛ لہذا اکثر مدت تک درازگی کی ضرورت نہیں ہے۔ (۱)

(۱) وإن جاءت بالولد لأكثر من أقل مدة الحمل لا يرث، إذ لم يتقين علوقه ح، ولا ضرورة ههنا إلى تقدير وجوده في زمان الموت، بخلاف ما إذا كان الحمل منه فإن العلوق هنا يستند إلى أكثر أوقات الحمل، لضرورة إثبات نسبه من الميت بعد إرتفاع النكاح بالموت، أما إذا كان الحمل من غيره فنسبه ثابت من ذلك الغير، فلا ضرورة ههنا إلى إعتبار أكثر الأوقات بل يجب الإقتصار على ما هو أقل مدة الحمل ومادونه حتى يتقين بوجوده حال الموت.

(الشریفة: ص ۱۳۲)

شرطِ ثانی: حمل بحالتِ حیات پیدا ہو، تا کہ مالک بننے کی اہلیت ثابت ہو جائے۔ (۱)

بحالتِ حیات پیدا ہونے کی تین صورتیں ہیں:

(۱) مکمل بچہ بحالتِ حیات پیدا ہو، حیات کی علامت بچہ کا رونا، چھینکنا، یا ماں

کے پستان کو چوسنا وغیرہ ہے۔

(۲) بوقتِ ولادت بچہ کا اکثر حصہ بحالتِ حیات نکلا ہو، اور پھر مر گیا ہو۔

حکم: ان دونوں صورتوں میں بچہ وارث اور مورث دونوں ہوگا۔

(۳) بوقتِ ولادت بچہ کا اقل حصہ بحالتِ حیات نکلا پھر مر گیا، تو اس صورت

میں بچہ نہ وارث ہوگا، اور نہ مورث۔

اب اقل و اکثر کی معرفت اس سے ہوگی کہ اگر بچہ سیدھا یعنی سر کی جانب سے

آ رہا ہے، تو اکثر کا اعتبار سینے کے نکلنے پر ہوگا، لہذا اگر بحالتِ حیات سینہ باہر آ گیا تو بچہ

وارث ہوگا، اور اگر الٹا یعنی پیر کی جانب سے آ رہا ہے، تو اکثر کا اعتبار ناف کے نکلنے پر ہوگا،

یعنی اگر بحالتِ حیات بچہ ناف تک نکلا، پھر مر گیا تو وارث ہوگا، اور اگر دونوں صورتوں میں

اکثر حصہ کے نکلنے سے پہلے ہی بچہ مر جائے تو وارث نہیں ہوگا۔

(۱) ثانیاً أن ینفصل من بطن أمه حیاً و ذالک لیکون أهلاً للملک. (الموارث للصابونی: ص ۲۰۰)

## بحث خامس: اصول توريت حمل:

الْأَصْلُ فِي تَصْحِيحِ مَسَائِلِ الْحَمَلِ أَنْ تُصَحَّحَ الْمَسْئَلَةُ عَلَى تَقْدِيرَيْنِ: أَعْنِي عَلَى تَقْدِيرٍ أَنَّ الْحَمَلَ ذَكَرٌ وَعَلَى تَقْدِيرٍ أَنَّهُ أُنْثَى، ثُمَّ يُنْظَرُ بَيْنَ تَصْحِيحِي الْمَسْأَلَتَيْنِ فَإِنْ تَوَافَقَا بِجُزْءٍ فَاضْرِبْ وَفُقَ أَحَدِهِمَا فِي جَمِيعِ الْآخِرِ وَإِنْ تَبَايَنَا فَاضْرِبْ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي جَمِيعِ الْآخِرِ فَالْحَاصِلُ تَصْحِيحُ الْمَسْئَلَةِ ثُمَّ اضْرِبْ نَصِيبَ مَنْ كَانَ لَهُ شَيْءٌ مِنْ مَسْأَلَةِ ذُكُورَتِهِ فِي مَسْأَلَةِ أُنْثَى، أَوْ فِي وَفُقَهَا، وَمَنْ كَانَ لَهُ شَيْءٌ مِنْ مَسْأَلَةِ أُنْثَى فِي مَسْأَلَةِ ذُكُورَتِهِ أَوْ فِي وَفُقَهَا كَمَا فِي الْخُنْثَى، ثُمَّ انْظُرْ فِي الْحَاصِلَيْنِ مِنَ الضَّرْبِ أَيُّهُمَا أَقَلُّ يُعْطَى لِذَلِكَ الْوَارِثِ وَالْفَضْلُ الَّذِي بَيْنَهُمَا مَوْقُوفٌ مِنْ نَصِيبِ ذَلِكَ الْوَارِثِ فَإِنْ ظَهَرَ الْحَمْلُ فَإِنْ كَانَ مُسْتَحَقًّا لِجَمِيعِ الْمَوْقُوفِ فِيهَا، وَإِنْ كَانَ مُسْتَحَقًّا لِلْبَعْضِ فَيَأْخُذْ ذَلِكَ وَالْبَاقِي مَقْسُومٌ بَيْنَ الْوَرِثَةِ فَيُعْطَى لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْوَرِثَةِ مَا كَانَ مَوْقُوفًا مِنْ نَصِيبِهِ كَمَا إِذَا تَرَكَ بِنْتًا وَأَبَوَيْنِ وَامْرَأَةً حَامِلًا، فَالْمَسْأَلَةُ مِنْ أَرْبَعَةٍ وَعِشْرِينَ عَلَى تَقْدِيرِ أَنَّ الْحَمَلَ ذَكَرٌ وَمِنْ سَبْعَةٍ وَعِشْرِينَ عَلَى تَقْدِيرِ أَنَّهُ أُنْثَى فَاضْرِبْ وَفُقَ أَحَدِهِمَا فِي جَمِيعِ الْآخِرِ صَارَ الْحَاصِلُ مَائَتَيْنِ وَ سِتَّةَ عَشَرَ إِذْ عَلَى

تَقْدِيرُ ذُكُورَتِهِ لِلْمَرْأَةِ سَبْعَةٌ وَعِشْرُونَ وَ لِلْأَبَوَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ سِتَّةٌ  
و ثَلَاثُونَ وَعَلَى تَقْدِيرِ أُنْثَتِهِ لِلْمَرْأَةِ أَرْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ وَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ  
الْأَبَوَيْنِ اِثْنَانِ وَ ثَلَاثُونَ فَتُعْطَى لِلْمَرْأَةِ أَرْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ وَ تَوْقَفَ مِنْ  
نَصِيبِهَا ثَلَاثَةُ أَشْهُمٍ وَمِنْ نَصِيبِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْأَبَوَيْنِ أَرْبَعَةُ أَشْهُمٍ  
و تُعْطَى لِلْبَنَاتِ ثَلَاثَةُ عَشَرَ سَهْمًا، لِأَنَّ الْمَوْقُوفَ فِي حَقِّهَا نَصِيبُ  
أَرْبَعَةِ بَنِينَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَإِذَا كَانَ الْبُنُونَ أَرْبَعَةً فَنَصِيبُهَا سَهْمٌ  
وَأَرْبَعَةُ أَتَسَاعِ سَهْمٍ مِنْ أَرْبَعَةٍ وَعِشْرِينَ مَضْرُوبٌ فِي تِسْعَةِ فَصَارَ ثَلَاثَةُ  
عَشَرَ سَهْمًا هِيَ لَهَا وَ الْبَاقِي مَوْقُوفٌ وَهُوَ مِائَةٌ وَ خَمْسَةَ عَشَرَ سَهْمًا فَإِنْ  
وَلَدَتْ بِنْتًا وَاحِدَةً أَوْ أَكْثَرَ فَجَمِيعُ الْمَوْقُوفِ لِلْبَنَاتِ وَإِنْ وَلَدَتْ ابْنًا وَاحِدًا  
أَوْ أَكْثَرَ فَيُعْطَى لِلْمَرْأَةِ وَالْأَبَوَيْنِ مَا كَانَ مَوْقُوفًا مِنْ نَصِيبِهِمْ فَمَا بَقِيَ تُضْمُّ إِلَيْهِ  
ثَلَاثَةُ عَشَرَ وَيُقَسَّمُ بَيْنَ الْأَوْلَادِ-

وَإِنْ وَلَدَتْ وَلَدًا مِيتًا فَيُعْطَى لِلْمَرْأَةِ وَالْأَبَوَيْنِ مَا كَانَ مَوْقُوفًا مِنْ نَصِيبِهِمْ  
وَلِلْبَنَاتِ إِلَى تَمَامِ النِّصْفِ وَهُوَ خَمْسَةٌ وَتِسْعُونَ سَهْمًا، وَ الْبَاقِي لِلْأَبِ وَهُوَ  
تِسْعَةُ أَشْهُمٍ، لِأَنَّهُ عَصَبَةٌ-

ترجمہ: حمل کے مسائل کی تصحیح میں بنیادی بات یہ ہے کہ دو تقدیروں پر مسئلہ کی تصحیح کریں یعنی  
اس تقدیر پر کہ حمل مذکر ہے، اور اس تقدیر پر کہ حمل مؤنث ہے پھر دونوں مسئلوں کی دونوں  
تصحیح میں غور کریں، پس اگر دونوں کسی جزء میں متفق ہوں (یعنی کوئی تیسرا چھوٹا عدد دونوں کو

فنا کرتا ہو) تو ان دونوں میں سے ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دیں، اور اگر دونوں متباین ہوں تو دونوں میں سے ہر ایک کو دوسرے کے کل میں ضرب دیں تو ما حاصل مسئلہ کی تصحیح ہے۔ پھر (ہر فریق کا حصہ جاننے کے لیے) ضرب دیں اس (وارث) کے حصہ کو جو بھی اس کو ملا ہے حمل کے مذکر ہونے کے مسئلہ سے (یعنی پہلے مسئلہ سے) حمل کے مؤنث ہونے کے مسئلہ میں (یعنی دوسرے مسئلہ کے کل میں) یا اس کے وفق میں۔ اور اس (وارث) کے حصہ کو جو بھی اس کو ملا ہے حمل کے مؤنث ہونے کے مسئلہ سے (یعنی دوسرے مسئلہ سے) حمل کے مذکر ہونے کے مسئلہ میں یا اس کے وفق میں جیسا خنثی میں، پھر دیکھیں ضرب سے دونوں حاصل ہونے والے حصوں میں، ان میں سے کم کون سا ہے؟ وہی اُس وارث کو دے دیا جائے۔ اور وہ زیادتی جو ان دونوں (حاصلوں) کے درمیان ہے، اُس وارث کے حصہ سے موقوف رکھی جائے؛ پس جب حمل پیدا ہو، تو اگر وہ مستحق ہو سارے موقوف کا تو بہتر ہے، اور اگر وہ مستحق ہو کچھ کا تو وہ اپنا حصہ لے لے گا، اور باقی ورثاء کے درمیان بانٹ دیا جائے گا؛ پس ورثاء میں سے ہر ایک کو روکے ہوئے میں سے اس کا حصہ دیا جائے گا۔ جیسا کہ جب میت نے ایک بیٹی اور والدین اور ایک حاملہ عورت کو چھوڑا ہو؛ پس مسئلہ ”۲۴“ سے ہوگا اس تقدیر پر کہ حمل لڑکا ہے، اور مسئلہ ”۲۷“ سے ہوگا، اس تقدیر پر کہ حمل لڑکی ہے؛ پس ضرب دیں، ان میں سے ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں حاصل ضرب (۲۱۶) ہوگا، کیوں کہ حمل کے مذکر ہونے کی صورت میں بیوی کے لیے (۲۷) اور والدین میں سے ہر ایک کے لیے (۳۶) ہیں؛ اور حمل کے مؤنث ہونے کی صورت میں بیوی کے لیے (۲۴) اور والدین میں سے ہر ایک کے لیے (۳۲) ہیں؛ پس

بیوی کو (۲۴) دیئے جائیں گے، اور اس کے حصہ میں سے تین حصے روکے جائیں گے، اور والدین میں سے ہر ایک کے حصہ میں سے چار سہام (روکے جائیں گے) اور بیٹی کو (۱۳) سہام دیئے جائیں گے، اس لیے کہ اس کے حق میں روکا ہوا ترکہ چار بیٹوں کا حصہ ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک۔ اور جب چار بیٹے ہوں گے تو بیٹی کا حصہ ایک سہم اور دوسرے سہم کے چار نویں ( $\frac{4}{9}$ ) ہیں چوبیس میں سے جو ضرب دیئے گئے ہیں نو میں، پس وہ تیرہ سہام ہوئے، اور وہ اس کے لیے ہیں اور باقی موقوف ہیں، اور وہ (۱۱۵) ہیں۔ پھر اگر زوجہ ایک بیٹی یا زیادہ (بیٹیاں) جنے تو سارا موقوف بیٹیوں کے لیے ہے، اور اگر وہ ایک بیٹا یا زیادہ جنے تو زوجہ اور ابوین کو دیا جائے گا، جو ان کے حصوں سے روک لیا تھا، پھر جو باقی رہا اس کے ساتھ تیرہ ملائے جائیں گے، اور اولاد کے درمیان تقسیم کئے جائیں گے۔ اور اگر (عورت) مردہ بچہ جنے تو بیوی اور والدین کو ان کے موقوفہ حصے دیئے جائیں گے، اور لڑکی کو نصف کے پورا ہونے کے برابر (دیا جائے گا) اور وہ (۹۵) حصے ہیں اور باقی ماندہ باپ کو (دیا جائے گا) اور وہ ۹ حصے ہیں، اس لیے کہ باپ عصبہ (بھی) ہے۔ وضاحت:

بہتر یہ ہے کہ میراث تقسیم کرنے میں عجلت نہ کی جائے، تقسیم ترکہ کو وضع حمل تک ملتوی رکھا جائے، لیکن اگر ورثاء انتظار نہ کریں، اور ولادت سے پہلے ہی ترکہ تقسیم کرنا چاہیں، اور ولادت میں ابھی دیر ہو تو حمل کے لیے ممکنہ حصہ محفوظ کر لیا جائے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اولاد دو مسئلے بنائے جائیں، ایک حمل کو مذکر فرض کر کے، دوسرا حمل کو مؤنث فرض کر کے، پھر دونوں مسئلوں میں نسبت دیکھی جائے، اگر توافق ہو تو ایک کے وفق کو

دوسرے کے کل میں، اور بتاؤ ایک کے کل کو دوسرے کے کل میں ضرب دیا جائے، حاصل ضرب سے دونوں مسئلوں کی تصحیح ہوگی، پھر تصحیح سے ہر فریق کا حصہ نکالنے کے لیے پہلے مسئلہ کے سہام کو مضروب یعنی دوسرے مسئلہ کے وفق یا کل میں ضرب دیں، اور دوسرے مسئلہ کے سہام کو پہلے مسئلہ کے وفق یا کل میں ضرب دیں، ہر فریق کا تصحیح سے حصہ نکل آئے گا، جیسا غنشی کے مسئلہ میں کیا جاتا ہے۔

مثال: زید کے ورثاء یہ ہیں: زوجہ (حاملہ)، ماں باپ اور ایک بنت؛ تو تخریج مسئلہ اس طرح ہوگی:

| پہلا مسئلہ: $216 = 9 \times 24$ (وفق ۸) |              |              |              |                     |
|---|--------------|--------------|--------------|---------------------|
| زوجہ                                    | ام           | اب           | بنت          | حمل (ابن)           |
| ثمن                                     | سدس          | سدس          | ع            | ص                   |
| $9 \times 3$                            | $9 \times 4$ | $9 \times 4$ | $9 \times 4$ | $112 = 9 \times 13$ |
| ۲۷                                      | ۳۶           | ۳۶           | ۳۹           | ۷۸                  |
| $216 = 27 + 36 + 36 + 39 + 78$          |              |              |              |                     |

| دوسرا مسئلہ: $216 = 8 \times 27$ (وفق ۹) |              |              |              |                     |
|--|--------------|--------------|--------------|---------------------|
| زوجہ                                     | ام           | اب           | بنت          | حمل (بنت)           |
| ثمن                                      | سدس          | سدس          | ثلثان        |                     |
| $8 \times 3$                             | $8 \times 4$ | $8 \times 4$ | $8 \times 4$ | $128 = 8 \times 16$ |
| ۲۴                                       | ۳۲           | ۳۲           | ۳۲           | ۶۴                  |
| $216 = 24 + 32 + 32 + 32 + 64$           |              |              |              |                     |



اور حمل کی تو ریث کا ضابطہ یہ ہے موجود رثاء کو کم حصہ دیا جاتا ہے، اور حمل کے لیے زیادہ حصہ روکا جاتا ہے۔ پس دونوں مسئلوں میں ورثاء کے سہام پر نظر ڈالیں۔ زوجہ، ام اور اب کو دوسرے مسئلہ میں کم ملا ہے، پس وہی دے دیا جائے، اور کم و بیش کے درمیان جو فرق ہے وہ موقوف رکھا جائے، ابھی نہ دیا جائے اور بنت کا حصہ ابھی متعین نہیں، حمل کی ولادت کے بعد ہی متعین ہوگا، پس تمام ممکنہ صورتوں میں سے جس میں کم مل رہا ہو وہ اس کو دیا جائے، اور باقی محفوظ کر لیا جائے، اور کم از کم ملنے کی صورت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق حمل کو چار ابناء فرض کیا جائے تو ۱۱/۲۰ سے تقسیم ہوں گے اور بنت کو (۱۳) ملیں گے، یہی فی الحال اس کو دیا جائے اور باقی (۱۰۴) محفوظ کر لیے جائیں، اب منقح، مسئلہ اس طرح لکھ لیا جائے۔

منقح مسئلہ: ۲۱۶

| زوجہ        | ام | اب | بنت |
|-------------|----|----|-----|
| ۲۴          | ۳۲ | ۲۳ | ۱۳  |
| ۳           | ۴  | ۴  | ۱۰۴ |
| موقوفہ حصص: |    |    |     |

وضاحت: ترکہ کے (۱۰۱) حصے دے دیئے اور (۱۱۵) حصے محفوظ کر لیے، پھر اگر ایک یا زیادہ بنات کی ولادت ہوئی تو زوجہ، ام اور اب کے موقوفہ گیا رہ حصے بنات کو مل جائیں گے، ان کو واپس نہیں کئے جائیں گے، کیوں کہ اوپر مسئلہ دوم میں حمل کے بنت ہو نے کی تقدیر پر جوان کے حصے تھے وہ ان کو پہلے ہی دیئے جا چکے ہیں، اور اگر ایک یا زیادہ

اُبناء کی ولادت ہوئی تو زوجہ اور ابوین کے جو حصے موقوف رکھے گئے تھے وہ ان کو لوٹا دیئے جائیں، کیونکہ اوپر مسئلہ اول میں حمل کے ابن ہونے کی تقدیر پر ان کو جو حصے ملے ہیں، وہ ان کو بتمامہ نہیں دیئے گئے، ان سے گیارہ حصے روک رکھے ہیں، پس جب ابن کی ولادت ہوئی تو وہ حصے ان کو واپس کر دیئے جائیں۔

اولاد میں ترکہ کی تقسیم:

ولادت کے بعد موقوفہ حصوں کے ساتھ بنت کو دیئے ہوئے ۱۳ حصوں کو بھی جمع کر لیا جائے اور ولادت، بنت یا بنات کی ہوئی ہو تو دیگر ورثاء کے موقوفہ گیارہ حصص بھی اس میں شامل کر لیے جائیں، اور لڑکیوں میں مساوی تقسیم کر دیئے جائیں، اور اگر ولادت ابن یا اُبناء کی ہوئی ہو تو موقوفہ حصص کے ساتھ بنت کو دیئے ہوئے ۱۳ حصص شامل کر کے اولاد کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے ضابطے سے تقسیم کئے جائیں، مثلاً: ایک لڑکی پیدا ہوئی تو اب میت کی دو لڑکیاں ہو گئیں؛ پس (۱۰۴) اور (۱۳) اور (۱۱) کو جمع کیا جائے، مجموعہ (۱۲۸) ہوگا، اس کو دونوں لڑکیوں میں مساوی تقسیم کر دیا جائے، ہر لڑکی کو (۶۴) ملیں گے، اور لڑکا پیدا ہو تو اب میت کی اولاد ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہو گئی، پس (۱۰۴) اور (۱۳) کو ملا یا جائے، مجموعہ (۱۱۷) ہوگا، اس کو (۳) سے تقسیم کیا جائے ایک حصہ (۳۹) لڑکی کو، اور دو حصے (۷۸) لڑکے کو دیئے جائیں اور دو یا زائد بچوں کی ولادت ہو تو بھی یہی طریقہ اختیار کیا جائے۔

بحثِ سادس: مصنفؒ کی عبارت پر ایک اہم اعتراض اور شامیہ سے اس کا حل:

مصنفؒ نے حصہ حمل کے روکے جانے کے سلسلہ میں نقل فرمائیں ہیں:

(۱) چار لڑکے یا لڑکیوں کا حصہ (۲) تین لڑکوں یا لڑکیوں کا حصہ

(۳) دو لڑکوں یا لڑکیوں کا حصہ (۴) ایک لڑکے یا لڑکی کا حصہ۔

اور ان اقوالِ اربعہ میں سے مفتی بہ قول ایک لڑکے یا لڑکی کا حصہ ہے جیسا کہ

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”وروی الخصاص عن أبي يوسف رحمه الله

أنه يوقف نصيب ابن واحد أو بنت واحدة وعليه الفتوى“ لیکن جب مال

تقسیم کیا، تو حمل کے لیے چار ابناء کے حصے روکا۔ مثلاً:

$$\text{پہلا مسئلہ: } ۲۱۶ = ۹ \times ۲۴ \quad (\text{وفق ۸})$$

| زوجہ                    | ام                      | اب                      | بنت                       | حمل (ابن) |
|-------------------------|-------------------------|-------------------------|---------------------------|-----------|
| ثمن                     | سدس                     | سدس                     | عصبہ                      |           |
| $\frac{۹ \times ۳}{۲۷}$ | $\frac{۹ \times ۴}{۳۶}$ | $\frac{۹ \times ۴}{۳۶}$ | $\frac{۹ \times ۱۳}{۱۱۷}$ |           |

$$\text{دوسرا مسئلہ: } ۲۱۶ = ۸ \times ۲۷ \quad (\text{وفق ۹})$$

| زوجہ                    | ام                      | اب                      | بنت                      | حمل (بنت) |
|-------------------------|-------------------------|-------------------------|--------------------------|-----------|
| ثمن                     | سدس                     | سدس                     | ثلثان                    |           |
| $\frac{۸ \times ۳}{۲۴}$ | $\frac{۸ \times ۴}{۳۲}$ | $\frac{۸ \times ۴}{۳۲}$ | $\frac{۸ \times ۱۶}{۶۴}$ |           |

|      |    |    |     |       |
|------|----|----|-----|-------|
| زوجه | ام | اب | بنت |       |
| ۲۴   | ۳۲ | ۳۲ | ۱۳  | ۱۰۱ = |
| ۳    | ۴  | ۴  | ۱۰۴ | ۱۱۵ = |

موقوفہ حصہ:

وضاحت: پہلے مسئلہ میں (۱۱۷) حصوں کے لیے چار ابن فرض کیا جو آٹھ بنت کے قائم مقام ہیں اور اس میں اس کے مقابل والی بنت کو ملایا تو کل نو بنات ہوئیں، اب (۱۱۷) حصوں کو (۹) سے تقسیم کیا تو بنت کو (۱۱۷) میں سے (۱۳) حصے ملے اور (۱۰۴) حصے بچ گئے جو کہ منقح مسئلہ میں موقوف کر لیا گیا، جیسا کہ مصنف خود فرماتے ہیں: ”و تعطى للبنات ثلثة عشر سهما لأن الموقوف في حقها نصيب أربعة بنين عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى عليه“ تو طریقہ تقسیم میں مفتی بہ قول (ایک ابن یا ایک بنت کا حصہ) کو چھوڑ کر غیر مفتی بہ قول (چار لڑکے یا لڑکیوں کا حصہ) کو کیوں اختیار کیا؟

جواب: علامہ شامی نے مصنف اور شارح علامہ جرجانی کے اس طریقہ تقسیم پر تعجب کا اظہار کیا ہے کہ انہوں نے غیر مفتی بہ قول کے مطابق تقسیم کیسے کر دی، اور علامہ نے مفتی بہ قول کے مطابق خود تقسیم کیا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔

پہلا مسئلہ: ۲۱۶ = ۹ × ۲۴ بتقدیر مذکور (وفق ۸)

|                         |                         |                         |                          |                                |
|-------------------------|-------------------------|-------------------------|--------------------------|--------------------------------|
| زوجه                    | ام                      | اب                      | بنت                      | حمل (ابن)                      |
| ثمن                     | سدس                     | سدس                     | عصبہ                     |                                |
| $\frac{9 \times 3}{24}$ | $\frac{9 \times 4}{36}$ | $\frac{9 \times 4}{36}$ | $\frac{9 \times 13}{39}$ | $\frac{117 = 9 \times 13}{48}$ |

دوسرا مسئلہ:  $۲۱۶ = ۸ \times ۲۷$  بتقدیر مؤنث (وفق ۹)

| زوجہ                    | ام                      | اب                      | بنت                      | حمل (بنت)                |
|-------------------------|-------------------------|-------------------------|--------------------------|--------------------------|
| ثمن                     | سدس                     | سدس                     | ثلث                      | شان                      |
| $\frac{۸ \times ۳}{۲۴}$ | $\frac{۸ \times ۴}{۳۲}$ | $\frac{۸ \times ۴}{۳۲}$ | $\frac{۸ \times ۱۶}{۶۴}$ | $\frac{۸ \times ۱۶}{۶۴}$ |
| متق مسئلہ: ۲۱۶          |                         |                         |                          |                          |

$$\begin{aligned}
 & \text{زوجہ} \quad \text{ام} \quad \text{اب} \quad \text{بنت} \\
 & ۲۴ + ۳۲ + ۳۲ + ۳۹ = ۱۲۷ \\
 & ۳ + ۴ + ۴ + ۷۸ = ۸۹
 \end{aligned}$$

وضاحت: پہلا مسئلہ ”۲۴“ سے بنا اور دوسرا مسئلہ (۲۷) سے عائکہ ہوا، اور دونوں کے مابین توافق بالثلث کی نسبت ہے، اس لیے کہ تین کا عدد (۲۴) کو آٹھ مرتبہ میں اور ۲۷ کو ۹ مرتبہ میں فنا کرتا ہے۔ اب ہر ایک کے وفق کو دوسرے مسئلہ میں ضرب دیا گیا تو دونوں مسئلوں میں سے ہر ایک تصحیح (۲۱۶) سے ہوئی۔ پہلے مسئلے میں بنت اور حمل (ابن) کو مجموعی طور پر (۱۱۷) حصے ملے ہیں، جو مفتی بہ قول (حمل کے لیے ایک لڑکا یا ایک لڑکی کا حصہ روکا جانا) کے مطابق تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تو بنت مؤنث کو اکہرا (۳۹) اور حمل (ابن) مذکر کو دوہرا (۷۸) دے دیا گیا، اب اگر حمل لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اس کے مقابل بنت کو موقوف (۸۹) میں سے (۲۵) حصے مزید دیئے جائیں گے، تاکہ اس کے لیے (۶۴) حصے

پورے ہو جائیں جو اس کو ثلثان کی صورت میں مل رہے ہیں، اور باقی (۶۴) حصے حمل (مؤنث) کو دے دیا جائے گا، جیسا کہ اوپر میں دوسرے مسئلے میں ہے۔

اور اگر حمل لڑکا پیدا ہوتا ہے صرف تو زوجہ، اب اور ام میں سے ہر ایک کو ان کا موقوفہ حصہ (۴، ۴، ۳) لوٹا دیا جائے گا، اور بنت کے لیے علیٰ حالہ (۳۹) اور حمل (ابن) کے لیے (۷۸) حصے باقی رہیں گے، جیسا کہ اوپر پہلے مسئلہ میں ہے۔

اور اگر حمل مردہ پیدا ہوتا ہے تو حصص موقوفہ میں سے (۳) زوجہ کو لوٹا دیا جائے گا تاکہ اس کا ثمن (۲۷) پورا ہو جائے اور ماں باپ میں سے ہر ایک کو (۴، ۴) حصے لوٹا دیئے جائیں گے تاکہ ان کا سدس (۳۶، ۳۶) پورا ہو جائے۔ اور بنت کو (۶۹) حصے لوٹا دیئے جائیں گے تاکہ اس کا نصف (۱۰۸) پورا ہو جائے۔

اور ما باقی (۹) باپ کو بطور عصبہ ملے گا اس طرح اس کا مجموعی حصہ (۴۵) ہو جائے گا، جیسے ذیل کے مسئلہ میں ہے (۱):

(۱) ففي هذه الصورة مسألة الذكورة من (۲۴) لزوجة الثمن (۳) ولكل واحد من الأبوين السدس (۴) وللبنت مع الحمل الذكر الباقي وهو (۱۳) ومسألة الأنوثة من (۲۷) لإختلاط الثمن بالسدس فللأبوين (۸) وللزوجة (۳) وللبنت مع الحمل الأنثى (۱۶) وبين المستلتين. توافق بالثلث فإذا ضرب وفق إحدهما في الأخرى حصل (۲۱۶) ومنها تصح فعلى تقدير الذكورة للزوجة (۲۷) من ضرب (۳) في وفق المسئلة الثانية وهو (۹)، ولكل واحد من الأبوين (۳۶) من ضرب (۴) في (۹) وللبنت مع الحمل الذكر (۱۱۷) من ضرب (۱۳) في (۹) للبت ثلثها (۳۹) ويبقى له ثلثاها (۷۸) وعلى تقدير الأنوثة للزوجة (۲۴) من ضرب (۳) في وفق الأولى وهو (۸) ولكل واحد من الأبوين (۳۲) من ضرب (۴) في (۸) وللبنت مع الحمل =

مسئلہ:  $216 = 9 \times 24$ 

| زوجه                    | اب                               | ام                      | بنت                             | حمل مردہ |
|-------------------------|----------------------------------|-------------------------|---------------------------------|----------|
| ثمن                     | سدس وعصبہ                        | سدس                     | نصف م                           | م        |
| $\frac{9 \times 3}{24}$ | $\frac{9 \times 2}{25 = 9 + 36}$ | $\frac{9 \times 2}{36}$ | $\frac{9 \times 12}{216 = 108}$ |          |

بحثِ سابع: کیا حمل کے سلسلے میں الٹرا ساؤنڈ (Ultra sound)

کے ذریعہ حمل کی جنس معلوم کر کے تقسیم میراث کو حتمی بنا سکتے ہیں؟

سوال: عصر حاضر میں طبی اغراض کے پیش نظر عورتیں دورانِ حمل الٹرا ساؤنڈ

کرواتے ہیں، جس کے ذریعہ جہاں دیگر طبی امور کی تفتیش و تشخیص ہوتی ہے، وہیں پیدا

= الأنثی (۱۲۸) من ضرب (۱۶) فی (۸) للبننت نصفها (۶۴) و یبقی له نصفها (۶۴) ایضا  
 فیعطی الزوجة و الأبوان ما خرج لهم علی تقدیر الأنوثة و یوقف الفضل و هو (۱۱) من نصیب  
 الزوجة (۳) و من نصیب الأبوين (۸) و تعطی البننت ما خرج لها علی تقدیر الذکورة و یوقف  
 الباقي للحمل و هو (۷۸) فجملة الموقوف (۸۹) فإن وضعته أمه أنثی یدفع للبننت من ذلك  
 الموقوف (۲۵) لیکمل لها مثل حصته و الباقي له و إن وضعته ذکرا یدفع للزوجة (۳) وللأبوين  
 (۸) و الباقي له و إن وضعته میتا تعطی البننت من الموقوف (۶۹) تکملة النصف و الزوجة (۳)  
 تمکملة الثمن و أم (۴) تکملة السدس و الأب (۱۳) منها (۴) تکملة السدس و الباقي و هو (۹)  
 تعصبا ، و قد خالفت فی هذا التقسیم ما فی السراجیة و شروحها لما علمت من أن الفتوی علی  
 ان الموقوف نصیب ولد واحد و الأخری فی حق البننت هنا کون الحمل ذکرا و فی حق الزوجة و  
 الأبوين کونه أنثی كما رأیت و العجب عما فی السراجیة حیث ذکر أن المفتی به ذلك ثم أوقف  
 نصیب أربعة ذکور و قسم بناء علی ذلك فلیتأمل. (ردالمحتار ۵۵۸/۱۰، کتاب الفرائض)

ہونے والا بچہ لڑکا ہے یا لڑکی یہ بھی معلوم کیا جاتا ہے۔ اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ باب حمل میں اگر ورثاء فوری تقسیم پر مصر ہوں، تو بجائے اس کے، کہ اصول حمل کی روشنی میں حمل کے لیے دو مسئلے بنائے جائیں (ایک مرتبہ حمل کو مذکر فرض کر کے، اور ایک مرتبہ مؤنث فرض کر کے) الٹرا ساؤنڈ کے ذریعہ حمل کی جنس معلوم کر کے حتمی طور پر ترکہ تقسیم کر دیا جائے تاکہ دیگر ورثاء کے حصے روکنے کی نوبت نہ آئے تو کیا شرعاً اس کی اجازت ہو سکتی ہے؟

جواب: عام حالات میں محض تقسیم میراث کے لئے الٹرا ساؤنڈ کے ذریعہ بچے کی جنس (Gender) معلوم کرنے کی اجازت نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ عمل بسا اوقات میاں بیوی میں اختلاف و نزاع کا سبب بن کر علیحدگی کا باعث ہو جاتا ہے، اور کبھی حمل کے ضائع ہونے کا شدید اندیشہ ہوتا ہے۔ (۱)

تاہم اگر کسی ناگزیر ضرورت کے پیش نظر الٹرا ساؤنڈ کروالیا گیا، اور ضمنی بات معلوم ہوگئی کہ حمل لڑکا ہے، یا لڑکی، تو الٹرا ساؤنڈ کی اس رپورٹ کے مطابق حمل کی تقسیم میراث درست ہونی چاہیے، کیوں کہ شریعت نے ظن غالب کے مطابق عمل کی اجازت دی ہے (۲)، اور الٹرا ساؤنڈ کی اس رپورٹ سے ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے۔

(۱) ما کان سبباً لمحظور فهو محظور. (رد المحتار: ۵/۲۲۳، إعلام الموقعین: ۳/۷۵)  
 (۲) ذهب الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة إلى جواز العمل بالقرائن في الجملة، استدلل القائلون بالقضاء بالقرائن بأدلة من الكتاب والسنة أولاً: الكتاب قوله تعالى: و جاء و اعلى قميصه بدم كذب. وجه الاستدلال من الآية هو ما قاله الإمام القرطبي في تفسيره حيث قال علمائنا: لما أرادوا أن يجعلوا الدم علامة صدقهم قرن الله بهذه العلامة علامة تعارضها و هي سلامة القميص من التمزيق إذ لا يمكن افتراس الذئب ليو سف ، و يسلم القميص ، و أجمعوا على إن يعقوب استدلل على كذبهم بصحة القميص ، فاستدل بهذا الآية في أعمال الامارات في مسائل كثير من =



البتہ ورثاء سے اس بات کا عہد لے لیا جائے کہ اگر حمل اس رپورٹ کے خلاف ظاہر ہوا، اور اس کا شرعی حصہ فوری تقسیم کے دیئے ہوئے حصے سے زیادہ ہوا، تو وہ اس زیادتی کو واپس کر دیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جب صاحب سراجی نے مفتی بہ قول کے مطابق حمل کے لئے ایک لڑکا یا ایک لڑکی کا حصہ روکا، تو اس خدشہ کے پیش نظر کہ اگر حمل ایک سے زائد پیدا ہو، تو کیا ہوگا، اس لیے ورثاء سے عہد لے لیا کہ حمل اگر ایک سے زائد پیدا ہو تو وہ اس کا حصہ شرعی واپس کر دیں گے (۱)۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس عہد کے ساتھ الٹراساؤنڈ کی اس رپورٹ (جس میں بچے کی جنس ضمناً معلوم ہوگئی ہو) کے مطابق فوری طور پر ترکہ کا تقسیم کرنا درست ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

= الفقة. وقال: الشيخ عند قوله تعالى: "و شهد شاهد من أهلها" يفهم من هذا الآية لزوم الحكم بالقرينة الواضحة. ثانيا: وأما ما ورد في السنة النبوية عن عبد الرحمن بن عوف<sup>ؓ</sup> أن ابني عفرء تداعيا قتل أبي جهل يوم بدر عند رسول الله فقال لهما رسول الله هل مسحتما سيفيكما؟ قالوا: لا فقال أرياني سيفكما فلما نظر فيهما قال لأحدهما هذا قتله وقضى له بسلبه، وجه الإسدلال من الحديث حكم رسول الله بالسلب لأحدهما اعتمادا على العلامة والقرينة، قال ابن القيم وهذا من أحسن الأحكام وأحقها بالاتباع والدم في الضل شاهد عجيب (طرائق الحكم المتفق عليها والمختلف فيها في الشريعة الإسلامية: ص ۲۸۳، ۲۸۴)

(۱) روى الخصاف عن أبي يوسف أنه يوقف نصيب ابن واحد أو بنت واحدة و عليه الفتوى و يؤخذ الكفيل على قوله. (السراجي في الميراث: ص ۸۵) --- قال العلامة السيد الشريف الجرجاني تحت قوله "و يؤخذ الكفيل على قوله" يؤخذ الكفيل من الورثة على قول أبي يوسف برواية الخصاف أي ياخذ القاضى منهم كفيلا على أمر معلوم هو الزيادة على نصيب ابن واحد نظرا لمن هو عاجز عن النظر لنفسه أعني الحمل. (الشريفة: ص ۱۳۲)

بحثِ سادس: حمل سے متعلق دواہم فائدے:

فائدہ اولیٰ: حمل (جنین) کی احوال خمسہ مع امثلہ:

صورتِ اولیٰ: حمل خواہ مذکر ہو پیدا ہو یا مؤنث ہر حال میں محبوب ہوگا اس صورت میں ترکہ مستحقین کے درمیان بغیر انتظار کے تقسیم کریں گے، کیوں کہ یہاں حمل کے ہر حال میں غیر وارث ہونے کی وجہ سے انتظار کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ مثلاً: زید کا انتقال ہوا، اس کے وارثین میں بیوی، باپ اور مطلقہ ماں ہے جو زید کے باپ کے علاوہ زوجِ ثانی سے حاملہ ہے، اب حمل خواہ مذکر پیدا ہو یا مؤنث وہ زید کے لیے ولدِ اُم (حنفی بھائی بہن) ہوگا، جو باپ کی وجہ سے محبوب ہوگا۔ (۱)

مسئلہ: ۴

|      |      |             |                |
|------|------|-------------|----------------|
| زوجه | أب   | أُم (حاملہ) | حمل (ولدِ اُم) |
| ربع  | عصبہ | ثلث باقی    | م              |
| ۱    | ۲    | ۱           |                |

(۱) للجنین أحوال خمسة لا تزيد و لا تنقص وهي الأول ألا يكون وارثاً على جميع الأحوال سواء كان ذكراً أو أنثى نقسم التركة بين المستحقين دون إنتظار للحمل لأنه غير وارث على جميع الصور والأحوال مثاله لو مات عن زوجة و أب و أم حامل من غير أبيه فإن الحمل لو ولد فسيكون أخاً لأم و هو محبوب بالأب على كل حال. (الموارث للصابوني: ص ۲۰۱)

صورتِ ثانیہ: حمل کی توریث مذکور مؤنث میں سے کسی ایک ہی صورت میں منحصر ہوگی، لہذا حمل کو جس صورت میں وراثت مل رہی ہے، اس میں دیگر ورثاء کو ان کے سہام دے کر حمل کے حصے کو روک لیا جائے گا، اور ولادت کے بعد اگر اس کا وارث ہونا ظاہر ہو تو موقوفہ حصہ اس کو دے دیا جائے گا اور اگر اس کا وارث نہ ہونا ظاہر ہو تو موقوفہ حصہ ورثاء کو دے دیا جائے گا۔ جیسے ورثاء میں بیوی چچا اور اخ عینی کی حاملہ بیوی ہو۔

مسئلہ: ۴ (موقوفہ حصہ ۳)

زوجه عم زوجہ اخ عینی (حاملہ)

ربع

۱

وضاحت: بیوی کو اس کا اقل مخرج ایک دے کر ۳ حصے روک لیے گئے، اب اگر حاملہ مذکر کو جنتی ہے تو یہ موقوفہ حصے اسی مولود کو دے دیئے جائیں گے، کیوں کہ وہ ابن الاخ (ع) (یعنی بھتیجا) ہے جو چچا پر مقدم ہے۔ اور اگر مؤنث کو جنتی ہے تو وہ موقوفہ حصہ (۳) عم کو دے جائے گا، کیوں کہ اس صورت میں مولود بھتیجی ہونے کی وجہ سے وارث نہیں ہوگی۔ (۱)

(۱) أن يرث على أحد التقديرين (الذكورة أو الأنوثة) ولا يرث على التقدير الآخر وفي الحالة الثانية نقسم التركة بين المستحقين فنعطيههم نصيبهم على تقدير أن الحمل وارث و نوقف نصيب الجنين إلى ما بعد الولادة فإن ظهر أنه وارث أخذه وإن ظهر أنه غير وارث ردّ الموقوف على الورثة المذكورين. مثاله مات عن زوجة و عم و وزوجة أخ شقيق حامل.

(الموارث للصابوني: ص ۲۰۱)

صورتِ ثالثہ: حمل کی توریث ہر حال میں ہو، خواہ وہ مذکر پیدا ہو یا مؤنث اور اس کے سہام بھی مختلف ہوں تو اس صورت میں حمل کے لیے دو مسئلے بنائے جائیں گے، ایک مرتبہ حمل کو مذکر فرض کر کے، اور ایک مرتبہ مؤنث فرض کر کے، پھر ان دونوں مسئلوں میں حمل کے لیے حصہ اکثر روک کر ورثاء میں حصہ اقل کو تقسیم کر دیں گے۔ جیسے وارثین میں زوجہ حاملہ آب اور ام ہوں۔

| مسئلہ: ۲۴۰ | (بتقدیر مذکر) |     |                |  |
|------------|---------------|-----|----------------|--|
| زوجہ حاملہ | اب            | ام  | حمل (مذکر/ابن) |  |
| شمن        | سدس           | سدس | عصبہ           |  |
| ۳          | ۴             | ۴   | ۱۳             |  |

| مسئلہ: ۲۴۰ | (بتقدیر مؤنث) |     |                |  |
|------------|---------------|-----|----------------|--|
| زوجہ حاملہ | اب            | ام  | حمل (مذکر/بنت) |  |
| شمن        | سدس وعصبہ     | سدس | نصف            |  |
| ۳          | ۵ = ۱ + ۴     | ۴   | ۱۲             |  |

وضاحت: حمل کے لیے ۱۳ حصہ روک لیں گے، اگر حمل مذکر پیدا ہوا تو وہ موقوفہ حصہ اسے دے دیں گے، اور اگر حمل مؤنث پیدا ہوا تو (۱۳) میں سے ایک حصہ باپ کو دے کر ۱۲ حصہ حمل مؤنث کو دے دیں گے۔ (۱)

(۱) أن يكون وارثاً على جميع الأحوال سواء كان ذكراً أو أنثى وفي الحالة الثالثة إذا كان =

صورتِ رابعہ: حمل کی توریث ہر حال میں ہو خواہ حمل مذکر پیدا ہو یا مؤنث اور دونوں حالتوں میں اس کے سہام یکساں ہوں تو اس صورت میں بھی حمل کے لیے دو مسئلے بنائے جائیں گے۔ ایک مرتبہ مذکر فرض کر کے اور ایک مرتبہ مؤنث فرض کر کے؛ البتہ اس صورت میں حمل کے لیے دونوں مسئلوں میں سے کوئی بھی حصہ روک کر بقیہ ورثاء کے مابین ان کے سہام پورے پورے تقسیم کر دیئے جائیں گے۔

مثلاً: ایک شخص زید کا انتقال ہوا، اس کے وارثین میں ایک عینی بہن، ایک علاقائی بہن اور ایک ماں ہے، جو زید کے باپ کے علاوہ زوج آخر سے حاملہ ہے، تو اب حمل خواہ مذکر پیدا ہو یا مؤنث دونوں صورتوں میں اس کا حصہ سدس ہوگا، کیوں کہ وہ زید کا اخیانی بھائی ہوگا، یا اخیانی بہن ہوگی، اور ایک ولدِ اُم کو خواہ وہ مذکر ہو یا مؤنث سدس ملتا ہے۔ (۱)

= الحمل وارثاً علی جمیع الأحوال غیر أن نصیبہ یختلف فی أحد الوصفین عن الآخر ففي هذه الصورة یقدر له التقديران ویوقف له من النصیب أوفرهما، فقد یكون تقديره ذكراً أنفع له من تقديره أنثی وقد یكون العکس فنعطیه أوفر النصیبین ونحل المسئلة بطريقتین ونعطی الورثة الأقل من الأنصبة و مثاله لو توفي عن زوجة حبلى وأب وأم. (الموارث للصابوني: ص ۲۰۲)

(۱) ألا یختلف إرثه علی أحد التقديرین سواء كان ذكراً أو أنثی وفي حالة الرابعة إذا كان فرضه لا یتغیر ذكراً كان أو أنثی فإننا حينئذ نحفظ للحمل نصیبه من التركة ونعطی الورثة الباقيین نصیبهم كاملاً مثاله لو مات شخص عن أخت شقيقة وأخت لأب، وأم حامل من زوج آخر غیر أب المتوفی فالحمل عند ولادته ذكراً كان أو أنثی نصیبه السدس لأنه إما أخ لأم أو أخت لأم وعلی كلا الحالتین لا یتغیر فرضه. (الموارث للصابوني: ص ۲۰۴)

مسئلہ: ۶

|         |          |                       |                      |
|---------|----------|-----------------------|----------------------|
| اخت (ع) | اخت (عل) | ام (حاملہ من زوج آخر) | حمل (اخ لام/اخت لام) |
| نصف     | سدس      | سدس                   | سدس                  |
| ۳       | ۱        | ۱                     | ۱                    |

صورتِ خامسہ: حمل کے ساتھ کوئی وارث ہی نہ ہو یا وارث تو ہو، لیکن وہ محجوب ہو، تو اس صورت میں حمل کے لیے پورا ترکہ ولادت تک روک لیا جائے گا، پھر اگر حمل زندہ پیدا ہوتا ہے تو وہ موقوفہ حصہ لے لے گا، اور اگر مردہ پیدا ہوتا ہے تو اب موقوفہ حصہ ان ورثاء کے درمیان تقسیم کیا جائے گا، جو اس ترکہ کے مستحق ہیں۔

جیسے وارثین میں میت کے بیٹے کی بیوی (بہو) حاملہ ہو، اور ایک اخیانی بھی ہو، تو اب میت کی بہو خواہ لڑکا جنے یا لڑکی دونوں صورتوں میں اخیانی بھائی محروم ہوگا، کیوں کہ اولاد الام فروع میت کی وجہ سے محروم ہو جاتے ہیں، اور حمل کے مذکر (ابن الابن) پوتا ہونے کی صورت میں بطور عصبہ حمل کل مال کا اور مؤنث (بنت الابن) پوتی ہونے کی صورت میں بطور فرض نصف کا، اور بطور رد دوسرے نصف کا مستحق ہوگا، اس طرح وہ کل مال کا حقدار ہوگا۔

(مورث زید)

مسئلہ: ۱

|          |               |        |
|----------|---------------|--------|
| زوجہ ابن | حمل (ابن/بنت) | اخ لام |
| م        | ۱             | م      |

وضاحت: بہو وارث نہ ہونے کی وجہ سے محروم ہوئی، اور اخیانی بھائی فروع میت (پوتا، پوتی) کی وجہ سے محبوب ہوا، اور حمل کل مال کا مستحق ہوا۔ (۱)

فائدہ ثانیہ: مسئلہ حمل میں وارث محروم کی موجودگی کی صورت میں طریقہ کار:

مسائل حمل میں حمل کے علاوہ وارثین کو مذکر و مؤنث دونوں مسئلوں میں سے جس صورت میں کم ملتا ہے وہی حصہ دیا جاتا ہے؛ اگر بعض ورثاء ایسے ہوں کہ ایک حالت میں وارث ہوتے ہوں اور دوسری حالت میں محبوب ہو جاتے ہوں تو اس صورت میں ان کو کچھ نہیں دیا جائے گا بل کہ ولادت تک ان کا حصہ محفوظ کر دیا جائے گا، ولادت کے بعد اگر مستحق ہے تو ملے گا، ورنہ نہیں، کیوں کہ ان کا استحقاق مشکوک ہے اور شک کے ساتھ وراثت جاری نہیں ہوتی ہے۔ جیسے ورثاء میں زوجہ حاملہ اور اخیانی ہوں۔

مسئلہ: ۸ (بتقدیر مذکر)

| زوجه (حاملہ) | اخیانی | حمل (ابن) |
|--------------|--------|-----------|
| ثمن          | م      | عصبہ      |
| ۱            |        | ۷         |

(۱) ألا یكون معه وارث أصلاً أو یكون معه وارث لكنه محجوب به وفي الحالة الخامسة إذا لم یكن معه وارث أصلاً أو كان معه وارث لكنه محجوب فإننا في هذه الحالة نوقف التركة كلها إلى حين الولادة فإن ولد حياً أخذها وإن ولد ميتاً أعطيت لمن یستحق من الورثة كما وتوفي عن زوجة ابنه حاملاً وله أخ من أم فإن الحمل سواء فرض ذكراً أو أنثى هو فرع للمیت فیحجب الأخ لأم فإن ولدته ذكراً كان ابن الابن فیأخذ كل المال وإن ولدته أنثى كانت بنت الابن فنأخذ النصف بالفرض والباقي بالرد إذا لم یكن هناك عصبه. (الموارث للصابونی: ۲۰۵)

مسئلہ: ۸ (بتقدیر مؤنث)

|              |          |           |
|--------------|----------|-----------|
| زوجه (حاملہ) | اَخ عینی | حمل (بنت) |
| ثمن          | عصبہ     | نصف       |
| ۱            | ۳        | ۴         |

وضاحت: مذکورہ بالا دونوں مسئلوں میں مذکور والی حالت میں اَخ عینی محبوب ہو رہا ہے، اور مؤنث والی حالت میں ۳ حصہ کا حقدار ہے، لہذا فی الحال اَخ عینی کو کچھ نہیں دیا جائے گا اور اس کا ۳ حصہ روک لیا جائے گا، ولادت کے بعد اگر وہ مستحق ہوگا، مثلاً حمل لڑکی پیدا ہوئی تو اَخ عینی کو اس کا موقوفہ حصہ (۳) دے دیا جائے گا، اور اگر حمل لڑکا پیدا ہوا تو مابقی پورے ۷ حصہ لڑکے لے گا، اَخ عینی کو کچھ نہیں ملے گا۔ (۱)

(۱) واعلم ان الوارث إذا كان ممن يسقط في إحدى حالتي الحمل فإنه لا يعطى شيئاً لأن أصل استحقاقه مشكوك ولا تورث مع الشك كما إذا ترك امرأة حاملاً وأخاً وعمّاً فلا شيء للأخ والعم لجواز أن يكون الحمل ابناً فما قرناه سابقاً إنما هو فيمن يتغير فرضه من الورثة.

(الشريفة: ص ۱۳۶)



بحثِ تاسع: حمل سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ کچھ عرصہ قبل میرے دوست کا انتقال ہوا، اور انہوں نے اپنے پیچھے ایک بیوی جو حاملہ ہے، اور ایک لڑکا چھوڑا۔ اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ مرحوم کی جائداد کی تقسیم ان ورثاء کے مابین کس طرح ہوگی کیا، حمل میں موجود بچے کو بھی وراثت ملے گی؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب وباللہ التوفیق!

صورتِ مسئلہ میں آپ کے مرحوم دوست کی کل جائدادِ منقولہ و غیر منقولہ کو قاعدہٴ توریثِ حمل کی روشنی میں شرعاً ۴۸ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا اس میں سے فی الحال بیوی کو ۶ حصے اور لڑکے کو ۲۱ حصے از روئے شرع دیئے جائیں گے؛ اور لڑکے کے مجموعی سہام ۲۸ میں سے ۷ حصے روک لئے جائیں گے، اور حمل کے لیے مفتی بہ قول کے مطابق ایک لڑکے یا ایک لڑکی کا حصہ روکا جاتا ہے؛ لہذا حمل کے لیے ۱۴ حصے روکے جائیں گے، اس طرح کل موقوفہ حصہ ۲۱ ہوا، اور مقسوم حصے ۲۷۔ (۱)

اب اگر یہ حمل دو سال یا اس سے کم مدت میں بحالتِ حیات مذکر پیدا ہوتا ہے (۲)، تو مذکورہ والی صورت پر عمل کرتے ہوئے بیوی کو ۶ حصے، لڑکے کو ۲۱ حصے کا استحقاق حاصل ہوگا جو انہیں دیئے جا چکے ہیں اور کل موقوفہ حصے ۲۱ حمل کو دے دیئے جائیں گے۔ اور اگر حمل مؤنث پیدا ہوتا ہے تو مؤنث والی صورت پر عمل کریں گے، اس

صورت میں بیوی کو ۶ حصے کا استحقاق حاصل ہوگا جو اسے مل چکا ہے، اور لڑکے کو ۲۸ حصوں کا استحقاق حاصل ہوگا جس میں سے ۲۱ حصے پہلے مل چکے ہیں، ۷ حصے موقوفہ حصوں ۲۸ میں سے دیئے جائیں گے، اور ما باقی ۲۱ حصے حمل مؤنث کو ملے گا۔

اور اگر حمل دو سال سے زائد کی مدت میں پیدا ہوا، یا مردہ پیدا ہوا، تو بیوی کو ۶ حصے اور ما باقی پورا (۲۲) حصہ لڑکے کو از روئے شرع دیئے جائیں گے۔ (۳)

$$\text{مسئلہ: } ۲۸ = ۳ \times ۱۶ = ۲ \times ۸ \quad \text{وفق: } ۲: \text{(بتقدیر مذکر)}$$

|                                 |                         |                         |
|---------------------------------|-------------------------|-------------------------|
| زوجه                            | ابن                     | حمل (ابن)               |
| ثمن                             | عصب                     | هـ                      |
| $(۱۴ = ۲ \times ۷)$             |                         |                         |
| $\frac{۲ \times ۱}{۳ \times ۲}$ | $\frac{۳ \times ۷}{۲۱}$ | $\frac{۳ \times ۷}{۲۱}$ |
| ۶                               |                         |                         |

$$\text{مسئلہ: } ۲۸ = ۲ \times ۱۴ = ۳ \times ۸ \quad \text{وفق: } ۳: \text{(بتقدیر مؤنث)}$$

|                                 |                          |                         |
|---------------------------------|--------------------------|-------------------------|
| زوجه                            | ابن                      | حمل (بنت)               |
| ثمن                             | عصب                      | هـ                      |
| $(۲۱ = ۳ \times ۷)$             |                          |                         |
| $\frac{۳ \times ۱}{۲ \times ۳}$ | $\frac{۲ \times ۱۴}{۲۸}$ | $\frac{۲ \times ۷}{۱۴}$ |
| ۶                               |                          |                         |

موقوف

مقسوم

x

٦

زوجه

L

٢١

ابن

x

١٣

حمل

$$٢٨ = L + ٢١$$

والحجة على ما قلنا!

(١) ما في السراجي في الميراث: الأصل في تصحيح مسائل الحمل أن تصحح المسئلة على تقديرين، أعني على تقدير أن الحمل ذكر، وعلى تقدير أنه أنثى، ثم ينظر بين تصححي المسئلتين، فإن توافقا بجزء فاضرب وفق أحدهما في جميع الآخر، وإن تباينا فاضرب كل واحد منهما في جميع الآخر، فالحاصل تصحيح المسئلة، ثم اضرب نصيب من كان له شيء من مسئلة ذكوره في مسئلة أنوثته أو في وفقها، و من كان له شيء من مسئلة أنوثته في مسئلة ذكوره أو في وفقها كما في الخنثى. (ص ٨٤، فصل في الحمل)

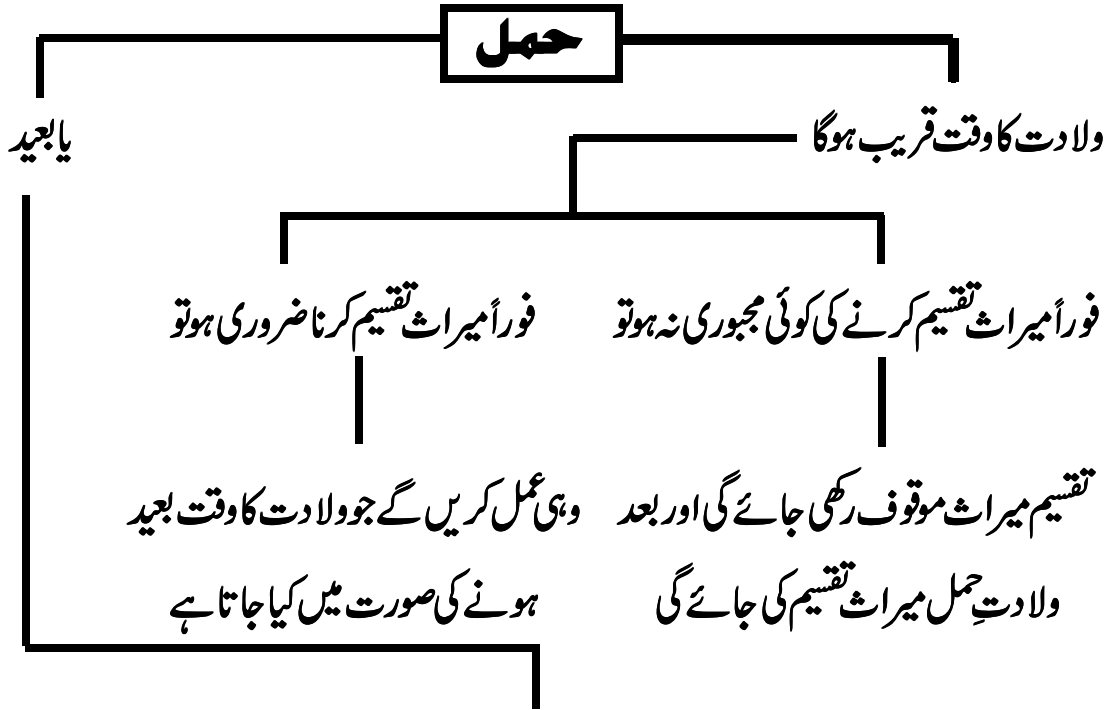
(٢) ما في السراجي في الميراث: فإن كان الحمل من الميت، وجاءت بالولد لتمام أكثر مدة الحمل أو أقل منهما، ولم تكن أقرت بإنقضاء العدة يرث ويورث عنه.

(ص ٨٥، فصل في الحمل)

(٣) وإن جاءت بالولد لأكثر من أكثر مدة الحمل لا يرث ولا يورث. (ص ٨٤، فصل في الحمل)

والله أعلم بالصواب

## باب حمل کا خلاصہ بصورت نقشہ



اولاد و مسئلے بناؤ (الف) حمل کو مذکر فرض کر کے

(ب) حمل کو مؤنث تصور کر کے پھر دیکھو دونوں مسئلوں کے عدد صحیح کے درمیان

تباہ ہوگا یا توافق ہوگا

تو ہر ایک مسئلہ کے کل عدد صحیح کو

دوسرے مسئلے کے کل عدد صحیح

تو پہلے مسئلے کی تصحیح کے وفق کو دوسرے مسئلہ کے کل میں اسی

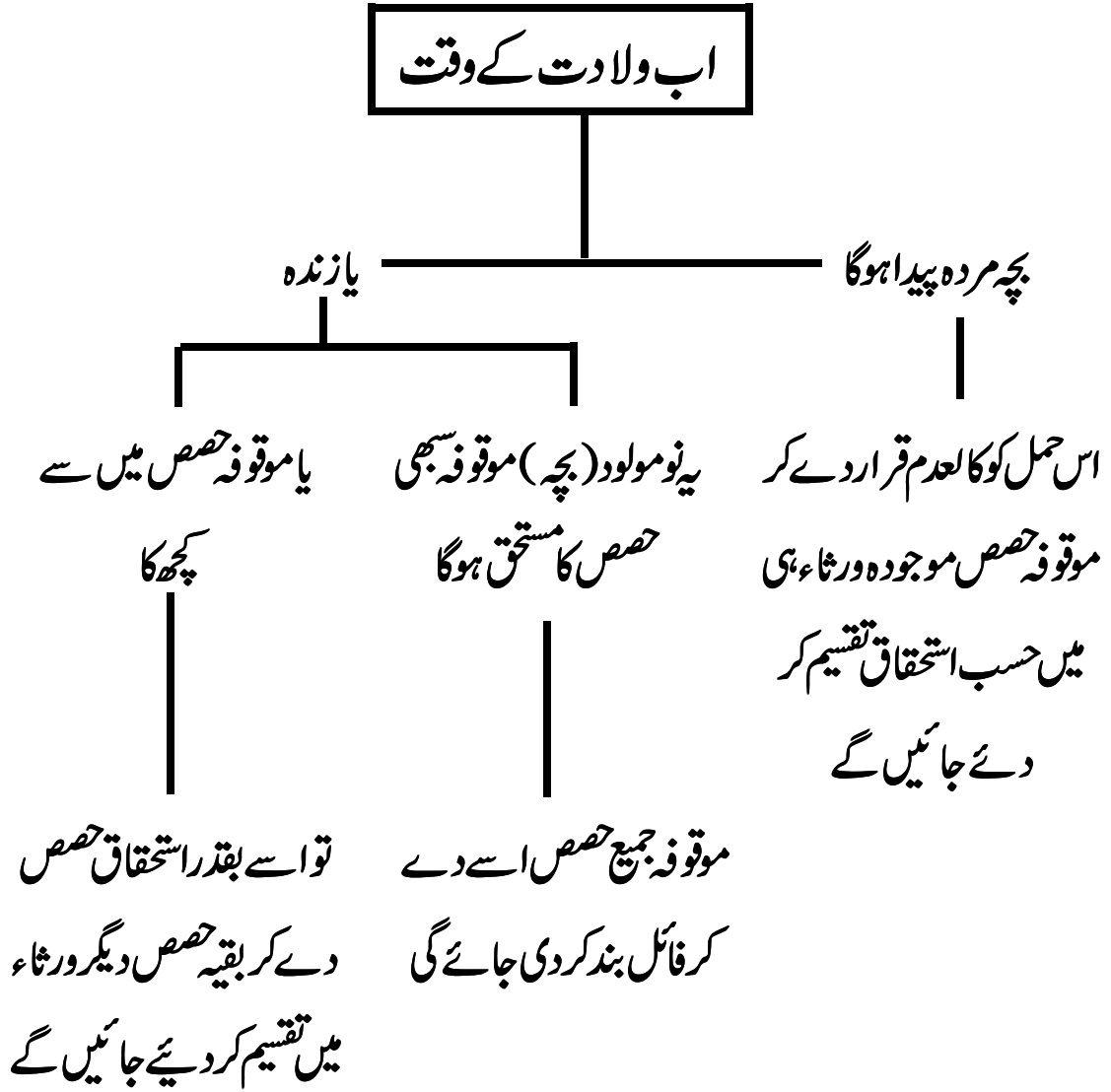
طرح دوسرے مسئلے کی تصحیح کے وفق کو پہلے مسئلہ کے کل

میں ضرب دیجئے

میں ضرب دے کر ہر حاصل ضرب کو اس مسئلہ کا عدد صحیح سمجھو

پھر ہر وارث کا حصہ معلوم کرنے کے لئے ان کے حصص کو مضروب میں ضرب دیجئے

اب دونوں مسئلوں سے ان ورثاء کو ملنے والے حصص کی تعداد میں غور کریں۔ اور ہر وارث کو جس مسئلہ سے کم ملتا ہو اس کے مطابق وہ کم حصے دے کر ہر ایک کے بقیہ حصے حمل کی ولادت تک موقوف رکھے جائیں گے۔



## مفقود كابلان

فَصَلِّ فِي الْمَفْقُودِ: الْمَفْقُودُ حَيٌّ فِي مَالِهِ، حَتَّى لَا يَرِثَ مِنْهُ أَحَدٌ،  
وَمَيِّتٌ فِي مَالٍ غَيْرِهِ حَتَّى لَا يَرِثَ مِنْ أَحَدٍ، وَيُوقَفُ مَالُهُ حَتَّى يَصِحَّ  
مَوْتُهُ، أَوْ تَمْضِيَ عَلَيْهِ مُدَّةٌ.

وَاخْتَلَفَ الرُّوَايَاتُ فِي تِلْكَ الْمُدَّةِ، فَفِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ: أَنَّهُ إِذَا  
لَمْ يَبْقَ أَحَدٌ مِنْ أَقْرَانِهِ، حُكِمَ بِمَوْتِهِ - وَرَوَى الْحَسَنُ بْنُ زِيَادٍ رَحِمَهُ  
اللَّهُ تَعَالَى عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى: أَنَّ تِلْكَ الْمُدَّةَ مِائَةٌ  
وَعِشْرُونَ سَنَةً مِنْ يَوْمٍ وُلِدَ فِيهِ الْمَفْقُودُ - وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ  
تَعَالَى: مِائَةٌ وَعِشْرَ سِنِينَ - وَقَالَ أَبُو يُونُسَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: مِائَةٌ  
وَحَمْسُ سِنِينَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: تِسْعُونَ سَنَةً - وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى.

وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَالُ الْمَفْقُودِ مَوْقُوفٌ إِلَى اجْتِهَادِ الْإِمَامِ،  
وَمَوْقُوفُ الْحُكْمِ فِي حَقِّ غَيْرِهِ، حَتَّى يُوقَفَ نَصِيبُهُ مِنْ مَالِ مُورِثِهِ،  
كَمَا فِي الْحَمَلِ، فَإِذَا مَضَتْ الْمُدَّةُ فَمَالُهُ لَوَرَثَتِهِ الْمُوْجُودِينَ

عِنْدَ الْحُكْمِ بِمَوْتِهِ، وَ مَا كَانَ مَوْقُوفًا لِأَجَلِهِ يُرَدُّ إِلَى وَارِثِ مُوَرِّثِهِ  
الَّذِي وَقَفَ مَالَهُ.

وَالْأَصْلُ فِي تَصْحِيحِ مَسَائِلِ الْمَفْقُودِ: أَنَّ تَصَحُّحَ الْمَسْأَلَةِ  
عَلَى تَقْدِيرِ حَيَاتِهِ، ثُمَّ تَصَحُّحِ عَلَى تَقْدِيرِ وَفَاتِهِ، وَ بَاقِيَ الْعَمَلِ مَا  
ذَكَرْنَا فِي الْحَمْلِ.

ترجمہ: یہ فصل مفقود کے بیان میں ہے۔ مفقود اپنے مال میں (حکماً) زندہ ہوتا ہے، یہاں  
تک کہ اس کا کوئی وارث نہیں ہوتا، اور دوسرے کے مال میں (حکماً) مردہ ہوتا ہے، یہاں  
تک کہ وہ کسی (دوسرے) کا وارث نہیں ہوتا، اور اس کا مال موقوف رکھا جائے گا، یہاں  
تک کہ اس کی موت ثابت ہو جائے، یا (پیدائش کے وقت سے) اس پر ایک (طویل)  
مدت (نوے سال) گزر جائیں۔

اس مدت کے سلسلے میں روایتیں مختلف ہیں۔ پس ظاہر الروایہ میں یہ ہے کہ جب  
اس کا کوئی ہم عمر باقی نہ رہے تو اس کی موت کا حکم لگایا جائے گا۔ اور حسن بن زیاد نے امام  
اعظم ابوحنیفہؒ سے نقل کیا ہے کہ وہ مدت ایک سو بیس سال ہے جس دن سے مفقود پیدا ہوا  
ہو۔ اور امام محمدؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایک سو دس سال ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ نے ارشاد فرمایا  
کہ ایک سو پانچ سال ہے۔ اور بعض فقہاءؒ فرماتے ہیں کہ نوے سال ہے، اور اسی پر فتویٰ  
ہے۔ اور بعض فقہاءؒ نے کہا کہ مفقود کا مال امام (قاضی) کے اجتہاد تک موقوف رہے گا، اور  
(مفقود) غیر کے حق میں موقوف الحکم ہے؛ چنانچہ اس کے مورث (جس کا مفقود وارث

ہوگا) کے مال سے اس کا حصہ موقوف رکھا جائے گا، جیسا کہ حمل میں (کیا جاتا ہے)، پھر جب وہ مدت گزر جائے تو مفقود کا مال اس کی موت کے حکم کے وقت موجود ورثاء کو ملے گا، اور جو مال اس کے لیے موقوف رکھا گیا تھا اسے اسی مورث جس کا مال موقوف رکھا گیا ہے کے وارث کی طرف پھیر دیا جائے گا۔

مفقود کے مسائل کی تصحیح میں بنیادی بات یہ ہے کہ مسئلہ کی تصحیح (ایک بار) اس کو زندہ مان کر کریں، پھر اس کو مردہ مان کر کریں، اور باقی عمل وہی ہے جس کو ہم نے حمل (کے بیان) میں ذکر کیا۔

توضیح و تشریح: یہاں نو بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) مفقود کی لغوی و اصطلاحی تعریف (۲) مفقود کی حیثیت ارث (۳) مصنف کی عبارت پر ایک اشکال اور اس کا جواب (۴) مفقود کی موت حکمی کے سلسلے میں اختلافی اقوال (۵) دواہم تنبیہ (۶) اصولِ توریث مفقود (۷) مفقود سے متعلق چھ اہم فائدے (۸) مفقود سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب (۹) باب مفقود کا خلاصہ بصورتِ نقشہ

بحث اول: مفقود کی لغوی و اصطلاحی تعریف:

لغئاً: مفقود از ضرب بمعنی کھونا، گم ہونا۔ اصطلاحاً: ایسا شخص جو اپنے وطن سے غائب ہو، اور اس کی موت و حیات کا کچھ پتہ نہ ہو۔ (۱)

(۱) المفقود هو الغائب الذي لم يدر موضعه، ولم يدر أحي هو أم ميت. (التعريفات الفقهية: ص ۲۱۳)



## بحثِ ثانی: مفقود کی حیثیتِ ارث:

وراثت میں مفقود کی دو حیثیتیں ہیں: (الف) مفقود اپنے گمشدگی کے زمانے میں اپنی جائیداد میں زندہ سمجھا جاتا ہے، کوئی دوسرا اس کا وارث نہیں ہو سکتا۔  
 (ب) مفقود کو زمانہ گمشدگی میں مردہ شمار کیا جائے گا، لہذا وہ کسی کا وارث نہیں ہوگا بل کہ اس کا حصہ موقوف رکھا جائے گا۔

## بحثِ ثالث: مصنف کی عبارت پر ایک اشکال اور اس کا جواب:

مصنف کی عبارت ”و میت فی مال غیرہ“ پر بظاہر اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب مفقود غیر کے مال میں مردہ شمار ہوگا تو وہ وارث ہی نہیں ہوگا خواہ واپس آجائے؟ تو آگے کی عبارت ”و یوقف مالہ“ لا کر اس اشکال کو دور کر دیا کہ یہاں میت سے میت حکمی مراد ہے، یعنی مفقود اپنے کسی مورث کے مال میں فی الحال وارث نہیں ہوگا، یہ مطلب نہیں ہے کہ مفقود بالکلیہ وارث ہی نہیں ہوگا جیسا کہ عبارت کے ظاہر سے مفہوم ہو رہا ہے، بل کہ مفقود کا حصہ موقوف رکھا جائے گا، اگر زندہ واپس آجائے تو اس کو دے دیا جائے گا اور اگر اس کی موت کا یقینی علم ہو جائے، یا اس پر ایک مدت (نوے سال) گزر جائے اس وقت تک مفقود کے مال کو قاضی بذاتِ خود یا کسی کو قائم مقام بنا کر موقوف رکھ کر اس کی حفاظت کرے گا۔ اس میں سے مفقود کے والد اور بیوی بچوں پر خرچ کرتا رہے گا۔ (۱)

(۱) قوله یوقف مالہ کما کان قوله فیما سبق، لا یرث من أحد یوہم نفی توریث المفقود أصلاً، فسرہ بقوله ویوقف أي یقی حظہ موقوفاً إلى أن یتیقن بموتہ، أو تمضي علیہ مدة کما فصلها الشیخ فی ما بعدہ. (حاشیہ سراجی: رقم: ۹۲/۶)

بحثِ رابع: مفقود کی موتِ حکمی کے سلسلے میں اختلافی اقوال:

وہ مدت کتنی ہے جس میں مفقود کی موت کا حکم لگایا جائے؟ تو اس سلسلے میں ظاہر روایت یہ ہے کہ مفقود کے ہم عصر میں سے کوئی زندہ نہ رہے، اب اس مدت کے سلسلے میں چند روایات ہیں:

- (۱) حسن ابن زیادؓ کی روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ جس دن مفقود پیدا ہوا تھا اس دن سے ۱۲۰ سال گزر جائیں تو اس کی موت کا حکم لگادیا جائے گا۔
- (۲) امام محمدؒ کا قول ۱۱۰ سال ہے۔
- (۳) امام ابو یوسفؒ کا قول ۱۰۵ سال ہے۔

نوٹ: قول محمد و قول ابی یوسف والی یہ دونوں روایتیں کتب معتبرہ میں نہیں ہیں۔ (۱)

(۴) بعض فقہاء کے نزدیک وہ مدت ۹۰ سال ہے اور یہی مفتی بہ ہے۔

(۵) بعض فقہاء کے نزدیک وہ مدت قاضی کے صوابدید پر موقوف ہوگی، جب قاضی تفتیش کے بعد قرائن سے اس کی موت کا فیصلہ کر دے تو وہ مال اس کے اُن ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے گا جو مفقود کے فیصلہ موت کے وقت موجود تھے۔

مدت کے سلسلے میں اقوال مختلفہ کی دلیل:

ان سارے اقوال میں مفقود پر موتِ حکمی کے فیصلہ کے لیے جو مدت بیان کی گئی

---

(۱) وقال محمد مائة و عشر سنين، وقال أبو يوسف مائة و خمس سنين، وهاتان الروايتان لم توجدا في الكتب المعتمدة. (الشريفية: ص ۱۳۷)

ہے، اس کی وجہ و دلیل یہ ہے کہ اس مدت تک عادتاً و عامۃً کوئی انسان زندہ نہیں رہتا ہے۔ (۱)

بحثِ خامس: دواہم تنبیہ:

**تنبیہ اول :** مالِ مفقود کے سلسلے میں: اگر مفقود کی موت حکمی کا فیصلہ کر دیا جائے تو مفقود کا مال اس کے ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے گا، لیکن یہ مال صرف انہی ورثاء کو ملے گا جو مفقود پر موت کے فیصلے کے وقت موجود ہوں، کیوں کہ وراثت کی شرائط میں موتِ مورث کے وقت وارث کا باحیات ہونا ضروری ہے؛ لہذا اگر کوئی وارث مفقود کے غائب ہونے کے بعد موت پا چکا لیکن ابھی تک مفقود پر موت کا فیصلہ نہیں ہوا تھا تو وہ وارث نہیں ہوگا، کیوں کہ اس وقت مفقود (مورث) زندہ کے حکم میں تھا، اور زندہ کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اسی کو مصنفؒ نے ”وَمَوْقُوفُ الْحُكْمِ فِي حَقِّ غَيْرِهِ... الخ“ عبارت میں بیان کیا ہے۔ (۲)

**تنبیہ ثانی:** حصہ مفقود کے سلسلے میں: جو حصہ مفقود کے لیے اس کے مورث کے مال میں سے موقوف رکھا گیا تھا وہ حصہ مفقود پر موت کا فیصلہ ہو جانے کے بعد اسی مورث کے وارثین میں تقسیم کر دیا جائے گا، مفقود کے ورثاء میں تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ جیسا کہ سراجی میں ہے: وَ مَا كَانَ مَوْقُوفًا لِأَجَلِهِ يُرَدُّ إِلَى وَارِثِ مُوَرِّثِهِ الَّذِي وَقَفَ مَالَهُ۔

(۱) لأن الزيادة عليها في زماننا غاية الندرة، فلا تناط بها الأحكام الشرعية التي مدارها على الأغلب. (الشريفة: ص ۱۳۷) --- اختلافهم في تقديره تسعين، أو بمائة، أو بمائة وعشرين مبني على اختلاف الرائي في الغالب في طول العمر. (منحة الخالق على البحر الرائق: ۲۷۷/۵)

(۲) وشرطه ثلاثة ووجود وارثه عند موته حيا. (رد المحتار: ۴۹۱/۱۰)

## بحثِ سادس: اصولِ توریثِ مفقود:

جس طرح حمل کے مسئلے کی تصحیح دو مرتبہ کی جاتی ہے اسی طرح مفقود کو بھی ایک بار زندہ اور ایک بار مردہ فرض کر کے مسئلے کی تصحیح کی جائے گی اور دونوں مسئلوں کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی، اگر توافق کی نسبت ہو تو ایک مسئلہ کے وفق کو دوسرے کے کل میں اور تباین کی نسبت ہو تو ایک مسئلہ کے کل کو دوسرے کے کل میں ضرب دیا جائے گا، اور پہلے مسئلہ کے ورثاء کے حصوں کو مضروب میں ضرب دیا جائے گا، اور دوسرے مسئلہ کے ورثاء کے حصوں کو پہلے مسئلہ کے کل یا وفق میں ضرب دیا جائے گا، پھر دونوں مسئلوں میں ہر وارث کے حصے کو دیکھا جائے گا، جو حصہ کم ہو گا وہ اس وارث کو دیا جائے گا اور جو زائد ہو گا وہ جب تک مفقود کی حیات مانی ہوئی ہے محفوظ رکھا جائے گا۔

نسبتِ تباین کی مثال: زید کے ورثاء یہ ہیں: شوہر، دو بہنیں اور ایک مفقود بھائی؛ پس تخریج مسئلہ یہ ہے:

| پہلا مسئلہ: $۵۶ = ۷ \times ۸ = ۴ \times ۲$ |                        |                        |                         |
|--|------------------------|------------------------|-------------------------|
| زوج  | اُخت                   | اُخت                   | اُخ مفقود (زندہ)        |
| نصف  | عصب                    |                        |                         |
| $\frac{۴ \times ۱}{۷ \times ۴}$            | $\frac{۷ \times ۱}{۷}$ | $\frac{۷ \times ۱}{۷}$ | $\frac{۷ \times ۲}{۱۴}$ |
| ۲۸   | ۷                      | ۷                      | ۱۴                      |

دوسرا مسئلہ: ۶/ع ۸×۷=۵۶

زوج      اُخت      اُخت  $\frac{۲}{۳۲}$       اخ مفقود (مردہ)

نصف      ثلثان      ×

منقح مسئلہ: ۵۶

$\frac{۸ \times ۲}{۱۶}$        $\frac{۸ \times ۲}{۱۶}$        $\frac{۸ \times ۳}{۲۴}$

زوج      اُخت      اُخت

۷      ۷      ۲۴

۹      ۹      ۴      موقوفہ حصص:

وضاحت:

شوہر کو دوسرے مسئلہ میں کم ملا ہے، وہ (۲۴) اس کو دیا، اور فضل (تفاوت) (۴) موقوف رکھا، اور بہنوں کو پہلے مسئلہ میں کم ملا ہے، وہ (۷، ۷) ان کو دیا، اور فضل (۹، ۹) موقوف رکھا، پس (۵۶) میں سے (۳۸) ورثاء کو دیئے اور (۱۸) محفوظ رکھے۔

پھر اگر مفقود زندہ آجائے تو شوہر کے ۴ حصے اس کو واپس کر دیئے جائیں گے، تاکہ اس کا نصف مکمل ہو جائے۔ اب ۱۸ میں سے ۱۴ بچے، وہ بھائی کو دیئے جائیں گے تاکہ اس کو مؤنث سے دو گنا مل جائے۔ اور اگر بعد میں ظاہر ہوا کہ مفقود مر چکا ہے تو باقی رکھے ہوئے ۱۸ حصص بہنوں کو دے دیئے جائیں، اور شوہر کے چار حصے اس کو واپس نہیں کئے جائیں گے؛ کیوں کہ وہ مسئلہ عائکہ (دوسرے مسئلہ) سے اپنا پورا حصہ لے چکا ہے، اور ہر بہن کا حصہ (۹) اور (۷) مل کر (۱۶) ہو جائے گا جو دوسرے مسئلہ میں ان کا حصہ ہے۔

نسبتِ توافق کی مثال: بشری کے ورثاء یہ ہیں: شوہر، ماں، تین بھائی موجود ہیں اور ان میں سے ایک بھائی مفقود ہے؛ پس تخریج مسئلہ یہ ہے:

پہلا مسئلہ:  $۳۶ = ۳ \times ۱۲ = ۲ \times ۶$  (وفق ۲) بشری

زوج اُم اخ اخ اخ مفقود (زندہ)

نصف سدس عصب

$\frac{۲ \times ۱}{۳} \quad \frac{۲ \times ۳}{۱۲} \quad (۱۲ = ۳ \times ۴ = ۲ \times ۶)$

$\frac{۳ \times ۱}{۳} \quad \frac{۳ \times ۱}{۳} \quad \frac{۳ \times ۱}{۳} \quad \frac{۳ \times ۱}{۳} \quad \frac{۳ \times ۲}{۶} \quad \frac{۳ \times ۶}{۱۸}$

دوسرا مسئلہ:  $۳۶ = ۲ \times ۱۸ = ۳ \times ۱۲$  بشری

زوج اُم اخ اخ اخ مفقود (مردہ)

نصف سدس عصب

$(۶ = ۳ \times ۲)$

| موقوف  | مقسوم   |
|--------|---------|
| ×      | زوج: ۱۸ |
| ×      | اُم: ۶  |
| +      | ۳/خ: ۹  |
| ۳۶ = ۳ | ۳۳      |

$\frac{۲ \times ۲}{۴} \quad \frac{۲ \times ۲}{۴} \quad \frac{۲ \times ۲}{۴} \quad \frac{۳ \times ۱}{۲ \times ۳} \quad \frac{۳ \times ۳}{۲ \times ۹}$   
۶ ۱۸

وضاحت: زوج اور اُم کو دونوں مسئلوں میں یکساں ملا ہے، پس وہ ان کو دے دیا اور ان کے حصوں میں سے کچھ موقوف نہیں رکھا اور بھائی کے حصوں میں سے ۳ موقوف رکھا، پھر اگر مفقود زندہ آجائے تو وہ اپنا (۳) حصہ لے لے گا، ورنہ وہ بھی تینوں بھائیوں کو ایک ایک مل جائیں گے۔

بحثِ سابع: مفقود سے متعلق چھ اہم فائدے:

فائدہ اولیٰ: خنثی، حمل، مفقود میں ترتیب بیان کی وجہ:

مصنف نے متفرقات میں پہلے خنثی پھر حمل اور اس کے بعد مفقود کو اس لیے بیان کیا کہ خنثی، حمل اور مفقود میں قدر مشترک اشتباہ ہے، خنثی میں ذکورت و انوشت مشتبہ ہے، مفقود میں حیات و ممات اور حمل میں دونوں، پھر چوں کہ خنثی میں معنی اشتباہ کبھی ختم نہیں ہوتا، اسی وجہ سے خنثی میں ترکہ کو موقوف نہیں رکھا جاتا بلکہ فی الفور تقسیم کر دیا جاتا ہے، تو خنثی میں اشتباہ کے قوی ہونے کی وجہ سے اس کو مقدم بیان کیا، جب کہ حمل و مفقود میں ایک وقت ایسا آتا ہے کہ جس میں اشتباہ ختم ہو جاتا ہے، حمل میں وہ وقت ولادت ہے، اور مفقود میں مدت متعینہ، پھر حمل میں خنثی کی طرح تذکیر و تانیث کا اشتباہ ہوتا ہے، نیز حمل و مفقود میں وہ وقت جس میں اشتباہ ختم ہو جاتا ہے وہ وقت حمل میں قلیل ہے، اور مفقود میں کثیر اسی لیے حمل کو مفقود پر مقدم رکھا۔

فائدہ ثانیہ: فی الحال مالِ مفقود میں وارثینِ مفقود کا اور حصہ مفقود میں مفقود کے وارث نہ ہونے کی وجہ؟

مالِ مفقود میں فی الحال مفقود کے وارثین کا وارث ہونا اس لیے منع ہے کہ مفقود کی حیات استصحابِ حال سے ثابت ہے، استصحابِ حال کہتے ہیں ”إبقاء ما كان علی ما كان“، کو، یعنی اس امر کے بقا کا حکم جو زمانِ اول میں تھا اور زمانہ اول میں مفقود زندہ تھا اس لیے فی الحال بقائے حیات کا فیصلہ کیا گیا اور دوسروں کو اس کے مال میں تصرف کرنے سے روک دیا گیا، برخلاف مالِ غیر میں مفقود کا فی الحال وارث ہونا یہ ”إثبات ما لم یکن“

ہے، یعنی ایسی چیز کا اثبات ہے جو زمانہ اول میں نہیں تھا، جو استصحابِ حال سے حاصل نہیں ہوتا، اسی لیے مالِ غیر میں مفقود کی وراثت کو موقوف کر دیا گیا؛ پس معلوم ہوا کہ استصحابِ حال حجتِ دافعہ تو بن سکتا ہے، یعنی استصحابِ حال میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ کسی شئی میں دوسروں کے استحقاق کو روک دے؛ لیکن حجتِ مثبتہ نہیں بن سکتا ہے، یعنی استصحابِ حال یہ صلاحیت نہیں رکھتا ہے کہ دوسرے کے مال میں اپنا استحقاق ثابت کر دے۔ (۱)

فائدہ ثالثہ: زوجہ مفقود اور مالِ مفقود کے سلسلے میں مدت کے اختلاف کی وجہ:

زوجہ مفقود کے سلسلے میں حنفیہ نے قولِ مالک پر فتویٰ دیا ہے کہ مفقود کی بیوی ۴ سال کے بعد عدتِ وفات گزار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے، اور میراثِ مفقود میں تقسیمِ وراثت کو مفتی بہ قول کے مطابق ۹۰ سال پر موقوف کیا، دونوں مسئلوں میں مدت کا فرق کیوں؟

یہاں ایک اصول جان لینا چاہیے ”الْأَصْلُ أَنَّ الشَّيْءَ يُعْتَبَرُ مَا لَمْ يَعْذُ عَلَى مَوْضُوعِهِ بِالنَّقْضِ وَالْإِبْطَالِ“ یعنی شئی اس وقت تک معتبر ہوتی ہے جب تک کہ وہ اپنے موضوع پر نقض و ابطال کے ساتھ نہ لوٹے۔ اس اصول کی روشنی میں ہم نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ نکاح کا مقصد عفت و پاکدامنی کے ساتھ توالد و تناسل ہے، اب اگر زوجہ مفقود کے لیے بھی ۹۰ سال کی مدت مقرر کر دی جائے تو اولاً وہ اس مدت تک زندہ ہی نہیں رہے گی، ثانیاً اگر زندہ رہے تو مقصدِ نکاح (توالد و تناسل، عفت و پاکدامنی) ہی

(۱) المفقود حي في ماله حتى لا يرث منه أحد، و ميت في مال غيره حتى لا يرث من أحد لثبوت حياته باستصحاب الحال، و هو معتبر في إبقاء ما كان على ما كان، دون إثبات مالم يكن و هذا لا يثبت استحقاق ورثته لماله، و لا تنزوج امرأته عندنا. (الشريفية: ص ۱۳۷)



فوت ہے۔ اسی لیے حنفیہ نے نکاح کے سلسلے میں زوجہ مفقود کے لیے ۴ سال کی مدت مقرر کی، کہ وہ اس کے بعد عدتِ وفات گزار کر دوسرا نکاح کر لے تاکہ مقصدِ نکاح فوت نہ ہو۔ برخلاف مفقود کے مسئلہ میراث کہ یہاں مقصود ”ایصال الحقوق لأربابہا“ ہے، اور وہ اس مدت کے بعد بھی باقی ہے، اسی لیے میراث کے سلسلے میں ۹۰ سال کی مدت مقرر کی گئی۔ (۱)

سوال: فی زمانہ افساد کی وجہ سے ۹۰ برس تک مال محفوظ رکھنے میں مقصود میراث ”ایصال الحقوق لأربابہا“ کے خلاف اور مال کے خرد برد ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے، تو کیا زوجہ مفقود کی طرح میراث مفقود کا بھی حکم ہوگا۔

جواب: اس سلسلے میں حضرت مولانا مفتی سعید صاحب پالن پوری دامت برکاتہم فرماتے ہیں: پہلے ایک جگہ کے لوگوں کا حال دوسری جگہ کے لوگوں کو معلوم نہیں ہوتا تھا یا مشکل سے معلوم ہوتا تھا؛ مگر اب ذرائع مواصلات (ڈاک، تار، ٹیلیفون، ریڈیو وغیرہ) عام ہو گئے ہیں، اور نوے برس تک مال محفوظ رکھنے میں مال کے خرد برد ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے؛ نیز اس قدر طویل انتظار اس کی بیوی کے لیے بھی سخت صبر آزما مرحلہ ہے؛ چنانچہ متاخرین احناف نے اس کی بیوی کے نکاح ثانی کے سلسلے میں امام مالکؒ کے قول پر فتویٰ دیا ہے کہ جس تاریخ سے شوہر لا پتہ ہوا ہے، اس تاریخ سے چار سال کے بعد قاضی یا جماعتِ مسلمین کے فیصلہ کے بعد عورت عدتِ وفات گزار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے؛ پس

(۱) والفارق أن جواز النكاح إنما هو للضرورة، فإن المرأة لا تكاد تصبر عن الزوج والنفقة ولا ضرورة في قسمة المال فافهم. (إعلاء السنن: ۱۸/۴۲۹، باب ميراث المفقود)

مفقود کے مال کے سلسلے میں بھی اب اس آخری قول پر فتویٰ دینا چاہیے۔ مذہب حنفی میں بھی یہ روایت موجود ہے، بس جب اسلامی ملک میں قاضی اور غیر اسلامی ملک میں جماعتِ مسلمین اچھی طرح تحقیق و تفتیش کے بعد اپنی صواب دید سے مفقود کی موت کا فیصلہ کر دیں تو اس کا مال بوقتِ فیصلہ موت موجود ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ (۱)

اسی طرح حضرت قاضی مجاہد الاسلام فرماتے ہیں:

مفقود ایسا لاپتہ شخص ہے جس کی موت و حیات کے متعلق کچھ خبر نہ ہو، اس کے مال کا حکم یہ ہے کہ جب قاضی ظنِ غالب کی بنیاد پر اس کی موت کا حکم کر دے تو حکم بالموت کے وقت جو لوگ وارث ہوں ان کے درمیان اس کا مال تقسیم کیا جائے گا۔ (۲)

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مفقود پر موتِ حکمی کے فیصلہ کے لیے اصل مفقود کے موت کا ظنِ غالب حاصل ہونا ہے جس کا اندازہ فقہانے مختلف مدتوں سے لگایا ہے؛ چنانچہ مفقود کی موت کا حکم کب لگایا جائے اس بارے میں احناف کے کل بارہ اقوال ہیں، پھر ان اقوال کی تصحیح و ترجیح میں اختلاف وارد ہوا ہے؛ چنانچہ اس بارے میں مندرجہ ذیل تین اقوال کی ترجیح منقول ہے:

قول اول: ”موت الأقران“ یہ ظاہر الروایہ اور قول مختار ہے۔

دلیل: قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فِي امْرَأَةٍ الْمَفْقُودِ امْرَأَةٌ أُتْلِيَتْ فَلْتَصْبِرْ حَتَّى يَأْتِيَهَا مَوْتُ أَوْ طَلَاقٌ. (۳)

(۱) طرازی: ص ۲۸۳ (۲) اسلام کے عائلی قوانین دفعہ: ۳۴/ص ۳۳۳

(۳) مصنف عبد الرزاق: ۹۰/۷، رقم الحديث: ۱۲۳۳۰

مفہوم حدیث و طریقہ استدلال:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مفقود کی بیوی اپنے شوہر کا اس وقت تک انتظار کرے گی جب تک اس کی موت یا طلاق کی خبر نہ آجائے۔ مذکورہ حدیث میں یقین موت کی خبر تک انتظار کا حکم دیا گیا ہے؛ اگر یقین موت حاصل نہ ہو تو یقین کے قائم مقام موت الاقران کا اعتبار ہوگا کیوں کہ فقہ کا قاعدہ ہے ”الْعُبْرَةُ لِلْغَالِبِ الشَّائِعِ لَا لِلْنَّادِرِ“ یعنی یہ نوادر میں سے ہے کہ کوئی انسان اپنے ہم عمر لوگوں کے فوت ہو جانے کے بعد بھی زندہ رہا ہو؛ لہذا حکم کی بنا امر نادر پر نہیں رکھی جائے گی بل کہ امر ظاہر و غالب کے موافق مفقود کو اس کے اقران کی موت کے بعد مردہ شمار کیا جائے گا اور یہی مذکورہ قاعدہ کا مقتضی ہے؛ نیز ہر وہ چیز جس کی پہچان کی ضرورت ہو تو شریعت میں اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ اسی شے کی امثال کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جیسے ہلاک ہونے والی اشیاء کی قیمت اور عورتوں کا مہر مثل، اسی طرح یہاں بھی اس مفقود کے امثال یعنی اس کے ہم عمر لوگوں کے وفات کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ (۱)

قول ثانی: ۹۰ سال اور اسی پر فتویٰ ہے، اس کی دلیل گزر چکی اور وہ یہ ہے کہ عادتاً و عامۃً انسان ۹۰ سال تک ہی زندہ رہتا ہے، اور اس سے زیادہ زندہ رہنا امر نادر

---

(۱) قال الحلبي والحصكفي: وإذا مضى من عمره ما لا يعيش إليه أقرانه ..... وقيل مائة وعشرون سنة أو مفوض إلى رأي القاضي كما في القهستاني قلت فهذه اثني عشر قولاً عندنا أرجحها الأول أعني موت الأقران وهو المذهب كما في التنوير وغيره وصنيع المصنف يقتضيه ..... فتنبه حكم بموته. (الدرالمنقى على مجمع الأنهر: ۵۴۰/۲، كتاب المفقود)

ہے، اور نوادر کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (۱)

قول ثالث: تفویض الی رأي القاضي: قاضی کے فیصلے پر چھوڑ دیا جائے گا، وہ اپنی صوابدید سے اچھی طرح تحقیق و تفتیش کے بعد جب چاہے گا مفقود کے موت کا فیصلہ کر دے گا، یہ قول مختار ہے۔ (۲)

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اصل مفقود کی موت کا ظن غالب کا حاصل ہونا ہے، اب اگر قاضی یا جماعت مسلمین نے اچھی طرح تحقیق و تفتیش کر لیا ہے اور موت مفقود کا ظن غالب حاصل ہو گیا ہو تو مفقود کے موت کا فیصلہ کرنا درست ہونا چاہیے، خواہ یہ فیصلہ کوئی بھی مدت میں ہو۔

فائدہ رابعہ: حمل و مفقود میں مصنف نے ضابطہ توریث کے سلسلے میں صرف قاعدہ تباین و توافق ذکر کیا، قاعدہ تداخل و تماثل کو کیوں ذکر نہیں کیا؟  
قاعدہ تداخل و تماثل کو اس لیے ذکر نہیں کیا گیا کہ تماثل کی صورت میں ضرب کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ مثلاً:

(۱) و حکم بموته بمضي تسعين سنة و عليه الفتوى. (الفتاوى الهندية: ۳۰۰/۲، کتاب المفقود)  
قوله: ”و حکم بموته بعد تسعين سنة“ لأنه الغاية في زماننا والحياة بعدها نادر فلا عبرة للنادر.

(البحر الرائق: ۲۷۷/۵، کتاب المفقود)

(۲) وفوضه بعضهم إلى القاضي فأبى وقت رأى المصلحة حكم بموته قال الشارح و هو المختار.

(البحر الرائق: ۲۷۷/۵، القول الصواب في مسائل الكتاب: ۴۱۸/۱)

مسئلہ: ۶ (تماثی کی مثال: (بتقدیر مذکر)

|             |     |                    |
|-------------|-----|--------------------|
| اُم (حاملہ) | بنت | اَخ (ع) (حمل مذکر) |
| سدس         | نصف | عصبہ               |
| ۱           | ۳   | ۲                  |

مسئلہ: ۶ (بتقدیر مؤنث)

|             |     |                     |
|-------------|-----|---------------------|
| اُم (حاملہ) | بنت | اُخت (ع) (حمل مؤنث) |
| سدس         | نصف | عصبہ مع الغیر       |
| ۱           | ۳   | ۲                   |

وضاحت:

حمل کے دونوں مسئلے ”۶“ سے بنے، اس لیے ضرب کی ضرورت نہیں پڑی۔ اور تداخل کی صورت میں قبل عمل ضرب بحکم توافق ہوتا ہے اور بعد عمل ضرب بحکم تماثل۔

مثلاً: مسئلہ: ۶ × ۳ = ۱۸ / ۳ (تداخل کی مثال) (بتقدیر حیات)

اُم اب بنت بنت ابن ابن مفقود (زندہ)

$$(۱۲ = ۳ \times ۴)$$

|                        |                        |      |   |   |   |   |   |
|------------------------|------------------------|------|---|---|---|---|---|
| سدس                    | سدس                    | عصبہ | ۴ | ۲ | ۲ | ۲ | ۲ |
| $\frac{۳ \times ۱}{۳}$ | $\frac{۳ \times ۱}{۳}$ |      |   |   |   |   |   |

(بتقدیرمات)

مسئلہ:  $۱۸ = ۳ \times ۶$

اُم اب بنت بنت ابن ابن مفقود (مردہ)

۴

سدس سدس عصب

$\frac{۳ \times ۲}{۶}$   $\frac{۳ \times ۱}{۳}$   $\frac{۳ \times ۱}{۳}$   $\frac{۳ \times ۱}{۳}$   $\frac{۳ \times ۱}{۳}$

وضاحت: مفقود کا پہلا مسئلہ ”۱۸“ سے اور دوسرا مسئلہ ”۶“ سے بنا، دونوں کے مابین تداخل کی نسبت ہے، اس لیے عدد دخل ”۳“ سے دوسرے مسئلے میں طریقہ توافق کے مطابق ضرب دیا تو حاصل ضرب (۱۸) نکلا، اب دونوں مسئلوں میں تداخل کی نسبت ہو گئی۔

مقسوم موقوف

اُم ۳ ×

اب ۳ ×

بنت ۲ ۱

بنت ۲ ۱

ابن ۴ ۲

$۱۸ = ۴ + ۱۴$

فائدہ خامسہ: مناسخہ میں حمل و مفقود کی صورت پیش آنے پر طریقہ کار:

یہاں (مفقود میں) حمل کی طرح حصہ موقوف رکھنے میں یہ بات بھی قابل لحاظ ہوگی کہ اگر مفقود کسی وارث کو جب حرامان کے طور پر بالکلیہ محروم کر دیتا ہے، تو اس وارث کو اس کا حصہ فی الحال نہیں دیا جائے گا بل کہ موقوف رکھا جائے گا، اور اگر جب نقصان کے طور پر مجبوب کرتا ہے تو کم حصہ دے کر بقیہ موقوف رکھا جائے گا۔

مفقود کا کسی وارث کو حجب حرمان کے طور پر محروم کرنے کی مثال:

مسئلہ:  $۹۶ = ۳ \times ۳۲ / ۲۲ = ۳ \times ۸$  (بتقدیر حیات)

زوجہ بنت الابن بنت بنت ابن مفقود (زندہ)

|        |            |   |       |
|--------|------------|---|-------|
|        | ۲۱ = ۳ × ۷ |   |       |
| عصب    | ۳ × ۷      | م | ثمن   |
| ۳ × ۱۲ | ۳ × ۷      |   | ۳ × ۱ |
| ۵۶     | ۲۸         |   | ۳ × ۳ |
|        |            |   | ۱۲    |

مسئلہ:  $۹۶ = ۳ \times ۳۲ / ۳۲ = ۳ \times ۸$  (مابقی ۷) مسئلہ: ۶/۳ (بتقدیر موات)

زوجہ بنت الابن بنت ابن مفقود (مردہ)

|       |       |        |   |
|-------|-------|--------|---|
| ثمن   | سدس   | نصف    | x |
| ۳ × ۱ | ۷ × ۱ | ۷ × ۳  |   |
| ۳ × ۲ | ۳ × ۷ | ۳ × ۲۱ |   |
| ۱۲    | ۲۱    | ۶۳     |   |

وضاحت: مفقود کا پہلا مسئلہ ”۲۳“ اور دوسرا مسئلہ ”۳۲“ سے بنا، دونوں کے مابین توافق بالثمن ہے، اس لیے ایک کے وفق کو دوسرے کی کل میں ضرب دینے سے دونوں مسئلوں کا حاصل ضرب (۹۶) نکلا، جس

|              |       |           |
|--------------|-------|-----------|
| موقوف        | مقسوم |           |
| x            | ۱۲    | زوجہ      |
| ۲۱           | x     | بنت الابن |
| ۳۵           | ۲۸    | بنت       |
| ۹۶ = ۵۶ + ۴۰ |       |           |

میں سے حصہ اقل ورثاء کو دے کر حصہ اکثر موقوف کر لیا گیا اور بنت الابن کا مکمل حصہ روک لیا گیا ہے کیوں کہ وہ مفقود کے زندہ فرض کرنے والی صورت میں محروم ہو رہی ہے۔

مفقود کا کسی وارث کو حجب نقصان کے طور پر محبوب کرنے کی مثال:

مسئلہ: ۲۴/۳

(بتقدیر حیات)

| زوجه              | بنت الابن | بنت مفقود (زندہ) | عم   |
|-------------------|-----------|------------------|------|
| ثمن               | سدس       | نصف              | عصبہ |
| ۳                 | ۴         | ۱۲               | ۵    |
| مسئلہ: ۲۴ = ۳ × ۸ |           |                  |      |
| (بتقدیر مہمات)    |           |                  |      |

| زوجه                                     | بنت الابن | بنت مفقود (مردہ) | عم           |
|--|-----------|------------------|--------------|
| ثمن                                      | نصف       | x                | عصبہ         |
| ۳ × ۱                                    | ۳ × ۴     |                  | ۳ × ۳        |
| ۳  | ۱۲        |                  | ۹            |
| مقسوم موقوف                              |           |                  |              |
| زوجه                                     | ۳         | x                |              |
| بنت الابن                                | ۴         | ۸                |              |
| عم                                       | ۵         | ۱۲               | ۲۴ = ۱۲ + ۱۲ |
| وضاحت: مفقود کے دونوں مسئلے بعد عمل ضرب  |           |                  |              |
| (۲۴) سے بنے، اور مفقود زندہ ہونے کی صورت |           |                  |              |
| بنت الابن کے لیے حاجب نقصان بن رہا ہے    |           |                  |              |
| اسی لیے پوتی کو (۱۲) حصہ اکثر میں سے حصہ |           |                  |              |
| اقل (۴) دے کر (۸) موقوف کر لیا گیا۔      |           |                  |              |



فائدہ سادہ: اگر مناسخہ میں حمل یا مفقود کی صورت پیش آئے تو دونوں صورتوں میں سے ایک صورت لکھی جائے گی، یعنی پہلے الگ دونوں صورتوں کو حل کر کے خنثیٰ میں اسواء الحالین والی اور حمل و مفقود میں جنسی میں باقی ورثہ کو کم ملے، وہ صورت سلسلہ مناسخہ میں داخل کی جائے گی۔

بحث ثامن: مفقود سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص کا انتقال ہوا، اس کے پسماندگان میں بیوی، دو بہنیں اور ایک گمشدہ بھائی ہے، جس کے بارے میں کچھ پتہ نہیں ہے کہ وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے، اور اس کے کھوئے ہوئے ایک سال ہو چکے ہیں، اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ مرحوم کے ترکہ کی تقسیم شرعی کیسے ہوگی؟

الجواب وباللہ التوفیق!

صورت مسئلہ میں مرحوم کی کل متروکہ جائداد کو قاعدہ توریت مفقود کی روشنی میں ۱۶ حصوں میں تقسیم کر لیا جائے گا، اور اس میں سے بیوی کو ۴ حصے اور دونوں بہنوں کو ۳، ۳ حصے از روئے شرع دیئے جائیں گے (۱)۔ اور مفقود کے لیے ۶ حصے روک لئے جائیں گے (۲)۔ اگر مفقود مفتی بہ قول کے مطابق ۹۰ سال کی مدت میں آجاتا ہے، تو وہ اپنے ۶ حصے لے لے گا، اور اگر اس کی موت کی خبر آجائے یا ۹۰ سال کی مدت گزر جائے اور اس کی کوئی خبر نہ ہو، تو اب وہ موقوفہ ۶ حصے اسی مورث کے ان ورثاء کو لوٹا دی جائے گی جو مفقود کے فیصلہ موت کے وقت زندہ ہوں، وہ ورثاء جو مفقود کے فیصلہ موت سے پہلے

مرچکے ہیں، وہ اس موقوفہ ۶ حصوں کے وارث نہیں ہوں گے۔ (۳)

مسئلہ:  $2/116 = 2 \times 2$  (بتقدیر حیات)

زوجہ اخت اخت اَخ (مفقود)

ربع عصبہ

$2 \times 1$   
 $12 = 2 \times 3$

۲ ۳ ۳ ۲

مسئلہ:  $16 = 2 \times 8 = 2 \times 2$  (بتقدیر ممات)

زوجہ اخت اخت اَخ (مفقود)

ربع ثلثان م

$2 \times 1$   
 $(6 = 2 \times 3)$

$\times$   $\frac{2 \times 3}{2}$   $\frac{2 \times 3}{2}$   $\frac{2 \times 2}{2}$

۲ ۲ ۲

موقوف مقسوم

زوجہ ۲

اخت ۳

اخت ۳

اَخ مفقود  $\times$

$+ 2$   
 $22 = 12 + 12$

.....

.....

.....

.....

### والحجة على ما قلنا!

(١) ما في السراجي في الميراث: الأصل في تصحيح مسائل المفقود أن تصحح المسئلة على تقدير حياته، ثم تصحح على تقدير وفاته والباقي العمل ما ذكرنا في الحمل.

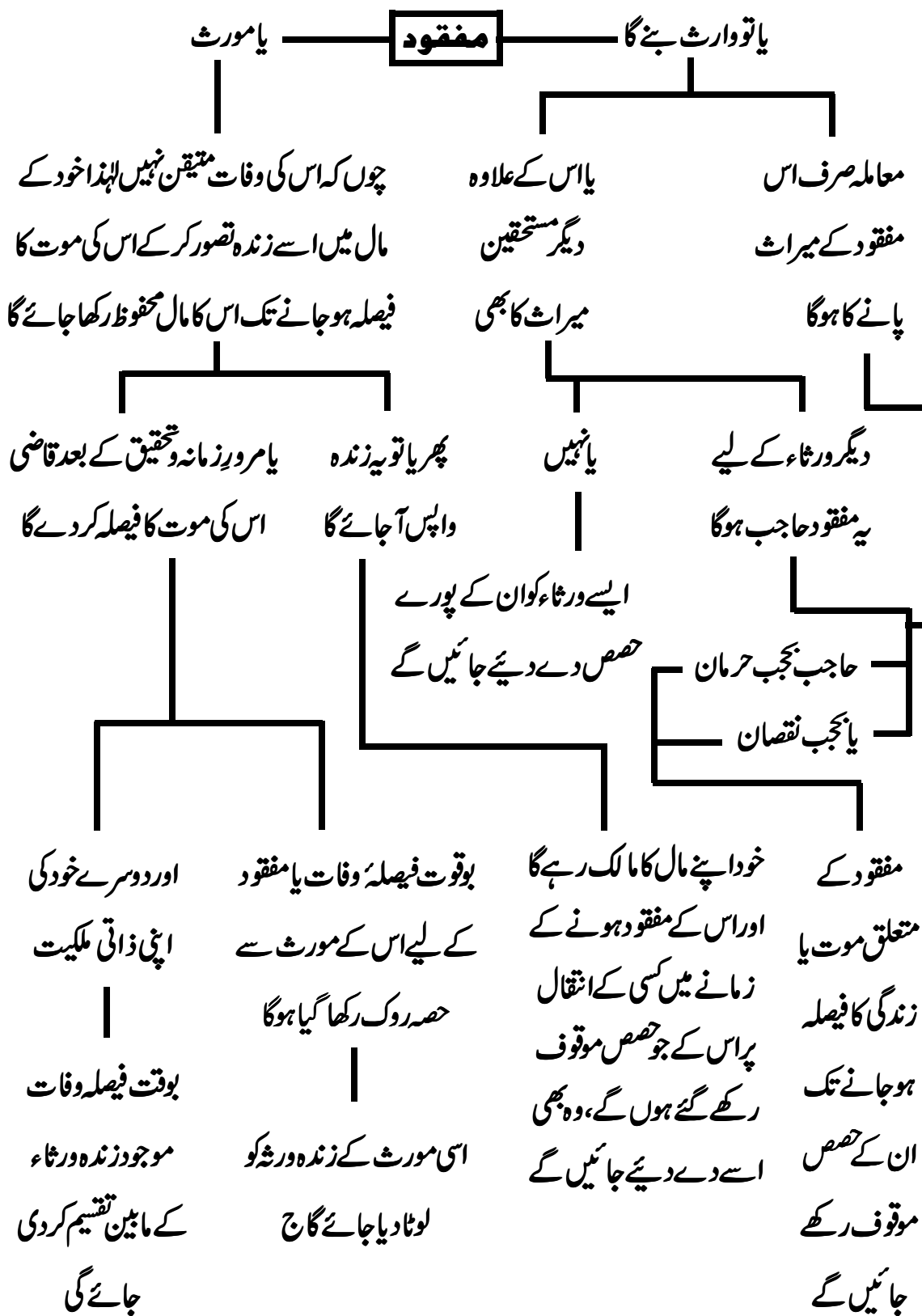
(ص ٩٢، فصل في المفقود)

(٢) ما في السراجي في الميراث: و موقوف الحكم في حق غيره، حتى يوقف نصيبه من مال مورثه كما في الحمل. (ص ٩٢، فصل في المفقود)

(٣) ما في السراجي في الميراث: فإذا مضت المدة ..... و ما كان موقوفا لأجله يرد إلى وارث مورث الذي وقف ماله. (ص ٩٢، فصل في المفقود)

والله أعلم بالصواب!

### بحث تاسع: باب مفقود کا خلاصہ بصورتِ نقشہ:



## مرتد کا بیان

فَصُلِّ فِي الْمُرْتَدِّ: إِذَا مَاتَ الْمُرْتَدُّ عَلَى إِرْتِدَادِهِ أَوْ قُتِلَ أَوْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ، وَحَكَمَ الْقَاضِي بِلِحَاقِهِ، فَمَا اكْتَسَبَهُ فِي حَالِ إِسْلَامِهِ فَهُوَ لَوَرَثَتِهِ الْمُسْلِمِينَ، وَمَا اكْتَسَبَهُ فِي حَالِ رِدَّتِهِ، يُوضَعُ فِي بَيْتِ الْمَالِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى، وَعِنْدَهُمَا الْكُسْبَانِ جَمِيعًا لَوَرَثَتِهِ الْمُسْلِمِينَ. وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى الْكُسْبَانِ جَمِيعًا يُوضَعَانِ فِي بَيْتِ الْمَالِ. وَمَا اكْتَسَبَهُ بَعْدَ اللُّحُوقِ بِدَارِ الْحَرْبِ فَهُوَ فِيءٌ بِالْإِجْمَاعِ. وَكَسْبُ الْمُرْتَدَّةِ جَمِيعًا لَوَرَثَتِهَا الْمُسْلِمِينَ بِإِخْلَافٍ بَيْنَ أَصْحَابِنَا. وَأَمَّا الْمُرْتَدُّ فَلَا يَرِثُ مِنْ أَحَدٍ، لَا مِنْ مُسْلِمٍ وَلَا مِنْ مُرْتَدٍّ مِثْلِهِ، وَكَذَلِكَ الْمُرْتَدَّةُ إِلَّا إِذَا ارْتَدَّ أَهْلُ نَاحِيَةٍ بِأَجْمَعِهِمْ، فَحِينَئِذٍ يَتَوَارَثُونَ.

ترجمہ: یہ فصل ہے مرتد کے بیان میں۔ جب مرتد اپنے ارتداد کی حالت میں مرجائے، یا قتل کر دیا جائے، یا دار الحرب میں چلا جائے، اور قاضی اس کے دار الحرب میں چلے جانے کا فیصلہ کر دے، تو جو کچھ اس نے اپنے اسلام کی حالت میں کمایا ہے، اس کے مسلمان ورثاء کو ملے گا، اور جو کچھ اس نے اپنے ارتداد کی حالت میں کمایا ہے، اسے امام ابو حنیفہ کے

مسلک کے مطابق بیت المال میں رکھ دیا جائے گا، اور صاحبین کے نزدیک مکمل دونوں کمائیاں (حالت اسلام اور حالت ارتداد کی کمائیاں) اس کے مسلمان ورثاء کی ہوگی۔ اور امام شافعی کے نزدیک دونوں حالتوں کی مکمل کمائیاں بیت المال میں رکھ دی جائیں گی، اور جو کچھ اس نے دارالحرب میں جانے کے بعد کمایا ہے وہ بالاجماع فی (کے حکم میں) ہے۔ اور مرتد عورت کی ساری کمائی اس کے مسلمان ورثاء کی ہے (اس میں) احناف کا کوئی اختلاف نہیں ہے، اور رہا مرتد تو وہ کسی کا وارث نہیں ہوگا، نہ تو کسی مسلمان کا اور نہ اپنے جیسے کسی مرتد کا، اور اسی طرح مرتد عورت بھی ہے، مگر جب ایک علاقے والے تمام کے تمام (نعوذ باللہ) مرتد ہو جائیں تو اس وقت وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔

توضیح تشریح: یہاں سات بحثیں ذکر کی جائیں گی:

- (۱) مرتد کی لغوی واصطلاحی تعریف (۲) مرتد کے اموال کی قسمیں مع احکام
- (۳) مرتدہ عورت کی وراثت کا حکم (۴) کسب مرتد اور کسب مرتدہ کی دوسری صورت میں
- فرق کی وجہ (۵) مرتد میں اہلیت ارث ہے یا نہیں (۶) مرتد سے متعلق سات اہم فائدے۔
- (۷) مرتد کا خلاصہ بصورت نقشہ

بحث اول: مرتد کی لغوی واصطلاحی تعریف:

لغتاً: از باب افتعال اسم فاعل ہے بمعنی لوٹنے والا۔

اصطلاحاً: مرتد وہ شخص ہے جو دین اسلام سے پھر جائے۔ (۱)

(۱) المرتد هو الراجع عن دين الإسلام أو هو الذي كفر بعد الإيمان. (التعريفات الفقهية: ص ۲۰۱/۱)

## بحثِ ثانی: مرتد کے اموال کی قسمیں مع احکام:

جب مرتد حالتِ ارتداد میں مرجائے یا اس کو قتل کر دیا جائے، یا وہ دارالحرب چلا جائے اور قاضی اس کے لحوقِ دارالحرب کا فیصلہ کر دے، تو اب مرتد کے اموال کی کل تین صورتیں ہوں گی:

### صورتِ اولیٰ:

وہ مال جو مرتد نے حالتِ اسلام میں کمایا ہوگا۔

حکم: حالتِ اسلام میں کمائے ہوئے مال کو بالاجماع مرتد کے مسلمان ورثاء کے مابین تقسیم کر دیا جائے گا۔

**نوٹ:** بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ مرتد کے کمائے ہوئے مال سے اولاً اس کے دیون ادا کئے جائیں گے، اور اس میں بھی دیونِ اسلام کو مقدم کیا جائے گا، پھر دیونِ ارتداد کو ادا کیا جائے گا، پھر ادائیگیِ دیون کے بعد باقی مال میں وارثت جاری ہوگی، پس وہ مال جو مرتد نے حالتِ اسلام میں کمایا ہے وہ اس کے مسلمان ورثاء کے مابین تقسیم کر دیا جائے گا، اور وہ مال جس کو اس نے حالتِ ارتداد میں کمایا تھا، اس کو بیت المال میں رکھ دیا جائے گا۔ (۱)

(۱) قال في شرح الوجيز وذلك بعد قضاء كل حالة من كسبها يعني يقضى أولاً الديون التي لحقته في حال الإسلام مما اكتسبه في حال الإسلام، وديونه التي لحقته في حال الردة مما اكتسبه في الإرتداد فما بقي بعد قضاء الديون يجري فيه الإرث، فما هو مما اكتسبه في حال إسلامه فهو لورثته المسلمين والذي مما اكتسبه في حال رده يوضع في بيت المال.

(حاشیہ شریفیہ: رقم ۲/ص ۱۴۰)

## صورتِ ثانیہ:

وہ مال جو مرتد نے حالتِ ارتداد میں دارالحرب جانے سے پہلے کمایا ہو۔

حکم: اس مال کے حکم کے سلسلے میں امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کا اختلاف ہے۔

مذہبِ ابی حنیفہ: لحوقِ دارالحرب سے پہلے حالتِ ارتداد میں کمایا ہوا مال مالِ فنی شمار ہوگا اور اس کو بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔

دلیل: حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مرتد کی دونوں کمائی (حالتِ اسلام وارتداد) کے مابین فرق ہے، وہ اس طرح کہ مرتد کے موت کا حکم ردت کے وقت کی طرف منسوب ہوگا، کیوں کہ مرتد ارتداد ہی کے سبب سے ہلاک ہوا ہے، پس زمانہ اسلام میں کمائے ہوئے مال میں اس بات کا امکان ہے کہ اس کی نسبت قبل الردت ہو، کیوں کہ زمانہ اسلام کا کسب اس کی ملکیت میں مرتد ہونے سے پہلے تھا، اسی لیے توریث المسلم من المسلم ثابت ہوا، یعنی اس مال میں مرتد کے مسلمان ورثاء کی توریث ثابت ہوئی۔

برخلاف وہ مال جو مرتد نے حالتِ ارتداد میں کمایا تھا اس میں زمانہ اسلام کی طرف منسوب ہونے کا امکان نہیں ہے، کیوں کہ زمانہ ارتداد کا کسب زمانہ اسلام میں مرتد کی ملکیت میں نہیں تھا؛ پس اگر حالتِ ارتداد کے کسب میں مرتد کے مسلمان ورثاء کو وارث بنایا جائے گا تو توریث المسلم من الکافر لازم آئے گا جو حدیث ”لایرث المسلم الکافر“ کی رو سے جائز نہیں ہوگا۔ (۱)

(۱) ولأبي حنيفة الفرق بين كسبيه، بأن حكم موته يستند إلى وقت رده، لأنه صار هالكا بالردة =



مذہب صاحبین: حضرات صاحبین لحوق دار الحرب سے پہلے حالت ارتداد میں کمائے ہوئے میں بھی مرتد کے مسلمان ورثاء کو وراثت دلاتے ہیں۔

دلیل: ارتداد کے احکام میں سے یہ ہے کہ جب کوئی شخص مرتد ہو جائے تو اس پر دوبارہ اسلام پیش کیا جاتا ہے تاکہ دعوت اسلام بھی پہنچ جائے اور شبہ بھی دور ہو جائے، اس اعتبار سے مرتد کے ورثاء کے حق میں اس پر اسلام کے احکام جاری ہوں گے، پس دونوں کسب (حالت ارتداد و اسلام) مرتد کی ملک ہوئی اسی وجہ سے تو ان سے دیون ادا کیے جاتے ہیں؛ لہذا ان دونوں میں وراثت جاری ہوگی۔ (۱)

وجہ ترجیح: حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا قول رائج ہے، کیوں کہ فتاویٰ قاضی خان میں اس کو مقدم ذکر کیا گیا ہے (۲)، اور ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ رائج قول کو مقدم ذکر کرتے ہیں۔ (۳)

= فیمكن إستناد التورث فیما اکتسبه فی زمان اسلامه إلی قبیل ذالک الوقت، لانه کان موجوداً فی ملکہ ح فیکون تورثاً للمسلم من المسلم، ولا یمکن فیما اکتسبه فی حال ردتہ أن یسند تورثہ إلی زمان إسلامه، اذا لم یکن موجوداً فی ملکہ فی ذلک الزمان، فلو قضی بہ لورثتہ لکان تورثاً للمسلم من الکافر فلا یجوز. (الشریفة: ص ۱۴۰)

(۱) لأبی یوسف ومحمد ان المرتد یجبر علی ردہ إلی الإسلام، فیحکم علیہ فی حق ورثتہ بأحكامہ، فکلا الکسبیین ملک لہ، ولہذا تقضی منہما دیونہ مع الاختلاف فی کیفیة القضاء فکلاہما لورثتہ. (الشریفة: ص ۱۴۰)

(۲) یرث المسلم من المرتد ما اکتسبه فی حالة الإسلام عندنا، وما اکتسب فہ حالة الردۃ عند أبی حنیفہ ہو بمنزلۃ الفیء یوضع ذلک فی بیت المال، وقال صاحبہا یكون ذلک میراثاً لورثۃ المسلمین. (فتاویٰ قاضی: خان ۴/۴، باب الردۃ وأحكام أهلہا)

(۳) وسابق الأقوال فی الخانیة أي إن أول الأقوال الواقعة فی فتاویٰ قاضی خان لہ مزیة علی =

سوال: قولِ امام کے مفتی بہ قول کے مطابق تو مرتد کے لحوقِ دار الحرب سے پہلے حالتِ ارتداد میں کمائی ہوئے مال کو بیت المال میں رکھنے کا حکم ہے لیکن فی زمانہ نڈایا تو بیت المال ہی نہیں ہے یا اگر ہے تو مال کے خرد برد ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے، ایسے حالات میں کیا حکم ہوگا؟

جواب: بیت المال کے نہ ہونے کی صورت میں یہ مال معتبر دینی مدارس کے سپرد کر دیا جائے، کیوں کہ اسلامی بیت المال موجود نہ ہونے کی صورت میں یہ مدارس اس کے قائم مقام قرار دیئے جاتے ہیں، اس لیے کہ ان اداروں میں بھی مسلمانوں کے اموال کو نادر غریب طلبہ پر صرف کرنے کا انتظام ہوتا ہے۔ (۱)

صورتِ ثالثہ: وہ مال جو مرتد نے حالتِ ارتداد میں دار الحرب جانے کے بعد کمایا ہو۔

حکم: دار الحرب میں لحوق کے بعد حاصل کردہ مال بالاجماع مالِ فی کے حکم میں ہے کیوں کہ وہ حربیوں سے کمایا ہوا مال ہے، اور مسلمان حربیوں کا وارث نہیں ہوتا ہے۔ (۲)

---

= غیرہ فی الرجحان، لانه قال فی أول الفتاوی و فیما کثرت فیہ الأقاویل من المتأخرین، اختصرت علی قول أو قولین، وقدمت ما هو الأظهر، وافتتحت بما هو الأشهر، إجابة للطالبین ونیسراً علی الراغبین. (رسم المفتی: ص ۱۵۵)

(۱) کتاب النوازل: ۱۷۵/۱۸

(۲) وما اکتسبه بعد اللھوق بدار الحرب فهو فی بالإجماع، لأنه اکتسبه وهو من أهل الحرب والمسلم لا يرث من الحربی. (الشریفیة: ص ۱۴۰)

---

## مالِ فنی کی تعریف:

وہ مال ہے جو کافروں سے بغیر قتال کے حاصل ہوا ہو، جیسے خراج اور جزیہ وغیرہ۔ (۱)

## بحثِ ثالث: مرتد عورت کی وراثت کا حکم:

مرتدہ عورت کی پوری کمائی اس کے مسلمان ورثاء کو دیدی جائیگی خواہ اس نے وہ مال حالت اسلام میں کمایا ہو یا حالت ارتداد میں کمایا ہو؛ البتہ وہ مال جو دارالحرب جانے کے بعد کمایا ہو وہ مسلمان وارثین کو نہیں ملے گا کیوں کہ وہ عورت کافر حربی کے حکم میں ہو جائے گی، اور مسلمان کافروں کا وارث نہیں ہوتا ہے، اس مسئلہ میں ہمارے علمائے احناف متفق ہیں۔

## بحثِ رابع: کسب مرتد و مرتدہ کی دوسری صورت میں فرق کی وجہ:

قول امام کے مطابق قبل لحوق دارالحرب حالت ارتداد میں کمایا ہو مال اگر مرتد کا ہے تو وہ مالِ فنی کے حکم میں ہے جس میں وراثت جاری نہیں ہوگی لیکن اگر مرتدہ کا ہے تو اس میں وراثت جاری ہوگی، تو اس فرق کی وجہ کیا ہے؟

کسبِ مرتدہ میں وراثت جاری ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عورت کو ارتداد کی وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا بل کہ اس کو قید رکھا جائے گا جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائے یا مرنے جائے اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ نیز ارتداد کے سلسلہ میں اصل قانون اور ضابطہ یہ ہے کہ عقوبت اور سزا کو دارالجزاء (قیامت) تک

(۱) الفیء هو المال الماخوذ من الکفار بغیر قتال کالخراج والجزیة. (التعریفات الفقہیة: ص ۱۶۸)

مؤخر کیا جائے، کیوں کہ ارتداد حقوق اللہ میں جنایت ہے پس اس کی سزا بھی قیامت تک مؤخر ہوگی، لیکن مردوں میں اس ضابطہ سے عدول کیا گیا، کیوں کہ مرتد آدمی کے حق میں تاخیر کی صورت میں شرکی توقع ہے، اور عورت میں ایسا نہیں ہے؛ پس جب عورت کے ارتداد کی وجہ سے اس کی جان کی عصمت ختم نہیں ہوئی، تو اس کے مال کی بھی عصمت ختم نہیں ہوگی؛ کیوں کہ مال جان کے تابع ہوتا ہے، اور عورت ارتداد کے باوجود اپنے مال کی مالک رہے گی، اسی لیے اس کی دونوں کمائی (حالت اسلام وارتداد) میں وراثت جاری ہوگی۔

برخلاف مرتد مرد، کہ اس کا ارتداد نہ تو نفس کی عصمت کو برقرار رکھ سکا اور نہ ہی مال کی عصمت کو، کیوں کہ ارتداد کی وجہ سے اس کو قتل کیا جائے گا، اس طرح وہ مال کا مالک بھی نہیں ہوگا، اسی لیے اس کے مال میں وراثت بھی جاری نہیں ہوگی۔ (۱)

بحثِ خامس: مرتد میں اہلیتِ ارث ہے یا نہیں؟:

مرتد شخص بالاجماع کسی کا وارث نہیں بن سکتا، نہ کافر کا نہ مسلمان کا اور نہ اپنی طرح کسی مرتد کا، کیوں کہ اس نے ارتداد اختیار کر کے ایک گناہ کا ارتکاب کیا ہے اور

---

(۱) وذالک لان المرتدة لا تقتل عندنا، بل تحبس حتى تسلم أو تموت، لأنه صلى الله عليه وسلم نهى عن قتل النساء، الأصل تأخير العقوبة إلى دار الجزاء، وإنما عدل عنه في الرجل لدفع شر تأخير يتوقع منه وهو الحرب، بخلاف المرأة وإذا لم تزل بارتدادها عصمة نفسها لم تزل عصمة مالها، فلكل واحد من الكسبين ملكها فهو لورثتها. (الشریفة: ص ۱۲۰)

وعند الحنفية لا يزول ملك المرتدة الأنثى عن أموالها بلا خلاف عندهم فتجوز تصرفاتها لأنها لا تقتل فلم تكن ردتها سببا لزوال ملكها عن أموالها. (الموسوعة الفقهية: ۱۹۷/۲۲)

وراثت ایک شرعی صلہ ہے اور گنہگار کو صلہ اور نعمت نہیں ملتی۔ (۱)

نیز مرتد کا کوئی مذہب ہی نہیں ہے کیوں کہ جو مذہب اس نے اختیار کیا ہے اس پر اس کو برقرار نہیں رکھا جائے گا یا تو اس کو اسلام پر مجبور کیا جائے گا یا تو قتل کر دیا جائے گا، اور میراث کے لیے کسی بھی مذہب پر ہونا ضروری ہے، اسی وجہ سے مذہب کے مختلف ہونے کی وجہ سے آپس میں وراثت جاری نہیں ہوگی، اور اس مسئلے کی نظیر مرتد کے نکاح کا مسئلہ ہے کہ وہ کسی سے نکاح نہیں کر سکتا، نہ مرتدہ سے نہ مسلمہ سے اور نہ کافرہ سے؛ کیوں کہ اس میں ملت و مذہب کا ہونا ضروری ہے اور مرتد کا کوئی مذہب نہیں ہے۔ (۲)

بحیثِ سادس: مرتد سے متعلق سات اہم فائدے:

فائدہ اولیٰ: مالِ مرتد میں اس کے مسلمان ورثاء کے وارث ہونے پر ایک وہم کا ازالہ:  
حدیث ”لا یرث المسلم الکافر“ کے رؤ سے آپ نے مسلمان کو کافر کا  
وارث قرار نہیں دیا، تو مرتد بھی تو کافر ہے، پھر مرتد کے اموال میں اس کے مسلمان ورثاء کو  
وراثت کیوں دی جاتی ہے۔

(١) وأما المرتد فلا يرث من أحد لامن مسلم ولا من مرتد مثله، لأنه جان يارتداده فلا يستحق الصلة الشرعية التي هي الإرث بل يحرم عقوبة كما تقاتل بغير حق.

(الشريفة: ص ١٢١، الموسوعة الفقهية: ١٩٩/٢٢)

(٢) وأيضاً المرتد لا ملة له لأن ما انتقل إليه لا يقر عليه، وتعتبر في الميراث الملة، وهو نظير الحكم في نكاحه فليس أن يتزوج مسلمة ولا كافرة أصلية ولا مرتدة، لأن النكاح يعتمد الملة ولا ملة له. وكذلك المرتدة لا ترث من أحد، لأنها ليست ذات ملة.

(الشريفة: ص ١٢١، الموسوعة الفقهية: ١٩٩/٢٢)

جناب والا کافر اور مرتد میں فرق ہے، کافر شروع ہی سے علتِ کفر میں مبتلا ہے، جب کہ مرتد پر علتِ کفر بعد الاسلام طاری ہوئی ہے، اسی لیے کسبِ مرتد کو جہاں زمانہ اسلام کی کمائی پر محمول کرنا ممکن ہوا، اور وہاں تو ریثت جاری کی گئی، جیسے صورتِ اولیٰ میں گزرا کہ جو مال مرتد نے زمانہ اسلام میں کمایا ہے اس میں بالاجماع وراثت جاری ہوگی، اور جہاں زمانہ اسلام کی کمائی پر محمول کرنا ممکن نہیں ہوا، وہاں وراثت جاری نہیں کی گئی۔ جیسے صورتِ ثالثہ میں گزرا، کہ جو مال مرتد نے بعد لحوق دار الحرب حالتِ ارتداد میں کمایا ہے اس میں بالاجماع وراثت جاری نہیں ہوگی، برخلاف کافر، وہ تو شروع ہی سے کافر ہے، اس پر صفت اسلام گزرا ہی نہیں ہے کہ ہم کسبِ کافر کو زمانہ اسلام کے کسب پر محمول کر کے اس میں وراثت جاری کر سکیں، اسی لیے مسلمان کافر کا مطلقاً وارث نہیں ہوتا ہے۔ (مؤلف)

فائدہ ثانیہ: مرتدہ کے مال میں اس کے مسلمان شوہر کے وراثت کا حکم:

مرتدہ کے اموال میں اسکے سارے مسلمان ورثا کو وراثت ملے گی، لیکن اس کے مسلمان شوہر کو وراثت نہیں ملے گی، کیوں کہ وہ عورت نفس ردت سے ہی اپنے شوہر سے بانٹہ ہو گئی تھی، اور ابھی اس کے لیے حکماً موت کا فیصلہ بھی نہیں کیا گیا ہے، اور بینونت کی وجہ سے رشتہ نکاح کے ختم ہونے کی وجہ سے سببِ میراث باقی نہ رہا اسی لیے مسلمان شوہر وارث نہیں ہوگا (۱)، لیکن اگر مرتد کا انتقال ہوا، اور اس کی بیوی مسلمان ہو، اور مرتد کا انتقال

(۱) لا میراث منها (المرتدة) لزوجها لأنها بنفس الردة قد بانت منه. (الشریفة: ص ۱۴۱)

الحاصل أن زوجة المرتد تراث منه مطلقاً وزوج المرتدة لا يرثها. (رد المحتار: ص ۶، ۳۹۳)

زمانہ عدت میں ہو تو مسلمان بیوی وارث ہوگی۔ (۱)

**فائدہ ثالثہ: وارثین مرتد کے وارث ہونے کی شرط:**

مرتد کے مسلمان ورثاء کے ہونے کے لیے قولِ صحیح یہ کہ وہ مرتد کے موت کے وقت یا مرتد کو قتل کئے جانے کے وقت یا اس کے دار الحرب لاحق ہو جانے کے وقت موجود ہوں، اور وارث ہونے کی اہلیت بھی رکھتے ہوں، خواہ یہ اہلیت ارث ارتداد کے وقت سے ہی موجود ہو، یا بعد میں پیدا ہوئی ہو، جیسے مرتد کا بیٹا کافر ہو، اور مرتد کی موت سے پہلے مسلمان ہو گیا ہو تو وہ بھی وارث ہوگا؛ اسی طرح اگر ارتداد کے بعد علق حادث سے مرتد کا بچہ پیدا ہو گیا، تو وہ بچہ بھی وارث ہوگا۔ (۲)

**فائدہ رابعہ: کافروں کا باہم ایک دوسرے کے وارث ہونے کا حکم:**

کفر چوں کہ ملتِ واحدہ ہے، اس لیے کافر ایک دوسرے کے وارث ہوں گے، اگرچہ ان میں مختلف فرقے ہوتے ہیں، مثلاً: مجوسی، نصرانی، یہودی، پارسی وغیرہ، لیکن وہ ایک ایسی جہت میں جمع ہو جاتے ہیں جو ان سب میں مشترک ہے، اور وہ جہت حق کو جھٹلانا اور اس کا انکار کرنا ہے؛ برخلاف مسلم اور کافر کہ ان دونوں میں تضاد ہے کیوں کہ وہ جہت

(۱) ترث زوجته من ذالک إذا كانت مسلمة ومات المرتد وهي في العدة.

(الفتاویٰ الہندیہ: ۶ / ۴۵۵)

(۲) قال الشامي إن المعتبر وجود الوارث عند الموت أو القتل أو الحكم باللعن، وهو رواية محمد عن الإمام وهو الأصح، فعلى الأصح لو كان له ولد كافر أو عبد يوم الردة فعتق أو أسلم بعدها قبل أحد الثلاثة ورثه، وكذا لو ولد من علق حادث بعدها إذا كان مسلماً تبعاً لأمه بأن علق من أمة مسلمة. (رد المحتار: ۶ / ۳۹۲، کتاب الجہاد، باب المرتد)

واحدہ کے تحت جمع نہیں ہوتے ہیں، اسی لیے مسلم کافر کا وارث نہیں ہوتا ہے۔ (۱)

فائدہ خامسہ: کافروں کے باہم وارث ہونے پر ایک سوال اور اس کا جواب:

سوال: ہمیں غیر مذہب والوں کی توریث سے کیا لینا ہے وہ ایک دوسرے کے

وارث ہوں یا نہ ہوں؟ یہ اسلامی مسئلہ تو نہیں ہے، پھر مصنفؒ نے اس کو کیوں بیان کیا؟

جواب: غیر مذہب کے لوگ بھی اسلامی مملکت کے شہری ہوتے ہیں اور وارث و

موثر میں سے ایک اسلامی ملک کا شہری ہو اور دوسرا دار الکفر کا شہری ہو ایسا بھی ہوتا ہے،

پس انتظام کی حیثیت سے اسلامی حکومت کو یہ مسئلہ درپیش آ سکتا ہے، اس لیے اس مسئلہ

سے بحث ضروری ہوئی، اسی غرض کے پیش نظر مصنفؒ نے اس کا تذکرہ کیا۔ (۲)

فائدہ سادسہ: مرتد کے تائب ہونے کی صورت میں اس کے تقسیم شدہ مال کا حکم:

مرتد دار الاسلام سے دار الحرب چلا جائے پھر مسلمان ہو کر دار الاسلام آجائے تو

اس کے مال کا حکم کیا ہوگا؟

(۱) عن عبد الله بن عمر وقال، قال رسول الله لا يوارث أهل ملتين شياً، ومعناه أن المسلم

لا يرث الكافر، والكافر لا يرث المسلم، وأما الكفار فهم يتوارثون بينهم، لأن الكفر ملة واحدة،

قال الله تعالى: "والذين كفروا بعضهم أولياء بعض" ولأنهم وإن كانوا فرقا كثيرة إلا أنهم

يجمعهم جهة جامعة وهو تكذيب الحق وإنكاره، بخلاف المسلمين والكافرين، فإنهم متباينون

لا يجمعهم جهة جامعة. (إعلاء السنن: ۱۸/۳۶۷، مرقاة المفاتيح: ۲۰۹/۶)

(۲) تحفة الألمعي: ۴۴۶/۵



تو جواباً عرض ہے کہ اس کا وہ مال جو اس کے ورثاء کو دیا گیا تھا اگر وہ ورثاء کے پاس موجود ہو تو اسے دیدیا جائے گا کیوں کہ جب وہ مسلمان ہو کر دوبارہ دارالاسلام آیا تو ورثاء کی نیابت ختم ہو گئی اور مرتدان ورثاء سے زیادہ اپنے مال کا محتاج ہوا؛ اسی لیے وہ اپنے مال کا مالک ہوگا، اور اگر ورثاء نے اس مال کو خرچ کر دیا تھا تو وارث پر بدل دینا لازم نہیں ہوگا؛ کیوں کہ وارث تو اس مال میں مرتد کا نائب ہے جس میں مرتد کے عدم موجودگی اور اس کے اس مال کی ضرورت کے نہ ہونے کے پیش نظر وارث کا تصرف کرنا جائز تھا، اسی لیے خرچ کرنے کی صورت میں بدل بھی لازم نہیں ہوگا۔ (۱)

فائدہ سابعہ: مرتد کے وارث ہونے کی ایک صورت:

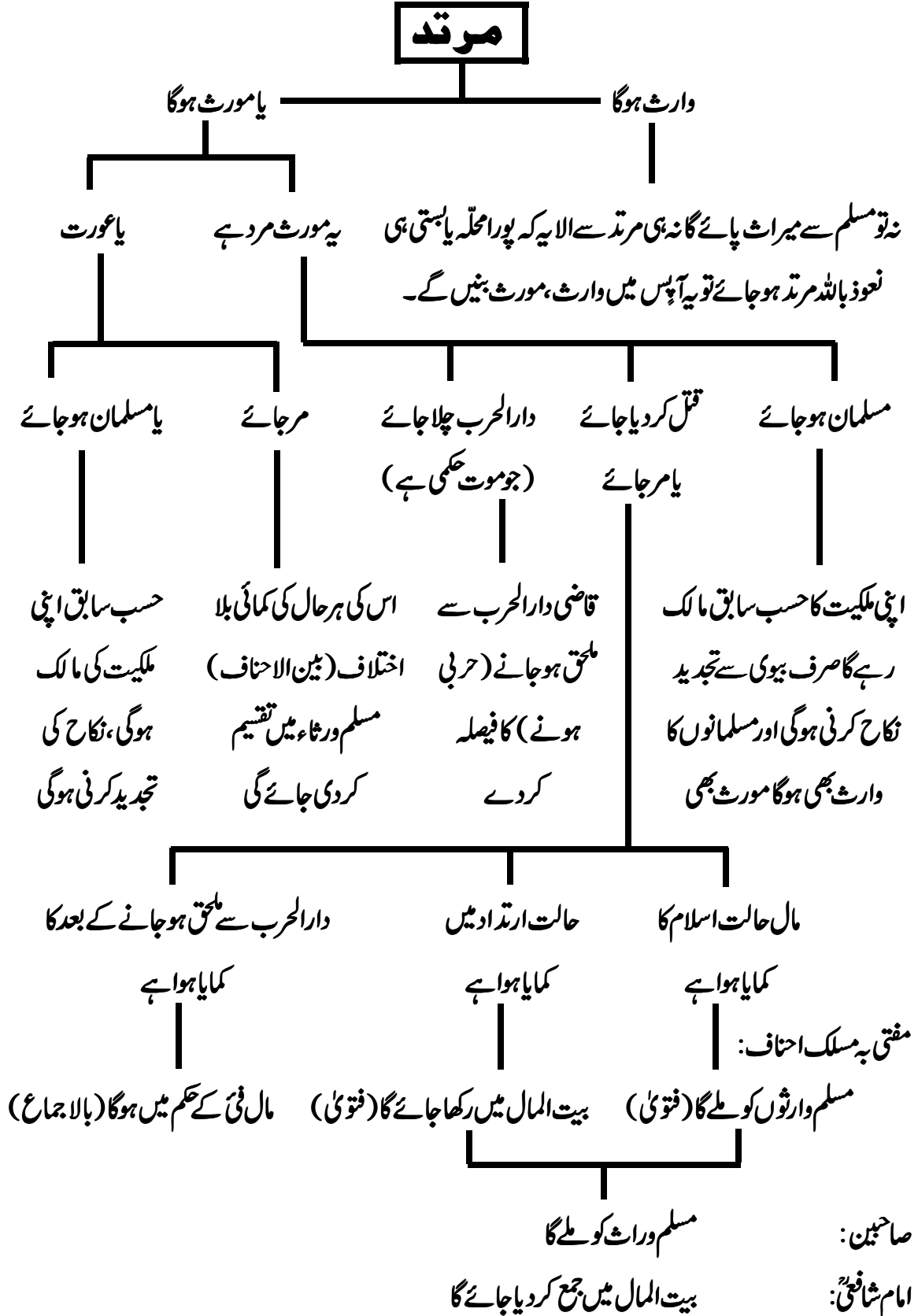
ایک شخص کے مورث کا انتقال ہوا، بوقت انتقال مورث اس کا وارث مسلمان تھا، پھر جائیداد کے تقسیم ہونے سے پہلے وہ مرتد ہو گیا، تو اب اس مرتد شخص کو وراثت ملے گی، کیوں کہ اس میں تحقق سبب (موت مورث) کے وقت اہلیت ارث موجود تھی۔ (۲)

---

(۱) وإن عاد مسلماً بعد الحکم بلحاقه فما وجدہ فی ید وارثه أخذہ وإلا لا، أي وإن لم یجدہ قائماً فی یدہ فلیس لہ أخذ بدله منه، لأن الوارث إنما یخلفہ فیہ لإستغنائه، وإذا عاد مسلماً یحتاج إلیہ فیقدم علیہ. (البحر الرائق ۵/۲۲۵، کتاب السیر، باب أحكام المرتدین)

(۲) لو أصاب المسلم ما لا أو ما یجب بہ القصاص أو حد القذف، ثم ارتد فهو ماخوذ بہ. (رد المحتار: ۶/۳۹۹، کتاب الجہاد، باب المرتد، البحر الرائق: ۵/۲۱۴، کتاب السیر، باب أحكام المرتدین، فتاویٰ قاضی خان: ۴/۴۷۳)

## بحث سابع: مرتد کا خلاصہ بصورت نقشہ



## قیدی کا بیان

فَصْلٌ فِي الْأَسِيرِ: حُكْمُ الْأَسِيرِ كَحُكْمِ سَائِرِ الْمُسْلِمِينَ فِي الْمِيرَاثِ، مَا لَمْ يُفَارِقْ دِينَهُ فَإِنْ فَارَقَ دِينَهُ فَحُكْمُهُ حُكْمُ الْمُرْتَدِّ، فَإِنْ لَمْ تَعْلَمْ رِدَّتَهُ وَلَا حَيَاتَهُ وَلَا مَوْتَهُ فَحُكْمُهُ حُكْمُ الْمَفْقُودِ.

ترجمہ: قیدی کا حکم میراث میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے، جب تک کہ وہ اپنے دین (اسلام) کو چھوڑ نہ دے، اور اگر وہ اپنے دین (اسلام) کو چھوڑ دے، تو اس کا حکم مرتد کا حکم ہوگا، اور اگر اس کا ارتداد اور اس کی حیات و موت معلوم نہ ہو سکے، تو اس کا حکم مفقود کا حکم ہوگا۔

توضیح و تشریح: یہاں چار بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) اسیر قیدی کی لغوی و شرعی تعریف (۲) اسیر کے احکام

(۳) طریقہ توریت اسیر (۴) اسیر کا خلاصہ بصورت نقشہ

بحث اول: اسیر (قیدی) کی لغوی و شرعی تعریف:

اسیر بروزن فعیل، مفعول کے معنی میں ہے، یعنی وہ شخص جس کو دشمن نے قید کر لیا ہو،

خواہ وہ قیدی مسلمان ہو، یا کافر لیکن یہاں مسلمان قیدی مراد ہے جو کفار کے قبضے میں ہو۔ (۱)

(۱) الأسير هو فعيل بمعنى مفعول وهو من أسره العدو مسلماً كان أو كافراً والمراد ههنا المسلم

الذي صار في أيدي الكفار. (حاشیہ سراجی: رقم ۵/ص ۹۶)

## بحثِ ثانی: اسیر کے احکام:

اگر کسی مسلمان کو جنگ میں کافر قید کر لیں، اور وہ اسلام کی حالت پر برقرار رہے، تو اس پر مسلمانوں ہی کے جیسے احکام جاری ہوں گے، یعنی اس کی وفات کے بعد مسلمان ورثہ اس کے وارث ہوں گے اور وہ اپنے رشتہ داروں کا وارث ہوگا۔ اور اگر وہ نعوذ باللہ اسلام سے پھر جائے تو اس پر مرتد کے احکام جاری ہوں گے جس کی تفصیل گذشتہ باب میں گذر چکی ہے۔

## بحثِ ثالث: طریقہ توریت اسیر:

قیدی کی توریت کا طریقہ بھی وہی ہے، جو خنثی اور حمل کی توریت کے باب میں گذرا قیدی کو ایک مرتبہ مردہ اور مرتد فرض کر کے مسئلہ بنائیں گے۔ اور دوسری مرتبہ اس کو زندہ اور مسلمان فرض کر کے مسئلہ بنائیں گے۔ مثلاً:

پہلا مسئلہ:  $۳ \times ۱۲ = ۳۶$  / دخل (۳) بتقدیر حیات و اسلام

|                        |                        |                         |                        |           |
|------------------------|------------------------|-------------------------|------------------------|-----------|
| زوج                    | ام                     | بنت                     | اخذ                    | اخ (اسیر) |
| ربع                    | سدس                    | نصف                     | عصب                    | ہ         |
| $\frac{۳ \times ۳}{۹}$ | $\frac{۳ \times ۲}{۶}$ | $\frac{۳ \times ۶}{۱۸}$ | $\frac{۳ \times ۱}{۳}$ | ۲         |

دوسرا مسئلہ: ۱۲

بتقدیر مہمات وارتداد

|                        |                        |                         |                        |           |
|------------------------|------------------------|-------------------------|------------------------|-----------|
| زوج                    | ام                     | بنت                     | اخت                    | اخ (اسیر) |
| ربع                    | سدس                    | نصف                     | عصبہ مع الغیر م        |           |
| $\frac{۳ \times ۳}{۹}$ | $\frac{۳ \times ۲}{۶}$ | $\frac{۳ \times ۶}{۱۸}$ | $\frac{۳ \times ۱}{۳}$ | x         |

منقح مسئلہ: ۳۶

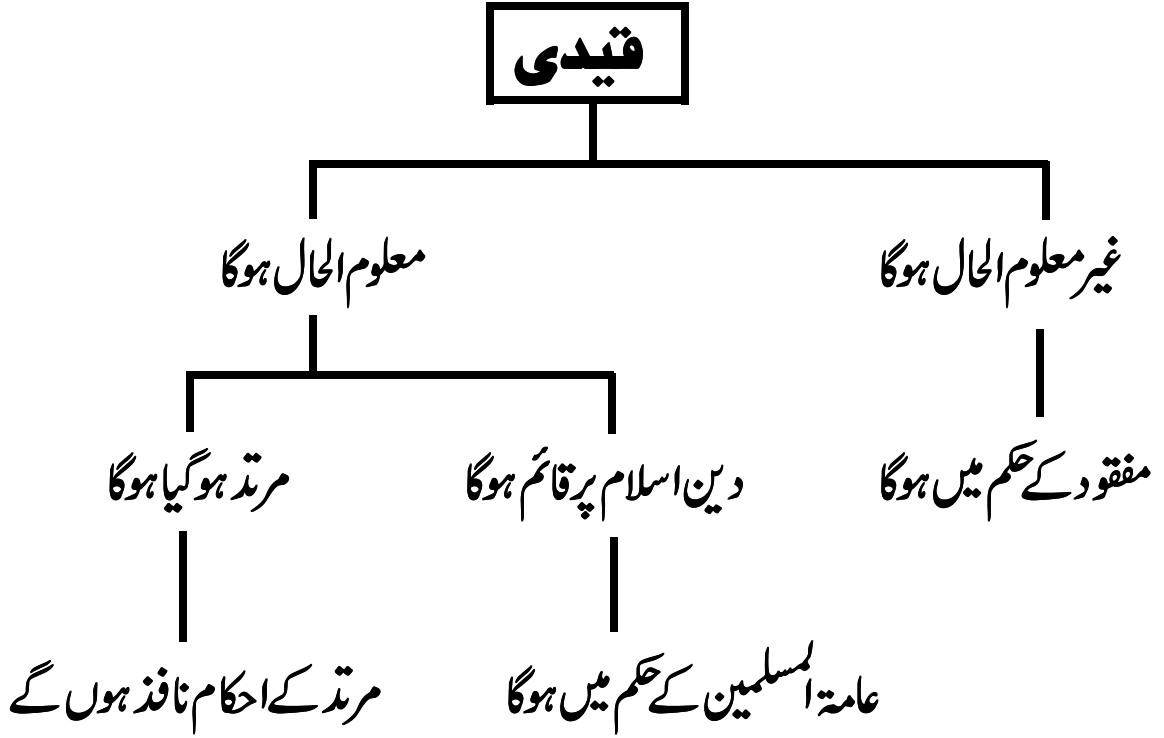
|     |    |     |     |
|-----|----|-----|-----|
| زوج | ام | بنت | اخت |
| ۹   | ۶  | ۱۸  | ۱   |
| x   | x  | x   | ۲   |

موقوفہ حصص

وضاحت:

۱۲/۱ اور ۳۶ میں تداخل ہے؛ پس ۳۶ کے دخل تین سے دوسرے مسئلے کے سہام کو ضرب دیا زوج، ام اور بنت کو دونوں مسئلوں میں مساوی حصے ملے ہیں، اس لیے وہ ان کو دے دیئے، اور موقوف کچھ نہیں رہا، البتہ بہن کو ایک دیا، اور دو حصے موقوف رکھے ہیں، پس اگر قیدی رہا ہو کر زندہ مسلمان واپس آیا تو وہ اپنے دو حصے لے لے گا، ورنہ وہ بھی بعد میں بہن کو مل جائیں گے۔

## بحث رابع: اسیر کا خلاصہ بصورت نقشہ



## حوادثات میں وارث و مورث کے ایک ساتھ مرنے پر توریث کا حکم

فَصُلِّ فِي الْغُرْقَى، وَالْحَرْقَى، وَالْهَدْمَى  
إِذَا مَاتَتْ جَمَاعَةٌ وَلَا يَدْرِي أَيُّهُمْ مَاتَ أَوَّلًا؟ جُعِلُوا كَأَنَّهُمْ  
مَاتُوا مَعًا، فَمَالُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ لَوَرَّثَتْهُ الْأَحْيَاءُ، وَلَا يَرِثُ بَعْضُ  
الْأَمْوَاتِ مِنْ بَعْضٍ هَذَا هُوَ الْمُخْتَارُ. وَقَالَ عَلِيُّ وَابْنُ مَسْعُودٍ يَرِثُ  
بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ إِلَّا فِي مَا وَرَثَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ مِنْ صَاحِبِهِ، وَاللَّهُ  
أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَإِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَأْبُ.

ترجمہ: جب پوری جماعت ایک ساتھ مرجائے، اور یہ معلوم نہ ہو سکے کہ ان میں سے کون پہلے مرا ہے، تو ان کو ایسا سمجھا جائے گا کہ گویا وہ سب ایک ساتھ مرے ہیں؛ لہذا ان میں سے ہر ایک کا مال اس کے زندہ ورثہ کو ملے گا اور بعض مردے بعض کے وارث نہیں ہوں گے یہی پسندیدہ مذہب ہے۔ اور حضرت علیؑ اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے ارشاد فرمایا کہ ان کے بعض بعض کے وارث ہوں گے؛ مگر اُس صورت میں جس میں ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کا وارث ہوتا ہو (تو ایک کو دوسرے کی وراثت نہیں ملے گی) اور اللہ تعالیٰ ہی درست بات کو خوب جانتے ہیں اور وہی مرجع ہیں اور انہی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔

توضیح و تشریح: یہاں چھ بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) غرقی، حرقی، ہدیٰ کا مفہوم (۲) (۳) غرقی، حرقی وغیرہ کی پانچ صورتیں مع احکام غرقی، حرقی وغیرہ کی توریث و عدم توریث کے سلسلے میں مذاہب مع دلائل (۴) کیا ڈی این اے (DNA) ٹیسٹ کے ذریعہ ایک ساتھ مرنے والوں کی موت کے تقدم و تاخر کو معلوم کیا جاسکتا ہے (۵) ایک ساتھ مرنے والوں کے زندہ وارثوں کے مابین طریقہ تقسیم۔

(۶) باب کا خلاصہ بصورت نقشہ

بحث اول: غرقی، حرقی، ہدیٰ کا مفہوم:

اگر چند رشتے دار ایک ساتھ کسی حادثے میں مر جائیں مثلاً کشتی ڈوب جائے یا آگ لگ جائے یا دیوار گر جائے وغیرہ، اور ان سب کی وفات ہو جائے اور کسی طرح یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کس کی وفات پہلے اور کس کی وفات بعد میں ہوئی ہے تو دوسرے زندہ ورثہ تو ان کے وارث ہوں گے، لیکن یہ لوگ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے یہی مختار مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

بحث ثانی: غرقی، حرقی وغیرہ کی پانچ صورتیں مع احکام:

صورت اولیٰ: اموات کی ترتیب معلوم ہو، یعنی یہ معلوم ہو کہ کون پہلے مرا اور کون بعد میں مرا، اور اس میں کسی قسم کا التباس نہ ہو۔

حکم: اس میں بعد میں مرنے والا پہلے مرنے والے کا وارث ہوگا۔ (۱)

(۱) اعلم أن أحوالهم خمسة، أحدها هذا، وهو ما إذا علم سبق موت أحدهما، ولم يلتبس فيرث

الثاني من الأول. (رد المحتار: ۱۰/۵۵۵)



صورتِ ثانیہ: یہ تو معلوم ہو کہ ایک پہلے مرا اور دوسرا بعد میں مرا لیکن پہلے مرنے والا کون ہے یہ معلوم نہیں ہے۔

صورتِ ثالثہ: دونوں میتوں کا ایک ساتھ مرنا معلوم ہو۔

صورتِ رابعہ: کچھ بھی علم نہ ہو کی کون پہلے مرا اور کون بعد میں۔

حکم: ان تینوں کا حکم یہ ہے کہ یہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔ (۱)

صورتِ خامسہ: دونوں میں سے ایک کی موت کے سلسلے میں بالتعین یہ بات معلوم تھی کہ یہ پہلے مرا لیکن بعد میں اشتباہ و شک ہو گیا۔

حکم: دونوں کو ایک ساتھ مرنے والا قرار دیا جائے گا، لہذا وہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔ (۲)

بحثِ ثالث: غرقی، حرقی وغیرہ کی توریث و عدمِ توریث کے سلسلے میں مذاہب مع دلائل:

مذہب اول: حضرت علی اور عبد اللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ: بعض اموات

(۱) ثانیہا: أن يعرف التلاحق ولا يعرف عين السائق ثالثها: أن يعرف وقوع الميتين معا رابعها أن لا يعرف شئ ففی هذه الثلاثة لا يرث أحدهما من الآخر شيئا (رد المحتار ۱۰/۵۵۵)

(۲) خامسها أن يعرف موت أحدهما أولاً بعينه ثم أشكل أمره بعد ذلك، قال في المبسوط و كذا إذا علم أن أحدهما مات أولاً، و لا يدري أيهما هو لتحقيق التعارض بينهما، فيجعل كأنهما مات معاً و قال في المحيط فيجعل كأنهما مات معاً، و كذا لك لو تقدم موت أحدهما إلا أنه لا يدري المتقدم من المتأخر، لأن سبب الإرث ثابت للمتأخر منهما، لكن المستحق مجهول، فتعذر الإثبات لأحدهما. (رد المحتار: ۱۰/۵۵۶)

بعض دیگر اموات سے جو مجتمعاً مر گئے ہیں جانب واحد سے وارث لے سکتے ہیں، مثلاً زید عمر دونوں اکٹھے مر گئے تو زید کو عمر سے جو مل گیا بعینہ وہ عمر نہیں لے گا، کیوں کہ یہ اپنے ہی مال کا وارث سمجھا جائے گا، اور ایک شخص کا وارث مورث بننا محال ہے۔

دلیل: ایک دوسرے سے استحقاق ارث کا سبب مورث کے مرنے کے بعد وارث کی حیات ہے، اور وارث کی حیات کا علم یقینی ہے، پس اس سے تمسک بھی واجب ہوا، اور حرمان کا سبب مورث سے پہلے وارث کی موت ہے جو کہ مشکوک ہے پس شک کی وجہ سے حرمان ثابت نہیں ہوگا۔

معلوم ہوا کہ توریث کا حکم جانب واحد میں تو ممکن ہے، کیوں کہ سبب ارث (وارث کا زندہ) یقینی طور پر معلوم ہے، لیکن جانبین سے توریث کے حکم کا جاری ہونا ممکن نہیں ہے کیوں کہ دوسرے کو (جس کو ہم نے پہلے مرنے والا مان کر اس کے ساتھ مرنے والے کو وارث بنایا ہے) اگر وراثت دی جائے گی تو اس کو بعد میں مرنے والا ماننا پڑے گا، اور ہم ایک صورت میں اس کو پہلے مرنے والا مان چکے ہیں تو تعارض لازم آئے گا اس لیے یہ توریث کا معنی جانب واحد میں تو ممکن ہونے کی وجہ سے جاری ہوگا، لیکن جانبین میں ممکن نہ ہونے کی وجہ سے جاری نہیں ہوگا۔ (۱)

(۱) وروی عن علي و ابن مسعود في رواية أخرى أن بعضهم يرث من بعض إلا فيما ورث كل واحد منهم من صاحبه، لأن سبب استحقاق كل واحد منهم ميراث صاحبه معلوم وهو حياته، وسبب الحرمان مشكوك فيه فيجب التمسك بحياته، حتى يأتي بيقين آخر، وسبب الحرمان موته قبل موت صاحبه، وذاك مشكوك فيه، فلا يثبت الحرمان بالشك، إلا فيما ورث كل واحد منهما من صاحبه لأجل الضرورة، لأنه إذا اعطينا أحدهما ميراث صاحبه فقد حكمنا =

مذہب ثانی مع دلیل: حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور جمہور علما فرماتے ہیں کہ ایک ساتھ مرنے والوں میں جب کہ تقدم و تاخر کا علم نہ ہو، ایک دوسرے کی وراثت میں استحقاق کا سبب یقینی طور پر معلوم نہیں ہے، اور جب سبب کا یقین نہیں تو استحقاق کا بھی یقین نہیں ہوگا؛ کیوں کہ شک کے ساتھ استحقاق کا تصور ہی نہیں ہے۔ (۱)

بحثِ رابع: کیا ڈی این اے (DNA) ٹیسٹ کے ذریعہ ایک ساتھ

مرنے والوں کی موت کے تقدم و تاخر کو معلوم کیا جاسکتا ہے؟

سوال: بسا اوقات ایک ہی خاندان کے بہت سے افراد فساد و حوادث میں لقمہ اجل بن جاتے ہیں ایسی صورت میں کون پہلے مرا، اور کون بعد میں، اس کی خبر نہیں ہو پاتی، تو کیا جدید آلات (جسے ڈی این اے ٹسٹ کہتے ہیں) کا سہارا لے کر اس مشکل کو حل کیا جاسکتا ہے، یعنی تقسیم میراث و مناسخ اور حرقی، غرقی میں اس کا اعتبار ہو گیا یا نہیں؟

= بحیثیہ فیما ورث من صاحبہ، و من ضرورۃ الحکم بموت صاحبہ قبلہ، و لکن الثابت بالضرورة لا یعدو موضع الضرورة، و قد تحققت الضرورة فیما ورث کل منہما من صاحبہ و فیما سوی ذلک یتمسک بالأصل، و ذالک عملاً بالقاعدة الفقہیة إن الیقین لا یزول بالشک وھی أصل لأحكام كثيرة. (الموسوعة الفقهية: ۷۰/۳)

(۱) قال السرخي اتفق أبو بكر الصديق و عمر بن الخطاب و زيد بن ثابت رضي الله عنهم في الحرقی و الحرقی، إذا لم يعلم أيهم مات أولاً، أنه لا يرث بعضهم من بعض، و وجه قول المانعین من الميراث أن سبب إستحقاق كل منہما ميراث صاحبہ غير معلوم یقیناً، و الإستحقاق یبني علی السبب فما لم ییقن السبب لا یثبت الإستحقاق، و فی الفقہ أصل کبیر أن الإستحقاق لا یثبت بالشک. (الموسوعة الفقهية: ۷۰/۳)

جواب: صورت مذکورہ میں نہ صرف آلات جدیدہ ڈی این اے ٹسٹ کے ذریعہ اس بات کا پتہ لگانا کہ کون پہلے مرا اور کون بعد میں جائز ہے (۱) بل کہ اس کا تقسیم میراث و مناسخہ میں بھی اعتبار ہوگا۔ (۲)

بحثِ خامس: ایک ساتھ مرنے والوں کے زندہ وارثوں کے مابین طریقہ تقسیم: ہر مرنے والے کا الگ مسئلہ بنا کر اس کے وارثین کے مابین تقسیم کیا جائے گا، مثلاً: باپ اور بیٹے کا ایک ساتھ انتقال ہو گیا اور ان میں سے ہر ایک کی صرف ایک بنت

(۱) رابعاً: المقارنة بين ما أباحه علماء الإسلام من ذلك بدافع الضرورة وتحقيق المصلحة، وما يجريه الأطباء، على جثث الأموات لمصالح طيبة أو مصالح عامة كإثبات الحقوق، وحفظ الأمن وتحقيق السلام والإطمینان، ثم بيان ما يترتب على ذلك من منع التشريع أو إباحته. (جامع الفتاوى الطبية والأحكام المتعلقة بها: ص ۴۱۵) --- ما حكم الشرع في التشريع جثة الميت؟ الجواب: لم يرد في النصوص الشريعة ما يعطينا حكماً في التشريع جثة الميت ومن هنا كان اجتهاد الفقهاء والذي نراه في هذه المسئلة هو جواز ذلك، اذا كانت هناك مصلحة راجحة كالتشريع لغرض التحقيق من دعوى جنائية أو لغرض التحقق من أمراض وبائية، لتتخذ على ضوئه الاحتياطات الكفيلة بالوقاية منها. (فتاوى شرعية معاصرة: ص ۵۳۱، فقه النوازل: ۲/۲۰۶)

(۲) لا توارث بين الغرقى والحرقى الا اذا علم ترتيب الموتى فيرث المتأخر. (تنوير الأبصار مع الدر المختار ۱۰/۴۵۶) --- ولا توارث بين الغرقى والحرقى إلا إذا علم ترتيب الموتى أي مات جماعة في الغرق أو الحرق ولا يدرى أيهم مات أو لا جعلوا كأنهم ماتوا جميعاً فيكون مال كل واحد منهم لو ارثته ولا يرث بعضهم بعضاً إلا إذا عرف ترتيب موتهم فيرث المتأخر من المتقدم لأن الإرث بينى على اليقين بسبب الاستحقاق ۳۹۵/۹.

(نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ۲۰۶)

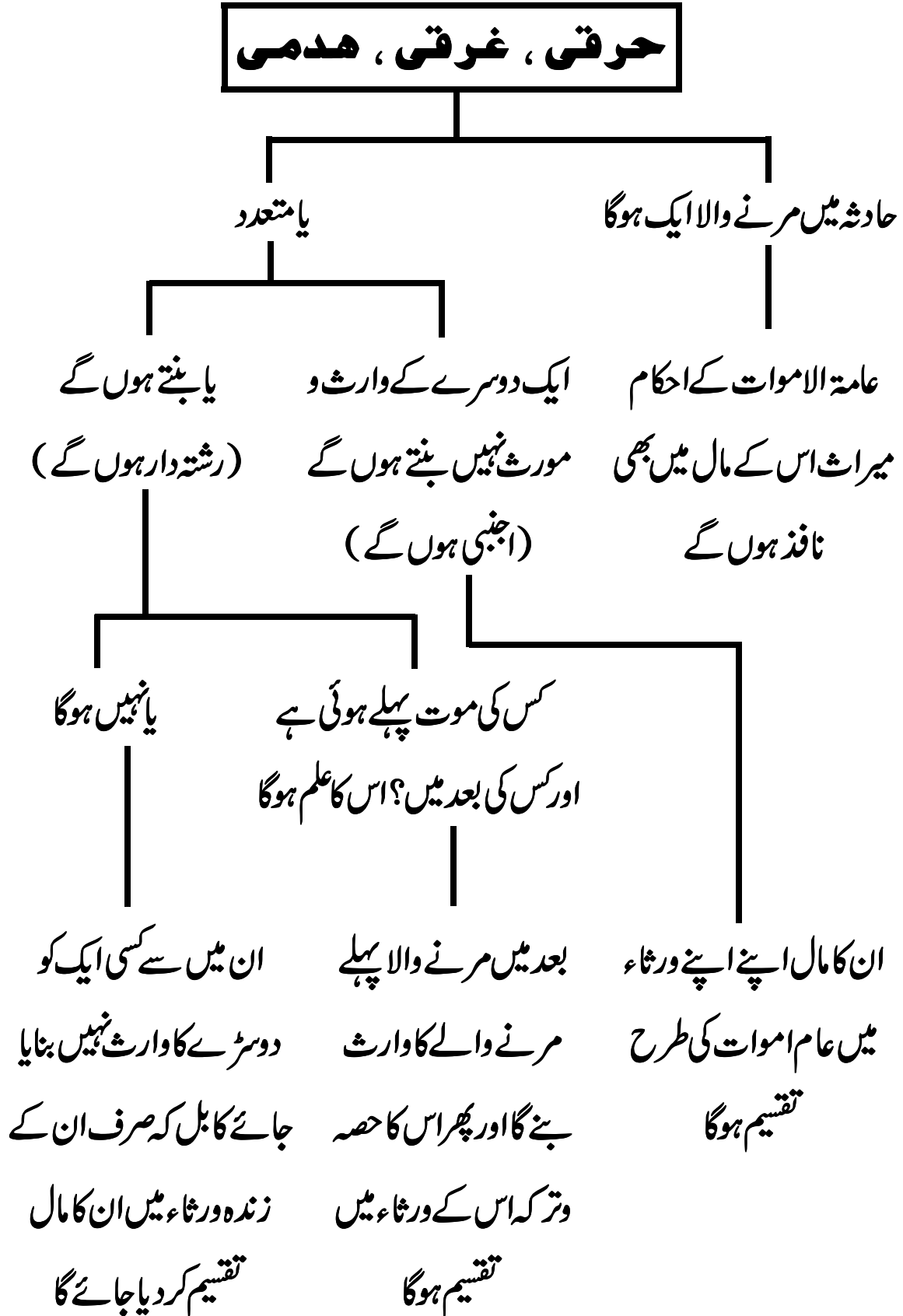
وارث ہے، تو اس صورت میں نہ تو باپ بیٹے کا وارث ہوگا اور نہ ہی بیٹا باپ کا وارث ہوگا، لیکن اب کے لئے وارث اس کی بنت، اور بنت الابن ہوگی، اور ابن کے لیے اس کی وارث اخت اور بنت ہوگی، کیوں کہ ابن کی بیٹی اب کی پوتی ہوئی اور ابن کی بیٹی ابن کی بہن ہوئی۔ مثلاً:

| مسئلہ: ۶/۴ (مورث اب) | وضاحت: باپ کے کل ترکے کے چار حصے کئے جائیں گے، ان میں سے بیٹی سمیہ کو تین حصے، اور پوتی رقیہ کو ایک حصہ دیا جائے گا۔ |
|----------------------|--|
| بنت (سمیہ)           | بنت الابن (رقیہ)   |
| نصف                  | سدس  |
| ۳                    | ۱  |

| مسئلہ: ۲ مورث ابن | وضاحت: ابن کے کل ترکے کے ۲ حصے کئے جائیں گے، ان میں سے بہن سمیہ کو ایک حصہ اور بیٹی رقیہ کو ایک حصہ دیا جائے گا۔ |
|-------------------|--|
| اخت (سمیہ)        | بنت (رقیہ)   |
| مع الغیر          | نصف  |
| ۱                 | ۱  |

**نوٹ:** سمیہ کو باپ کے ترکہ میں سے تین چوتھائی، اور بھائی کے ترکہ میں سے آدھا حصہ ملے گا، اور رقیہ کو اپنے باپ کے ترکہ میں سے آدھا اور دادا کے ترکہ میں سے ایک چوتھائی حصہ ملے گا۔ (مؤلف)

## بحث سادس: باب کا خلاصہ بصورتِ نقشہ:



## مصادر و مراجع

(کتاب تفاسیر)

| رقم                         | اسماء کتب      | اسماء مصنفین                                   | مکتبہ                            |
|-----------------------------|----------------|--|----------------------------------|
| ۱                           | التفسیر الکبیر | امام فخر الدین رازی شافعی                      | علوم اسلامیہ اردو بازار<br>لاہور |
| ۲                           | احکام القرآن   | امام ابو بکر بن علی رازی<br>بصا                | مکتبہ شیخ الہند دیوبند           |
| ۳                           | جلالین         | علامہ جلال الدین محمد بن محمد                  | یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند      |
| ۴                           | معارف القرآن   | مفتی شفیع عثمانی                               | فرید بک ڈپو دہلی                 |
| (کتاب احادیث و شروح احادیث) |                |  |                                  |
| ۵                           | الصحيح للبخاری | امام ابو ابو عبد اللہ محمد<br>بن اسماعیل بخاری | مکتبہ بلال دیوبند                |
| ۶                           | الصحيح لمسلم   | امام ابو الحسن مسلم<br>بن حجاج قشیری           | مکتبہ بلال دیوبند                |
| ۷                           | سنن للترمذی    | امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی             | مکتبہ بلال دیوبند                |
| ۸                           | سنن ابی داؤد   | امام ابو داؤد سجستانی                          | مکتبہ بلال دیوبند                |

|    |                          |   |                             |
|----|--------------------------|---|-----------------------------|
| ۹  | سنن نسائی                | امام ابو عبد الرحمن<br>بن شعیب بن علی نسائی | یا سرندیم اینڈ کمپنی دیوبند |
| ۱۰ | سنن ابن ماجہ             | امام ابن ماجہ قزوینی                        | مکتبہ بلال دیوبند           |
| ۱۱ | مصنف ابی شیبہ            | امام عبد اللہ بن محمد<br>بن ابی شیبہ        | مکتبہ امدادیہ ملتان         |
| ۱۲ | مصنف عبد الرزاق          | حافظ ابی بکر عبد الرزاق<br>ابن ہمام صنعانی  | المجلس العلمی               |
| ۱۳ | اعلاء السنن              | علامہ شیخ احمد سہارن پور                    | دار الکتب العلمیہ بیروت     |
| ۱۴ | بذل المحمود              | علامہ شیخ احمد سہارن پوری                   | دار البشائر الاسلامیہ بیروت |
| ۱۵ | سنن الدر قطنی            | امام حافظ علی بن عمر                        | دار الایمان سہارن پور       |
| ۱۶ | مرقاۃ المصابیح           | علامہ شیخ ملا علی القادری                   | مکتبہ اشرفیہ دیوبند         |
| ۱۷ | اسنن الکبریٰ للبیہقی     | امام ابو بکر بیہقی                          | طبع بیروت                   |
| ۱۸ | سنن دارمی                | حافظ عبد اللہ بن عبد الرحمن<br>الدارمی      | دار الایمان سہارن پور       |
| ۱۹ | شرح النووی علی صحیح مسلم | امام ابو زکریا محی الدین<br>یحییٰ بن شرف    | مکتبہ بلال دیوبند           |
| ۲۰ | فتح الملہم               | مفتی شبیر احمد عثمانی<br>مفتی تقی عثمانی    | دار الایمان التراث العربی   |



|                      |                                    |  |                              |
|----------------------|------------------------------------|--|------------------------------|
| ۲۱                   | تحفة الاحوذی                       | عبدالرحمن مبارک پوری                                 | دارالاحیاء التراث العربی     |
| ۲۲                   | تحفة المعی                         | مفتی سعید پالن پوری                                  | مکتبہ حجاز دیوبند            |
| ۲۳                   | فتح الباری                         | علامہ ابن حجر عسقلانی                                | الریاض                       |
| ۳۴                   | عمدة القاری                        | علامہ بدرالدین عینی                                  | مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ           |
| ۲۵                   | الموطأ لامام مالک                  | عبداللہ مالک ابن انس<br>بن مالک                      | مکتبہ دارالسلام              |
| ۲۶                   | نصب الراية تخریج<br>احادیث الهدایہ | علامہ جمال الدین ابو محمد<br>عبداللہ بن یوسف الزیلعی | مکتبہ دارالایمان             |
| کتاب قواعد و تعریفات |                                    |  |                              |
| ۲۷                   | موسوعة القواعد الفقهية             | شیخ ابو حارث عزى                                     | وزارة الاوقاف<br>(کویت)      |
| ۲۸                   | قواعد الفقه                        | مفتی عیم الاحسن<br>مجددی برکتی                       | اشرفی بک ڈیوبند              |
| ۲۹                   | التعریفات الفقهیہ                  | مفتی عیم الاحسن<br>مجددی برکتی                       | دارالکتب العلمیہ             |
| ۳۰                   | کتاب التعریفات                     | شیخ ابوالحسن علی بن محمد الحنفی                      | دارالکتب العلمیہ             |
| ۳۱                   | سعادة العلوم فی<br>مبادیات الفنون  | مولانا عبدالرحمن رویدروی                             | جامعہ مظہر السعاده<br>ہانسوٹ |

| کتاب فرائض |  |  |                          |
|------------|--|--|--------------------------|
| ۳۲         | الشریفیہ شرح السراجیہ                            | علامہ سید شریف جرجانی                  | المکتبۃ الاسعدی سہارنپور |
| ۳۳         | المواریث<br>فی الشریعۃ الاسلامیۃ                 | شیخ محمد علی الصابونی                  | دار القلم دمشق           |
| ۳۴         | العذب الفاضل شرح<br>عمدۃ الفارض                  | شیخ صالح بن حسن حنبلی                  | عباس احمد الباز          |
| ۳۵         | الحجۃ اول الالکترونیۃ فی<br>الفرائض الربانیۃ     | داود النصار                            | مکتبۃ الرشید             |
| ۳۶         | الوجیز فی المیراث                                | عارف خلیل ابو عید                      | دار التفاس اردن          |
| ۳۷         | مرجع الطلاب فی المواریث                          | عمر احمد راوی                          | دار الکتب العلمیۃ بیروت  |
| ۳۸         | البصمۃ الوراثیۃ                                  | خلیفہ علی الکتبی                       | دار التفاس اردن          |
| ۳۹         | نہایۃ الہدیۃ الی تحریر<br>الکفایۃ فی علم الفرائض | شیخ زین الدین زکریا<br>ابن محمد انصاری | دار ابن خزیمۃ            |
| ۴۰         | کتاب المنہل الفاضل فی<br>علم الفرائض             | عبد المجید مغربی                       | دار الفکر                |
| ۴۱         | حاشیۃ السراجی                                    | محمد نظام الدین کیرانوی                | مکتبہ یاسر ندیم دیوبند   |
| ۴۲         | خزانۃ میراث                                      | مفتی رئیس احمد قاسمی                   |                          |
| ۴۳         | درس سراجی  | مفتی محمود الحسن گنگوہی                | زکریا بک ڈپو             |

|                   |   |  |                                  |
|-------------------|---|--|----------------------------------|
| ۴۴                | نوشته ناجی                                | مولانا محمد عمر نقشبندی                | یا سرندیم دیوبند                 |
| (کتب فقہ و فتاوی) |   |  |                                  |
| ۴۵                | ردالمحتار                                 | علامہ شیخ محمد امین<br>ابن عابدین      | عباس احمد الباز<br>مکتبہ المکرمہ |
| ۴۶                | الدر المختار                              | علامہ شیخ علاء الدین حصکفی             | عباس احمد الباز<br>مکتبہ المکرمہ |
| ۴۷                | بدائع الصنائع                             | ملک العلماء شیخ علاء الدین<br>کاسانی   | بیروت                            |
| ۴۸                | البحر الرائق                              | علامہ زین الدین                        | بیروت                            |
| ۴۹                | الفتاوی الہندیہ                           | شیخ نظام و جماعت علماء ہند             | مکتبہ زکریا دیوبند               |
| ۵۰                | فتاوی قاضی خان                            | فخر الدین حسن بن منصور<br>اوزجندی      | المکتبۃ الحقیانیۃ پاکستان        |
| ۵۱                | فتح القدر                                 | کمال الدین معروف<br>ابن ہمام           | دار الکتب العلمیہ                |
| ۵۲                | الفتاوی التاتاریخانیہ                     | شیخ عالم بن علاء دہلوی ہندی            | مکتبہ زکریا دیوبند               |
| ۵۳                | مجمع الانہر                               | شیخ عبدالرحمن بن محمد                  | دار الکتب العلمیہ                |
| ۵۴                | الدر المنشی شرح الملتقی<br>مع مجمع الانہر | شیخ محمد بن علی معروف بالعلاء<br>حصکفی | دار الکتب العلمیہ                |

|    |                                     |                                    |                      |
|----|-------------------------------------|------------------------------------|----------------------|
| ۵۵ | الهدایہ                             | امام برہان الدین مرغینانی          | دارالکتب العلمیہ     |
| ۵۶ | مختصر القدوری                       | امام احمد بن محمد بغدادی قدوری     | قدیمی                |
| ۵۷ | الموسوعة الفقهية                    | وزارة الاوقاف والشؤون<br>الاسلامية | وزارة الاوقاف الكويت |
| ۵۸ | المبسوط للسرْحسي                    | شيخ الاسلام ابو بكر بن احمد        | دارالكتاب ديوبند     |
| ۵۹ | فقه النوازل                         | محمد بن حسين الجيزاني              | دار ابن الجوزي       |
| ۶۰ | بحوث قضايا فقهية معاصرة             | شيخ الاسلام مفتي محمد تقي عثمانی   | مكتبة وصيدية دہلی    |
| ۶۱ | طرائق الحكم في الشريعة<br>الاسلامية | دكتور سعيد بن درويش<br>الزهراني    | دار النصيحة          |
| ۶۲ | شرح عقود رسم المفتي                 | علامہ ابن عابد بن شامی             | دارالكتاب ديوبند     |
| ۶۳ | حجة الله البالغة                    | شيخ ولي الله محدث دہلوی            | دار المعرفة لبنان    |
| ۶۴ | رسائل ابن عابد بن                   | علامہ ابن عابد بن شافعی            | احياء الله من العربي |
| ۶۵ | فتاویٰ محمودیہ                      | علامہ مفتي محمود الحسن گنگوہی      | کراچی                |
| ۶۶ | کتاب النوازل                        | مفتي سيد محمد سلمان<br>منصور پوری  | مکتبہ فیصل           |
| ۶۷ | اسلام کے عالمی قوانین               | حضرت قاضی مجاہد الاسلام            | ادارة القرآن کراچی   |